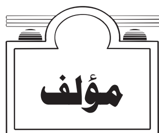
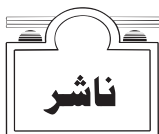
حیات مفتئ مانگرول

یعنی

ابدال زمانہ، عارف باللہ، فنافی اللہ، قاطع شرک وبدعت، پیکر توحید وسنت
حضرت اقدس مولانا مفتی ابراہیم صاحب احمد آبادی نوراللہ مرقدہ (سابق مفتئ
مانگرول وخلیفۂ اجل حضرت مولانا مفتی سہول عثمانیؒ سابق مفتئ اعظم دارالعلوم
دیوبند) کے اوراق زندگی کا حسین گلدستہ



(مفتی) امتیاز بن اسماعیل چارولیاوانکانیری (راجکوٹی)
مدرس: مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان، مانگرول ضلع: جونا گڈھ
فاضل: جامعۃ القراءات، کفلیتہ، سورت، گجرات



مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان، مانگرول، ضلع: جونا گڈھ، گجرات

تفصیلات

اسم کتاب:	حیاتِ مفتئ مانگرول
صاحب سوانح:	حضرت اقدس مفتی ابراہیم صاحب احمد آبادیؒ
مؤلف:	(مفتی) امتیاز بن اسماعیل چارولیا وانکانیری
کمپوزنگ وسیٹنگ:	مولانا محمد شاکر بورسدی دامت برکاتہم (خادم التدریس: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر) موبائل نمبر: 9898111397
تعداد صفحات:	۲۷۲
سن اشاعت:	۱۴۴۳ ہجری مطابق ۲۰۲۲ عیسوی
قیمت:	

::: ملنے کے پتے :::

☆ مولانا داؤد صاحب پیر دامت برکاتہم (مہتمم) مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان مانگرول، ضلع: جوناگڈھ (گجرات، الہند) موبائل: 9824834531	★ مکتبۂ مؤمن ★ (مفتی) امتیاز وانکانیری موبائل: 9662725225

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار

دوسرا باب: خدمات دینیہ

چوتھا باب: کرامات ومکاشفات

پانچواں باب: تعویذات وعملیات

چھٹا باب: اوصاف وکمالات

کلماتِ بابرکت

استاذ محترم حضرت اقدس مولانا مفتی عباس داؤد بسم اللہ صاحب دامت برکاتھم

(صدر مفتی ونائب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل وشیخ الحدیث جامعۃ القراءات کفلیتہ،سورت، گجرات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ذوالجلال نے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لئے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور اخیر میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے ،ظلمت کدہ میں دین حق کی روشنی کو عام فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اوران کے بعد سلف وخلف اور بندگان خدا نے اس کارخیر کی نیابت کو اپنے سرکا تاج بنالیا اور آج بھی اولیاء اللہ وعلمائے ربانیین اس فریضہ کی انجام دہی کی کدو کاوش میں سرگرداں ہیں۔

ان ہی انفاس قدسیہ میں شہر مانگرول کے ایک ولیٔ کامل حضرت مفتی ابراہیم صاحب ؒ بھی ہیں، اہل مانگرول میں دینی ماحول پیدا کرنے اورلوگوں کو دین اسلام سے روشناس کرانے کے لئے اپنا سب جان و مال اورسب کچھ تج

دیا۔اس لق ودق میدان میں دین کی جو بہاریں اور دعوت وتبلیغ کی جو ہل چل نظر آرہی ہیں اس میں حضرت مفتی صاحبؒ کی تگ ودو کو بھی بڑا دخل ہے،عرصۂ دراز سے حضرت مفتی صاحب کے حالات پردۂ خفا میں تھے اس لئے نہ صرف عوام بلکہ کتنے خواص بھی حضرت مفتی صاحب کے حالات سے ناواقف تھے۔

الحمد للہ اب مقام مسرت ہے کہ جامعۃ القراءات کفلیتہ کے ایک نوجوان فاضل مفتی امتیاز صاحب راجکوٹی سلمہ نے حضرت مفتی صاحب کے حالات کو یکجا کر کے مکمل سوانح کے لبادہ میں تیار کر دیا ہے۔

ماشاء اللہ موصوف نے اس کو بڑے دلچسپ انداز میں مرتب کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور مزید علمی خدمت کی توفیق بخشے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلاف کے تذکرے، ان کے ملفوظات اور مکتوبات بعض اوقات زندگی کی کایا پلٹنے میں غیر معمولی کردار ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو زندگی میں تبدیلی کا ذریعہ بنائے، آمین۔

(مفتی) عباس داؤد بسم اللہ (دامت برکاتہم)

۲۴/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۲/اگست ۲۰۲۱ء

کلماتِ عالیہ

جناب کریم خان پٹھان دامت برکاتھم

(خادم خاص حضرت مفتی ابراہیم صاحب مانگرولیؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالی نے اس فانی دنیا میں انسانوں کی رشد و ہدایت کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا، اور اخیر میں امام الانبیاء، تاجدار مدینہ، فخر دو عالم، خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے، اور ظلمت و جہالت کی گھٹاٹوپ اندھیریوں میں حق کی روشنی کو پھیلایا، آپ کے بعد صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، علمائے ربانیین، اولیاء اللہؒ نے اس کار خیر کی نیابت کو اپنے سر کا تاج بنالیا، اور آج بھی علماء اور اولیاء اللہؒ اس فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

انہی انفاس قدسیہ میں میرے پیرومرشد، مخدوم خاص، شہر مانگرول کے سابق مفتی وخطیب، ابدال زمانہ، عارف با اللہ، ماحیٔ شرک و بدعت، متبع سنت و شریعت، زاہد الدنیا، فناء فی اللہ، خلیفہ اجل حضرت مفتی سہول صاحب عثمانیؒ، یادگار اسلاف، حضرت اقدس مولانا مفتی ابراہیم صاحب مانگرولیؒ کی ذات بابرکت ہے، آپ نے مانگرول تشریف لانے کے بعد

یہاں کے رسم و رواج ، بدعات وخرافات ،غلط عقائد ونظریات کوختم کر کے توحید کا ڈنکا بجایا، آپ نے وعظ وتذکیر ،فقہ وفتاوی ،تصوف وسلوک، اور تعویذات وعملیات کی راہ اختیار کر کے لوگوں کو راہ راست کی طرف گامزن کیا ،حتی کہ اہل مانگرول میں دینی ماحول و مزاج پیدا کرنے کے لئے اور دین اسلام سے روشناس کرانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

اس راہ میں آپ پر حالات آئے ، پریشانیاں آئیں ،لوگوں نے آپ پر کیچڑ اچھالا ،حتی کہ آپ پر ہاتھ بھی اٹھائے مگر آپ صبر واستقلال کے پیکر بن کر آخری سانس تک دین کی آبیاری کرتے رہے ،اور اللہ تعالی کو راضی کرتے رہے۔

اسی کے نتیجہ میں اللہ پاک نے اہل مانگرول کو قبول کیا ،اور جگہ جگہ مدارس و مساجد قائم ہوئیں ،علمائے کرام وحفاظ عظام تیار ہوئیں، دین کی مختلف شکلیں وصورتیں وجود میں آئیں ،شرک و بدعات کا خاتمہ ہوا،توحید کا غلبہ ہوا، چونکہ حضرت مفتی صاحب توحید پرست تھے اسلئے آپ سے جن لوگوں نے فیض پایا ان میں بھی توحید کا پرتو نظر آتا ہے۔

الغرض ! میں نے اپنی زندگی میں ایسا ولئ کامل وابدالِ زمانہ کسی کو نہیں

دیکھا، واقعی آپ وہ ہستی تھے جو ولیٔ ہند، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت بشر حافیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، اوران کے علاوہ مشہور صوفیائے کرام کی یاد تازہ کرادیتے تھے،تصوف وسلوک اور معرفت خداوندی کے اعلی مقام پر فائز تھے، اللہ تعالی نے اتنی بڑی ہستی کی خدمت کے لئے مجھے قبول کیا، اور آخری سانس تک حضرت کی خدمت کرتا رہا، خدمت کے لئے نہ میں نے دن دیکھا اور نہ رات، نہ اپنی تنگ دستی کا خیال رہا، اور نہ میں لوگوں کی طعن و تشنیع کو خاطر میں لایا، بس رضائے الہی کی خاطر دن ۔رات خدمت کرتا رہا، اور حضرت مفتی صاحب کی دعائیں لیتا رہا،

آپ ہمیشہ مجھ سے محبت فرماتے تھے، اور کبھی کبھی محبت کا اظہار کرنے کے لئے فرماتے تھے کہ کریم خان مجھے تجھ سے بہت محبت ہے، میں نے حضرت مفتی صاحب کی دس سال خدمت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے ،شاید اتنا بڑا زمانہ خدمت کرنے کا کسی اور کے حصہ میں نہ آیا ہو، یہ اللہ پاک کا مجھ پر بہت بڑا فضل وانعام ہے کہ اس نے مجھے حضرت مفتی صاحب کی خدمت کے لئے قبول فرمالیا تھا،

جو اخلاق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خادم خاص حضرت انسؓ

کے سامنے پیش فرمائے وہی اخلاق حضرت مفتی صاحبؒ نے میرے سامنے پیش فرمائے کہ دس سالہ خدمت کے دوران نہ کبھی آپ نے مجھے ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا، اور نہ کبھی سخت لہجہ میں بات کی بلکہ ہر وقت شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے رہیں بلکہ کبھی کبھی فرط محبت میں آپ دوسرے خادموں کو کہہ دیا کرتے تھے کہ کوئی بھی ''کریم خان'' کو نہ ستائیں، پریشان نہ کریں، اگر کسی نے کریم خان کو ستایا، پریشان کیا تو گویا اس نے مجھے ستایا اور پریشان کیا، یہ حضرت کی محبت تھی کہ میری ادنی سی تکلیف کو گوارا نہ فرماتے تھے، اللہ تعالی حضرت مفتی صاحبؒ کو غریق رحمت فرمائے، آمین۔

اسی محبت و خدمت کا نتیجہ تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے انتقال کے کچھ دنوں پہلے اپنے تمام تبرکات مثلاً دینی کتابیں، عالمیت وفضیلت وافتاء کی تمام سندیں میرے حوالے کر دی تھیں اور کہا تھا: کریم خان !ان کو سنبھال کر رکھنا کام آئیں گی۔

''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' ۔قلندر جو کچھ کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے آپ نے اپنی بصیرت سے بھانپ لیا تھا کہ یہ چیزیں مستقبل میں کام آنے والی ہے اور اللہ نے ایسا ہی کر دکھایا کہ آپ کے انتقال کے ۴۵ سال کے بعد جب آپ کی یہ سوانح لکھی گئی تو یہ چیزیں کام آئیں۔

خیر! بندہ نے حضرت کی وصیت کے مطابق اپنی ذاتی چیزوں سے بھی زیادہ حضرت کی دی ہوئی چیزوں کی حفاظت کی اور الحمد للہ آج بھی تمام تبرکات محفوظ ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے تبرکات میں مسواک، چشمہ، گرم پانی رکھنے کی تھیلی، تسبیح، دستی گھڑی، عالمیت کی سند، فضیلت کی سند، اور تکمیل (افتاء) کی سند، شجرۂ خلافت نیز آپ کے شیخ حضرت مفتی سہول صاحب عثمانیؒ (سابق مفتیٔ اعظم دار العلوم دیوبند) کی صدری جو بطور خاص آپ کو ودیعت کی گئی، آپ کے دست با برکت سے لکھے گئے جمعہ کے جامع خطبات کی کاپی بنام ''خطباتِ جمعہ'' اسی طرح تعویذات وعملیات اور دیگر موضوع پر لکھی ہوئی کاپیاں، نیز اس کے علاوہ کئیں کتابیں اور چیزیں شامل ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ بہت گمنامی میں رہتے تھے، اس لئے لوگ حضرت کی شخصیت کو پہچان نہ سکیں، نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے حالات زندگی پردۂ اخفاء میں رہے اور تقریبا آپ کے انتقال کے بعد سے اب تک ۴۵ سال گذر گئے لیکن آپ کے حالات زندگی پر قلم اٹھانے والا کوئی نظر نہ آیا گویا یہ اہل مانگرول پر حضرت مفتی صاحب کا قرض چلا آرہا تھا جس کی

ادائیگی بظاہر مشکل نظر آرہی تھی، لیکن اللہ پاک جس سے کام لینا چاہے اس کے لئے دشوار ترین گھاٹیاں بھی ہموار ہو جاتی ہے، یقیناً یہ کام ''مفتی امتیاز صاحب وانکانیری'' (مدرس: مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان، مانگرول) کی قسمت میں لکھا ہوا تھا، جنہوں نے نہ مفتی صاحب کو دیکھا ہے اور نہ وہ شہر مانگرول کے باشندے ہیں بلکہ دیار غیر سے آکر انہوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کی زندگی کو قلمبند کیا ہے، ظاہر سی بات ہے کہ انہیں کس قدر مشقت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔

مفتی امتیاز صاحب کو جب پتہ چلا کہ کریم خان حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے خادم خاص ہیں تو وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے میں حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی سوانح لکھ رہا ہوں تو مجھے بڑی خوشی ہوئی اور دل سے دعا دی کہ اللہ پاک آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے پھر وہ وقتاً فوقتاً میرے پاس آتے رہیں اور میں ان کو حضرت مفتی صاحب کے حالات لکھواتا رہا، مفتی صاحبؒ کی دس سالہ خدمت کے درمیان جو باتیں حضرتؒ کی زبانی سنی یا اپنی نظروں سے کسی واقعہ کو ہوتا ہوا دیکھا اس کو بڑی امانت داری سے بلا کسی کمی بیشی کے ہو بہو لکھوایا، اس کتاب کا اکثر حصہ میرا ہی لکھوایا ہوا ہے، اللہ پاک کا بے حد شکر ہے کہ مجھے اس کام کے لئے قبول

فرمالیا، نیز مفتی صاحبؒ کے دیگر متوسلین و متعلقین کی طرف رہبری بھی کرتا رہا کہ فلاں جگہ سے بھی آپ کو کچھ مواد مل سکتا ہے چنانچہ مفتی امتیاز صاحب ان کے پاس بار بار جا کر تحقیقی حالات و واقعات لکھتے رہیں، اور بڑی چھان بین کر کے تشفی ہو جانے کے بعد اسے کتاب میں شامل کرتے تھے، اگر کسی بات میں تضاد و ٹکراؤ ہوتا وہاں میری رہبری حاصل کرتے تھے اور مجھ سے جتنا ہو سکتا تھا ان کی صحیح رہبری کرتا تھا۔

حضرتؒ کی تمام سندیں چونکہ میرے پاس تھیں اس لئے کتاب میں شامل کرنے کے لئے میں نے مفتی امتیاز صاحب کو از خود عنایت فرمائی اور کہا ان سندوں کی وجہ سے آپ کی کتاب کا مقام اور وزن بڑھ جائے گا کیونکہ حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کہہ کر گئے تھے کہ کریم خان! ان سندوں کو سنبھال کر رکھنا کام آئیں گی، واقعۃً آج اللہ پاک نے وہ وقت دکھایا کہ حضرت کی سوانح لکھی جا رہی ہے اور اس میں یہ سندیں شامل کی جا رہی ہیں بلکہ یوں کہئے یہ سندیں کتاب پر چار چاند لگا رہی ہیں۔

بہر حال! مفتی امتیاز صاحب وانکانیری بہت بہت مبارک بادی کے لائق ہے کہ انہوں نے بڑی محنت و کاوش، اور جد و جہد کے بعد حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے حالات زندگی کو تحقیقی انداز میں پیش فرمایا ہے، اور اس

کتاب کا نام ''حیاتِ مفتئ مانگرول'' رکھا ہے۔

واقعی عزیزم مفتی امتیاز صاحب وانکانیری نے اس سوانح کو لکھ کر اہل مانگرول پر سے قرض کو ادا کر دیا ہے اور صحیح معنی میں اس کا حق ادا کر دیا ہے، اس کے علاوہ مفتی امتیاز صاحب کئیں کتابوں کے مصنف ہیں، تقریباً ۲۰ کتابیں مختلف علوم وفنون پر لکھ چکے ہیں، اور عند اللہ مقبولیت کی علامت یہ ہیں کہ بعض کتابیں دینی مکاتب و مدارس میں داخل نصاب ہیں، اور دنیا بھر میں ان کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے، اللہ پاک ان کو دونوں جہاں میں بہترین بدلہ نصیب فرمائے، اور مزید ایسے علمی کاموں کے لئے موفق فرمائے، اس کتاب کو ہم سب کے لئے باعث ہدایت بنائے، نیز مفتی ابراہیم صاحبؒ کو غریق رحمت فرمائے، آپ کے فیوض و برکات سے اپنے متعلقین و متوسلین اور خاص طور پر مجھے مالامال فرمائے، اور پوری امت مسلمہ کو اس کتاب سے فیضیاب فرمائے، آمین، بجاہ سید المرسلین۔

﴿ املاہ العبد ﴾

(جناب) کریم خان پٹھان (المعروف بہ کریم باپو)

خادم خاص: حضرت مفتی ابرہیم صاحب مانگرویؒ

(سابق مفتئ شہر وخطیب جامع مسجد مانگرول)

تقریظ

حضرت اقدس مولانا مفتی عبداللہ صاحب پٹنی مدظلہ العالی

(امام وخطیب جامع مسجد ومفتئ شہر مانگرول، جونا گڈھ)

مانگرول میں جن انفاس قدسیہ وعبقری شخصیات کا ورود مسعود ہوا، جنہوں نے اپنی حیات مستعار کے قیمتی لمحات دین متین کی عالی خدمات کے لئے صرف کردئے جن کی برکت سے قوم کے درمیان پائی جانے والی ضلالت وجہالت، بدعات ورسومات، ذہنی وفکری ارتداد کی گھٹاٹوپ اندھیریاں چھٹ گئیں اور قوم راہِ راست پر گامزن ہوگئی، اُنہیں میں سے ایک عظیم المرتبت، لائق عز وافتخار، قادر العلم والعمل، پیکر توحید وسنت، ماحئ بدعات ورسومات، ابدالِ زمانہ، عارف باللہ، فخر مانگرول، میرے پیر ومرشد واستاذ محترم حضرت اقدس مولانا مفتی ابراہیم صاحب احمد آبادی نوراللہ مرقدہ کی ذات بابرکت ہے، آپ نے مانگرول میں ایسے وقت میں قدم رکھا جبکہ قوم ضلالت وجہالت اورشرک وبدعات کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی، ان کوراہِ راست پر لانے کے لئے آپ نے تن من دھن کی بازی لگادی، مختلف النوع طریق پر محنت کر کے لوگوں کودین سے روشناس کرایا۔ وعظ ونصیحت، تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ، تصوف وتزکیۂ نفس اسی طرح درس تفسیر وغیرہ کے ذریعہ لوگوں میں دین کی آبیاری فرماتے رہے، اور اس راہ میں آنے والے پریشان کن حالات

ومصائب کو بڑے ہی صبر وثبات، عزم واستقلال کے ساتھ جھیلتے رہے، جن کی برکت سے آج مانگرول میں دینی باغ وبہار نظر آرہی ہے، مکاتب ومدارس، دعوت وتبلیغ، تصوف وخانقاہ، اور دیگر دینی تحریکات، آپ ہی کی مرہون منت اور آہِ سحر گاہی کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور پورے شہر مانگرول کے باشندگان کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مفتی صاحب کی نظر ولایت اور دور اندیش نگاہوں نے بندہ کو شہر مانگرول میں ہمیشہ کے لئے متمکن کردیا اور حضرت کی دینی فکروں کا بارِ گراں بندۂ عاجز کے دوشِ ناتواں پر رکھ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور توفیق باسعادت سے روز اول سے ابتک دینی دعوتی فکروں کے لئے قبول کررہا ہے اور تادم آخر کرتا رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت مفتی صاحب بندہ سے بہت محبت فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے کئیں علمی کتابیں پڑھا کر بندہ کو شرفِ تلمذ عطا فرمایا، مقدمۂ شامی اور رسم المفتی کے اختتام پر شہر مانگرول کی جامع مسجد میں تاریخی عظیم الشان اجلاس منعقد فرما کر اپنے دستِ بابرکت سے بندہ کے سر پر دستارِ فضیلت کو سجایا اور کچھ عرصہ کے بعد نیابت افتاء کے لئے منتخب فرمایا، نیز اصلاحِ قلب ونفس اور تزکیۂ باطن کے لئے بیعت وارادت کے شرف سے نوازا، دراصل یہ حضرت کی ذرہ نوازی ہے،

ورنہ میں کہاں اور یہ نکہت گل، نسیم صبح تیری مہربانی۔

حضرت کی شخصیت گمنام تھی، اس لئے آپ کے حالاتِ زندگی پردۂ خفاء میں رہے، بندہ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا تھا، لیکن حضرت کے منع کرنے کی وجہ سے ارادہ ملتوی ہوگیا، کیونکہ حضرت سراپا متواضع ہونے کی وجہ سے گمنامی ہی کو پسند فرماتے تھے، شدہ شدہ آج حضرت کی وفات کے تقریباً ۴۵ سال گزر گئے، لیکن یہ کام نہ ہوسکا، یقینا یہ کام عزیزم مفتی امتیاز وانکانیری کی قسمت میں لکھا ہوا تھا، موصوف نے نہ تو مفتی صاحب کو دیکھا ہے اور نہ وطناً وہ مانگرول کے ہے، بلکہ دیارِ غیر سے آکر انہوں نے حضرت مفتی صاحب کے حالات کو قلمبند کیا ہے، ظاہر سی بات ہے کہ اُنہیں کس قدر مشقتِ پیہم کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، مفتی صاحب کے متعلقین ومتوسلین کے پاس باربار جاکر حالات وواقعات معلوم کرتے، بڑی چھان بین کرتے، تشفی کے بعد اُسے قلمبند کرتے، جہاں ٹکراؤ وتضاد ہوتا وہاں بندہ کی رہبری حاصل کرتے تھے۔

بہر حال! مفتی امتیاز صاحب قابلِ مبارک باد ولائق ستائش ہے کہ انہوں نے بڑی عرق ریزی، پیہم کدوکاوش کے بعد بڑے تحقیقی انداز میں حضرت کے حالاتِ زندگی کو یکجا طور پر جمع کردیا ہے اور اس کا نام ’’حیاتِ مفتیٔ مانگرول‘‘ رکھا ہے، بندہ نے اس کتاب کو از اول تا آخر بڑی عمیق اور گہری نظر سے دیکھا ہے، جہاں ضرورت محسوس کی وہاں مکمل رہبری فرمائی ہے، بلکہ بعض چشم دید حالات وواقعات سے بھی مطلع فرمایا تاکہ کتاب میں تحقیقی باتوں

کا مزید اضافہ ہوجائے، واقعی عزیزم مفتی امتیاز صاحب وانکانیری سلمہ نے حضرت مفتی صاحب کا سوانحی خاکہ لکھ کر اہل مانگرول پر سے قرض کی ادائیگی کی بہترین سبیل پیدا فرمادی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں میں بہترین بدلہ نصیب فرمائے، اور آخرت میں بھی قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس کتاب سے ہم سب کو مستفیض فرمائے، ہمارے لئے مشعل راہ بنائے، مفتی امتیاز صاحب ان کے اہل خانہ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین ومتوسلین کے لئے اس کتاب کو دار آخرت میں نجات ورستگاری کا ذریعۂ مقبول بنائے، اور حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالامال فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

املاہ العبد: (مفتی) عبداللہ میاں پٹنی (مدظلہ العالی)

۱۴/صفر/ ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۲/ستمبر ۲۰۲۱ء بروز بدھ

تقریظ

استاذ محترم حضرت اقدس مولانا مفتی محمد قاسم صاحب مانگرولی دامت برکاتھم

(استاذ حدیث وتفسیر وفقہ، جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بزرگان سلف کی سوانح عمریاں ہم جیسے ناخلفوں کے لئے خلف سازی کا بہترین، کامیاب وکامران مشن ہیں، ان حضرات کی میدان علم وعمل میں انتھک کاوشیں، جہد مسلسل اور جبالی استقلال کے روبرو عظیم بلایا ومصائب بھی ان کی راہوں میں کنارہ کشی میں عافیت محسوس کرتی ہیں، احکام الٰہی اور طرق سنن کی پابندی ان کی حیات مبارکہ کا اصل محور اور مرکز رہتا ہے، دنیوی مشاغل اور اغراض ان حضرات کے لئے اس راہ میں روڑا اور رکاوٹ نہیں بنتی ہیں، وہ ہمتوں کے پہاڑ، مجاہدوں کے شہسوار، جد وجہد کے سرور، ان کے وہاں آرام طلبی کا نام ونشان یکسر نابود، حسنِ معاش اور معاشی عیش برکنار اور دنیا طلبی کی تگ و دوڑ سب ایک طرف، اور ہر آن اور ہر گھڑی ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ“ پیش نظر، یہی وہ زندگیاں ہیں جن کی اقتداء فلاح وبہبود، کامیابی وکامرانی کی سند ہے۔ اصلاح وتزکیہ کا معیار ہے، ان کی نقش پا کی گرد طاعت کے لئے سرمہ ہے۔

ان ہی برگزیدہ حضرات میں صاحبِ سوانح حضرت مفتی ابراہیم صاحب علیہ الرحمہ ہیں، بندہ کی سن پیدائش ۱۹۶۱ء ہے اور حضرت کی سن وفات ۱۹۷۶ء ہے، اسلئے آپ کی حیات کے آخری پندرہ سال کی ہم عصری حاصل ہے اور حافظہ کی یادداشتوں میں حضرت کی شکل وصورت، قدوقامت، اندازِ رفتاروگفتار محفوظ ہیں اور پردۂ سماعت پر نازک وشہد گھولتی شیریں آواز ابھی بھی جلوہ گر ہے، جمعہ کے کئی خطبے مع اردو ترجمہ سننا ابھی بھی حافظہ کے پٹارے میں اپنا وجود جتا رہے ہیں اور کتنی ہی بار استاذ محترم مولانا اسماعیل سیتپونی صاحب کی معیت میں آستانۂ حضرت مفتی صاحب پر حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے، اسی وقت سے غیر شعوری طور پر حضرت کی باکمال شخصیت سے ذہن ہمیشہ پرتاثیر رہا۔ قدوقامت پستہ ہونے کے باوجود ہر کوئی مرعوب اور ادب وشائستگی پر مجبور ہوتا تھا، حالانکہ کبھی بھی حضرت والا کا انداز غصہ پر نہیں رہا۔ علمی پختگی اور عملی استقلال بچپن کا وہ بے شعور غیر پختہ ذہن کیا ادراک کرسکتا تھا؟ مگر یادداشتوں میں ان کا وہ پیکرِ علم وعمل کی گردشوں سے اب اس معمولی سا باشعور ذہن یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ وہ قادر العلم والعمل تھے، ضعیف البدنی کے باوجود مطالعۂ کتب میں مگن رہنا اور جمعہ وعیدین کے عربی خطبے ذاتی استعداد سے تیار کرکے جمعہ وعیدین میں پیش کرنا معمولی صاحبِ علم کے احاطۂ ادراک سے بعید ہے اور عملی پختگی ہمارے مانگرول میں زبان زد عام وخواص ہے۔

ظاہری علم وعمل کے ساتھ حضرت کو باطنی علوم واعمال سے بڑا گہرا اور کافی عمیق رشتہ رہا ہے۔ ہماری زبانی ناپختگی کے باوجود ہمارا وہ معمولی شعور بڑی پختگی کے ساتھ یہ بات لکھنے پر مجبور کررہا ہے کہ آپ اصلاح وتزکیۂ باطن کے میدان کارزار کے بڑے شہسوار تھے خود بھی کمال کی حد تک رسائی رکھتے تھے اور ساتھ ساتھ اپنے معتقدین اور متوسلین کو کامل رسائی تک پہنچانے کی مکمل صلاحیت کے حامل تھے اور کمال اخلاق کا حال یہ تھا کہ دیوبندی افکار رکھنے کے باوجود کسی بھی مکتبۂ فکر کے آدمی کو آپکے خلاف بدزبانی کرتے نہیں پایا گیا بلکہ ایسے افراد حضرت کے حکیمانہ اور باموقع تربیت کی وجہ سے اپنی فکری بے راہ روی کو خیر آباد کہہ کر معتدل مزاج کے خوگر بن گئے تھے، خدا رحم کرے اس پاک طینت ذات پر، ان کی لحد کو رحم وکرم سے بھر دے، مانگرول نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا بڑا محسن نہیں دیکھا ہوگا، اللہ تعالی ان احسانوں کا بہتر سے بہتر بدلہ عنایت فرمائے۔

اور حضرت کی سوانح نگاری اہالیانِ مانگرول پر ایک قرض تھا اور باشندگانِ مانگرول علماء کرام میں بشمول بندہ بھی اس سے سبکدوشی کا کسی کو خواب وخیال بھی نہ آیا بلکہ شاید قرض ہی نہ سمجھتے ہوں، سب اس غیر ذمہ دارانہ روش پر قابل سرزنش ہیں، اللہ تعالی ہم سب کو معاف فرمائے، البتہ خدمتِ دین کی نسبت سے دیار غیر سے آ کر مانگرول میں مقیم عزیزم مفتی امتیاز صاحب

وانکانیری (مدرس مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان) نے اہل مانگرول پر احسان کرتے ہوئے اس قرض سے سبکدوشی کے لئے قلم اٹھایا اور میری دانست میں انہوں نے ماشاءاللہ حق ادا کر دیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی حیات مبارکہ کے سلسلے میں کافی اور وافی مواد فراہم کر دیا ہے، ایک غیر مانگرولی فرد جنہوں نے حضرت کا نام ہی مانگرول آ کر سنا ہوگا وہ اتنی تفصیلی معلومات زیر تحریر پیش کر دے مشقت پیہم کے بغیر نہیں ہوسکتا، اکثر معلومات تو ہمارے ذہنوں میں محفوظ ہے پھر بھی کثیر معلومات سے ہم خود بے خبر ہیں۔

اس سوانح عمری میں صاحب قلم نے حضرت کی حیات طیبہ کا خوش نما اور خوب منظر خاکہ کھینچ کر پیش کر دیا ہے کہ پڑھنا شروع کیا تو پڑھتا ہی گیا، مہمان کی آمد نہ ہوتی تو ایک ہی مجلس میں تمّت کی زیارت ہو جاتی پھر بھی نصف تو پڑھ لی، واقعی حضرت کی حیات دلکش کا ہر گوشہ جاذب نظر ہے اور نقش پا تأثر سے بھر پور ہے، شاید صاحبِ قلم کے قلب متأثر کا اثر ہو جو متعدی ہو کر قاری کو بھی اسی تأثر کے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید زور قلم عطا فرمائے، جوانی کی تحریر کا یہ حال ہے تو پیرانہ سالی میں نکھار ہوتے ہوتے ''**نور علی نور**'' کی مثال ہوگی ان شاءاللہ تعالیٰ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے اور ان کے لئے اور ان کے اہل خانہ اور خاندان کے لئے دنیوی، اخروی کامرانیوں کا ذریعۂ مقبول بنائے، اور ہر قاری

کے دل میں عزم و ہمت، استقلال وعزیمت کا ولولہ پیدا کرے، اور ہمارے اکابر جیسا سب میں دینی تصلّب و جماؤ عطا کرے، اور احکام الٰہی اور اطاعتِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں پامردی کا ذریعہ بنائے، اور صاحبِ قلم کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، اور شاید اشاعت کا بیڑا مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان نے اپنے سرلیا ہے، چلوانگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوالیا، اللہ تعالی اراکین و منتظمین، مدرسین اور سب معاونین کو جزائے خیر سے مالا مال فرمائے، دونوں جہاں میں خوش وخرم رکھے اور روزِ قیامت حضرت کے کفش برداروں میں شامل فرمائے اور ادارہ کو دن دوگنی رات چوگنی روحانی و مالی ترقیات سے سرفراز فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

ہذا ماسنح لی واللہ اعلم بالصواب

(مفتی) محمد قاسم مانگرولی (دامت برکاتہم)

تقریظ

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب پٹنی مدظلہ العالی

(استاذِ حدیث و نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، یو۔ پی۔)

باسمہ تعالیٰ

ہندوستان کے اسلامی عہد میں مغلیہ حکومت کا ایک لمبا زمانہ رہا ہے، اسی عہد میں جب دہلی کی حکومت کمزور ہوگئی تو مشرق و مغرب شمال و جنوب کے دور دراز صوبوں نے علم بغاوت بلند کیا اور مستقل حکومتیں قائم کرلیں، جیسے جنوب میں دکن کی نظام حکومت، اسی طرح جنوب مغرب میں جوناگڈھ۔

حکومت جوناگڈھ کا ایک اہم مقام ''مانگرول'' ہے جو بحر الہند کے ساحل پر بہت پرفضا خوبصورت مقام ہے۔

مانگرول اور جوناگڈھ ایک مستقل تہذیب کی امتیازی شان رکھتے تھے جس پر مختلف زبانوں میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔

ان علاقوں میں شرعی احکام کی تنفیذ کے لئے قضاوافتاء کا شعبہ بھی قائم ہے اور جاری ہے۔ مانگرول کے عہدِ اخیر کے مفتیان میں حضرت مولانا مفتی ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا بڑا مقام ہے۔

مفتی ابراہیم صاحب قدس سرہٗ کی ذات گرامی صرف ایک عام مفتی نہیں

بلکہ ان میں مجاہدانہ اوصاف کے کمال کے ساتھ داعیانہ کردار اور ایسا صوفیانہ انداز تھا جسکو ہم حقیقت میں ''نمونۂ سلف'' کہیں تو بالکل بجا ہے۔

مفتی امتیاز صاحب راجکوٹی زید مجدہٗ یقینا ہم سب کی طرف سے مبارکبادی کے مستحق ہیں، آپ نے مانگرول کے محسن عظیم کی حیات محفوظ کر کے حضرت کے فیوض و برکات کو دوام بخش دیا کہ رہتی دنیا تک طالبین اس سے مستفیض ہونگے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

(حضرت مولانا) عبدالقادر ندوی مظاہری (مدظلہ العالی)

(نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، یو۔ پی۔)

۵/ ۳/ ۱۴۴۳ھ بیت النور، لکھنؤ۔ یوپی۔

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی دامت برکاتہم

(استاذ حدیث وفقہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، یو۔پی۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحیح حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں ایسے بندوں کو پیدا کرتا رہے گا جو دین حق کی تبلیغ، اظہار حق، ابطال باطل، اصلاح رسومات و بدعات کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ الحمدللہ ہر زمانہ میں مختلف خطوں میں ایسے اللہ کے بندے موجود رہے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین ہی دین حق کی اشاعت و حفاظت ہی بنا رکھا تھا، منجملہ ان کے حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مفتئ مانگرول) بھی ہیں، آپ کی دعوت وتبلیغ اور اصلاح و تربیت کی خوبی یہ ہے کہ وہ ہمہ گیر ہیں، اصلاح عقائد، اصلاح اعمال واخلاق، اصلاحِ ظاہر و باطن، اصلاح رسومات و بدعات سب کو محیط ہیں، امت کی اصلاح و تربیت کے لئے ایک طرف آپ نے آسان اسلوب میں علمی و تحقیقی اور اصلاحی رسائل تحریر فرمائے مثلاً تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان، حقیقۃ التصوف وغیرہ۔۔۔ ان رسائل کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب و سنت پر آپ کی گہری نظر تھی، اصلاح باطن وتزکیۂ

نفس کے سلسلہ میں جو آپ کی ہدایات اور تعلیمات ہیں جہاں تک احقر نے مطالعہ کیا وہ کتاب وسنت کے موافق نیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تعلیمات وہدایات سے ہم آہنگ ہے۔آپ نے صرف علمی تحقیقات وتصنیفات ہی پر اکتفانہیں کیا بلکہ امت کی اصلاح کے لئے عملی طور پر بھی آپ نے عوام سے ربط قائم رکھا، لوگوں کی غفلت وجہالت دور کرنے کے لئے مکاتب ومدارس کے قیام کی فکریں کی، چنانچہ آپ کی فکروں کے نتیجے میں آج بڑی تعداد میں مدارس ومساجد قائم ہیں۔ وعظ وتذکیر اور اصلاح وتربیت کے لئے آپ لوگوں کی دعوت کا انتظار نہ فرماتے تھے بلکہ حسب ضرورت جہاں بھی دین کی بات سنانے کا موقع ملتا آپ لوگوں کو اصلاحی پیغام پہنچاتے۔

نہ صرف صوبۂ گجرات بلکہ آپ کی علمی واصلاحی کتابوں کے واسطہ سے دور دور تک آپ کا فیض پہنچا، اور ان شاء اللہ تعالیٰ پہنچتا رہے گا، اپنے رسالہ حقیقۃ التصوف میں سالکین کے لئے آپ نے جو ہدایات تحریر فرمائی ہیں بلاشبہ وہ ایسی ہیں کہ ان کو علٰیحدہ شائع کر کے ہر سالک تک پہنچایا جائے اور ہر خانقاہ میں آویزاں کیا جائے، آپ علماء وطلباء، اہل مدارس کی اصلاح باطن کی طرف خاص توجہ رکھتے تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرح آپ کی بھی خصوصی ہدایت تھی کہ طلباء کی باطنی اصلاح اور تزکیۂ نفس کے لئے کم ازکم کوئی ایک کتاب تو داخلِ نصاب کردی جائے۔

الغرض اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں آپ اپنے اکابر ومشائخ کے نقش

قدم پر تھے، بلاشبہ آپ کی شخصیت اور آپ کے علمی واصلاحی کارنامے نہ صرف صوبۂ گجرات بلکہ تمام سلیم الطبع اصحاب علم وفضل کے نزدیک قابل قدر وقابل شکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا مفتی امتیاز صاحب دامت برکاتہم کو کہ انہوں نے ''حیاتِ مفتئ مانگرول'' تحریر فرماکر نہ صرف صوبۂ گجرات بلکہ تمام دینی کام کرنے والوں کے لئے ایک مفید ونافع چیز پیش فرمادی، جس سے دینی کام کرنے والوں کو حوصلہ بھی ملے گا اور رہنمائی بھی، اللہ تعالی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور امت کے حق میں خیرِ کثیر کا ذریعہ بنائے۔

(مفتی) محمد زید مظاہری ندوی (دامت برکاتہم)

استاذ حدیث وفقہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

۱۸ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ

تقریظ

حضرت اقدس مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری دامت برکاتھم

(استاذ و نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند و سرپرست مرکز التراث الاسلامی دیوبند)

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، أما بعد۔

گرامی قدر محترم جناب مولانا مفتی امتیاز صاحب راجکوٹی زید مجدہم کی نو تالیف ''حیاتِ مفتیٔ مانگرول'' نامی کتاب کا مسودہ پڑھنے کو ملا جو اس علاقہ کے بافیض بزرگ حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر مشتمل علمی و معلوماتی مواد ہے۔ پوری کتاب کو کہیں تفصیل سے اور کہیں اجمالاً دیکھا، ماشاء اللہ لائق قدر و قابل مطالعہ ہے۔

اہل اللہ کے سوانحی خاکہ سے اسلامی احکامات پر عمل کرنے میں پڑھنے والے کو فطری طور پر ایک مہمیز اور تحریک ملتی ہے اور اس کو اس بات کا طبعی طور پر احساس ہوتا ہے کہ روئے زمین پر آج بھی کتاب و سنت کے پابند اور نفس و شیطان کو لگام لگا کر جینے والے اللہ کے بندوں کی کمی نہیں، ہمارے ہی درمیان رہنے والے بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جن پر شیطان کا کوئی اثر

نہیں ہوتا ہے۔ ایسوں ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ’’اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ‘‘ (سورۂ حجر: ۴۲)

کتاب وسنت سے ماخوذ سلوک وتصوف پر عامل رہنا بحمد اللہ علمائے دیوبند کا طرۂ امتیاز ہے۔ ماشاء اللہ حضرت مفتی صاحبؒ کو دار العلوم دیوبند کے مایۂ ناز مفتی حضرت مولانا مفتی محمد سہول صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھاگلپوری سے تصوف میں نسبت حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی شریعت وسنت کے عین مطابق دکھائی دیتی ہے۔ خطابت و امامت کے منصب پر فائز رہتے ہوئے خلق خدا میں فیض رسانی، نیز دینی تعلیمی تحریکات وتنظیمات میں حصہ لینا، تبلیغی مساعیٔ جمیلہ وغیرہ آپ کی عظیم خوبیاں بیان کی گئی ہیں جن کے پڑھنے سے لوگوں میں شریعت پر عمل کرنے کا صادق جذبہ پیدا ہونے کی توقع ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب کے توسط سے دیگر کئی ایک اہل اللہ کے حالات وسوانح سے بھی واقفیت ہوجاتی ہے جن کے حالات اس میں درج ہیں۔

بندہ دعا گو ہے کہ کتاب کے مؤلف زید مجدہم کو اس محنت پر جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے اہل اللہ کو اپنے درمیان علمی دنیا میں زندہ رکھنے کا سامان فراہم کر دیا، حضرت کے متوسلین وشاگردوں کے لیے بھی یہ ذخیرہ نفع بخش ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نفع بخش بنائے اور ہم سب کے لیے زادِ آخرت بھی، آمین۔

(مولانا) شاہ عالم گورکھپوری (دامت برکاتہم)

۵/صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۳/ستمبر ۲۰۲۱ء

تقریظ

حضرت مولانا محمد ابراھیم بن محمد اُدیا صاحب مانگرولی دامت برکاتھم

(استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم حسنیہ مانگرول، جوناگڈھ، گجرات)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد:

ہر چند کہ کتاب ہذا کے متعلق کچھ لکھنے سے اس عاجز نے معذرت ہی کی لیکن مؤلف محترم کے اصرار وحسن ظن کے خاطر تین باتیں رقم کرر ہا ہوں۔

(ا) کتاب: جہاں تک بات ہے کتاب کی تو الحمد للہ ایک حد تک اپنے مقصد میں کامیاب اور ہر عالم وغیر عالم کے لئے یکساں مفید ہے۔ اگر تنقیدی نظر سے بالاتر ہوکر دیکھا جائے تو ان مضامین وعناوین کے صاف وشفاف آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر ہر قاری اپنے ظاہر اور باطن کی اصلاح کرسکتا ہے۔

کتاب کی عبارت عام فہم وسلیس وسادا ہے۔ حیات ابراہیمی کے بکھرے ہوئے گمنام واقعات کو دلکش ابواب وتعبیرات کے ذریعہ مقید ومزین کردینا کتاب سے استفادہ میں آسانی اور مطالعہ میں دلچسپی کا باعث ہے۔

زمانہ کی تاریخ شاہد ہے کہ نافرمان، ظالم لوگوں کی زندگی میں نہ برکت ہوتی ہے اور نہ ان کے مرنے کے بعد ان کا کوئی نام لیوا ہوتا ہے۔ وہ ''اِنَّ

شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" کے مصداق ہوتے ہیں۔جس کو سورۂ مریم میں "هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا " سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس کے برخلاف صالحین وربّانیین کے مرنے کے بعد بھی ان کا ذکر خیر پشتوں تک زبان زد رہتا ہے۔عوام وخواص عظمت سے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے دعا وسلام کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۞ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۞ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۞ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۞۔

نیز حدیث پاک میں صلہ رحمی وغیرہ اعمال صالحہ پر بشارت ہے کہ اس کے رزق میں وسعت ہوگی "وينسأ له في اثره" اوراس کی موت مؤخر کی جائے گی (عمر دراز ہوگی)۔

آیت مذکورہ کی روشنی سے دیکھا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب "حیات مفتئ مانگرول" میں حضرت مفتی صاحبؒ کے گمنام تذکرہ کا تجدیدی کارنامہ موجود ہے۔جس سے آپؒ کے خوابیدہ فیوض و برکات اور ذکرِ خیر نسلوں تک قائم ودائم رہے گا ان شاء اللہ۔اورحدیث بالا کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی ظاہری حیات مستعار تو اگرچہ پوری ہوگئ لیکن آپ کی باطنی حیاتِ روحانی میں اس کتاب نے مزید اضافہ کردیا ہے جو درازئ عمر کا مصداق ہے۔

(۲) رہی بات صاحب کتاب کی تو عموماً تصدیق وتقریظ کے وقت یوں لکھ دیا جاتا ہے کی مؤلف صاحب نے بڑی عرق ریزی سے کتاب لکھی ہے وغیرہ، لیکن مفتی امتیاز صاحب نے اس کتاب کے لئے نہ صرف پسینہ بہایا ہے بلکہ اس کو اپنے خونِ جگر سے سینچا ہے۔ کوئی بھی مؤلف ومصنف کسی بھی کتاب کے لکھنے کے وقت اسی وقت ہمت کرتا ہے جبکہ اسکے سامنے درجنوں مصادر ومراجع میسر ہوں۔ جو تالیف کتاب کے حوالے کے لئے معین ومددگار ہو۔ لیکن یہاں تو حال یہ ہے کہ اس گمنام شخصیت کے متعلق ایک آدھ کتاب کے علاوہ نہ کوئی ماخذ ہے نہ کوئی مواد جس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

مفتی ابراہیم صاحبؒ کے ایک ایک واقعے ایک ایک قصے کو اپنی کتاب کا حصہ بنانے کے لئے جناب مؤلف صاحب نے ان لوگوں کے گھر کے اور در کے درجنوں دھکے کھائے جنہوں نے مفتی ابراہیم صاحب کی صحبت حاصل کی۔ ایک ہی واقعہ کو متعدد اشخاص سے حاصل کر کے شرح صدر ہونے کے بعد اپنی کتاب کا حصہ بنایا ہے۔ مانگرول ہی کے کوئی صاحب اگر تالیف کا یہ کام کرتے تو ایک حد تک آسانی ہوتی لیکن مفتی امتیاز صاحب نے دوسرے دیار کے ہوتے ہوئے واقعی بڑی محنت ولگن سے مفتی ابراہیم صاحب کی عملی وروحانی زندگی کو کتابی شکل میں مرتب فرمایا ہے۔ تالیف کتاب کے سلسلے میں مفتی عبداللہ پٹنی صاحب اور جناب عبدالکریم خان کا تعاون قابل ذکر ہے۔

(۳) رہی تیسری بات صاحب سوانح کی عظیم گمنام شخصیت کے متعلق تو ہر قاری کتاب کا مطالعہ کر کے آپ کے علمی، عملی دعوتی، فقہی، فکری، تالیفی، تفسیری اور روحانی کمالات سے بخوبی واقف ہو جائیگا۔

آپ ''طبت حیا و طبت میتا '' کی زندہ مثال تھے۔ میں تو حیران ہوں کہ سید الطائفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا فیض (مفتی سہول صاحب کے) صرف ایک واسطہ سے سیدھا مانگرول پہنچ رہا ہے۔ یہاں مانگرول میں دارالعلوم حسنیہ کا قیام آپ ہی کی نیک تمناؤں کا ثمرہ ہے۔ یہاں دعوت وتبلیغ کا پھیلاؤ آپ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ یہاں کی گھانچی برادری میں دینی چہل پہل، علماء وحفاظ آپ ہی کی دعائے مستجاب کا صلہ ہے۔ یہاں جن لوگوں نے بھی عقیدت کے ساتھ آپ کی صحبت اختیار کی، بات سنی، آج بھی ان لوگوں میں توحید وتوکل کا پَرتَو نظر آتا ہے۔ یہ آپ کی عظیم کرامت تھی کہ مانگرول جیسے جہالت وضلالت والے مقام پر رہ کر رشیدی و تھانوی فیض عام کیا۔ شرک و بدعت کے ماحول میں ''تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان'' جیسی کتاب لکھی۔ اندازہ کیجئے کہ ایسے مخالف ماحول میں اتنا طویل عرصہ کس طرح ہمت وحکمت صبر واستقلال سے کام کیا ہوگا؟ پر لطف بات یہ ہے کہ اس عرصہ میں امت میں نہ کوئی فتنہ وفساد ہونے دیا نہ فرقہ بندی ہوئی، نہ لڑائی جھگڑے۔ آج کے مقررین ومبلغین کو اس سے سبق لینا چاہئے۔

الغرض! آپ اپنے عہد کے ایک داعی بھی تھے اور قائد بھی، ولی بھی تھے اور صوفی بھی، مقرر بھی اور مناظر بھی، ایک مربی بھی تھے اور مصنف بھی، ایک مولوی بھی تھے اور ایک ماسٹر بھی، فقیہ بھی تھے اور فلاسفر بھی۔

روح صدیق سے معذرت کے ساتھ ترمیم شدہ یہ اشعار مفتی صاحب پر برابر فٹ آتے ہیں۔

ذکر خدا میں ہر دم رہنا سب کے بس کی بات نہیں،
خواہش نفس سے بچتے رہنا سب کے بس کی بات نہیں،
کفر کی ایسی ظلمت میں ایمان کا بچانا مشکل ہے،
مانگرول میں رہ کر مصلح ہونا سب کے بس کی بات نہیں۔

علمائے کرام عموما اپنے طلبہ و متعلقین کو ہمارے اسلاف واکابرین کی سوانح، حالات زندگی کے مطالعہ کی تاکید فرماتے ہیں جس سے ہمارے مشائخ کا تعارف بھی ہوتا ہے اور ان باتوں کے پڑھنے سے ایمان میں چارج اور طاعت کے لئے مہمیز کا کام دیتی ہے۔ اس میدان میں مفتی صاحب کے حالات زندگی ایک ایسا اضافہ ہے جس نے ماضی کے مشائخ کی یاد تازہ کردی ہے بلکہ ہمارے علاقہ کے قریبی زمانہ کے ہونے کی وجہ سے مزید دلچسپی کا باعث ہے، اسلئے کہ آپ کو دیکھنے والے لوگ آج (۲۰۲۱ء ۱۴۴۳ھ میں) بھی موجود ہے۔

عامۃً لوگ نماز، تلاوت اور ذکر کوتو عبادت سمجھتے ہیں لیکن صالحین کی باتوں کا سننا سنانا اوران کی سیرت کا مطالعہ کرنے کو طاعت نہیں سمجھتے، حالانکہ ان باتوں کے ذریعہ ایمان میں جلاء وثبات پیدا ہوتا ہے۔ دلوں کی سردمہری کو گرمیٔ عشق میں تبدیل کرنے کی تاثیر رکھتی ہے۔

حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں:

الحکایات عن العلماء و محاسنھم احب اليّ من کثیر ما الفقہ لانھا آداب القوم و مجالسہ العلماء الصالحین او سماع أخبارھم او قرائۃ وقائعھم و سیرھم من اھم مقاصد الحیاۃ عند العقلاء الصلحاء

یعنی علماء کے قصوں اور ان کی خوبیوں کو بیان کرنا مجھے فقہ کے بیان کرنے سے زیادہ پسند ہے، اس لئے کہ یہ نیک لوگوں کے آداب واخلاق سے عبارت ہیں۔ علماء صالحین کی مجلس میں بیٹھنا یاان کے قصے سننا، ان کی سیرت و واقعات کو پڑھنا، عقلاء صالحین کے نزدیک زندگی کا ایک اہم مقصد ہے۔

(راحت کے خزانے ۲۹۔ بحوالہ امداد الفتاح ۱۹۴)

حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ ”الحکایات جند من جنود اللہ یثبت اللہ بھا قلوب اولیاءہ“ یعنی حکایات و واقعات اللہ تعالی

کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، ان واقعات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کرام کے دلوں کو مضبوط کرتا ہے اور جماتا ہے۔
(نصیحۃ المسلمین: ۳۷ بکھرے موتی، جلد:۱، ص:۲۷)

حضرت سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ" یعنی صلحاء و نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمتیں برستی ہیں۔

حضرت مالک بن دینار کا قول ہے: "الحکایات تحفۃ الجنۃ" یعنی حکایات جنت کے تحفے ہیں۔

حضرت محمد بن یونسؒ نے فرمایا کہ مجھے صالحین کے تذکرے سے زیادہ قلب کے لئے نافع کوئی چیز نظر نہ آئی۔ (نصیحۃ المسلمین۔ ۳۸)

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ ان واقعات کو زیادہ سے زیادہ بیان کیا کرو اس لئے کہ یہ یواقیت و جواہر ہیں اور بعض اوقات انہیں میں دُرِّ شاہ وار بھی ہوتا ہے۔ (نصیحۃ المسلمین: ۳۸)

امام اصبہانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام برقیؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ واقعات دانے ہیں جن سے دلوں کا شکار کیا جاتا ہے۔ (نصیحۃ المسلمین: ۳۹)

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ہارون رشید نے کہا کہ یہ واقعات زیادہ سے زیادہ سنا کرو، یہ موتی کے بکھرے ہوئے ٹکڑے ہیں اور انہیں میں بعض اوقات کوئی دُرِّ شاہ وار نکل آتا ہے جس کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی۔
(نصیحۃ مسلمین: ۳۹)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کو عبادات میں سستی پیدا ہو تو مناسب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے کسی ایسے بندے کی صحبت میں رہے جو عبادات میں زیادہ انہماک سے مشغول ہوں، اور اگر کسی ایسے کی صحبت میسر نہ آئے تو پھر ایسے لوگوں کے احوال کو عبرت اور غور کی نگاہ سے پڑھا کرے۔(فضائل صدقات:۴۲۸)

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب مجھے عبادت میں سستی پیدا ہونے لگتی ہے تو میں حضرت محمد بن واسعؒ کے حالات دیکھتا ہوں اور ایک ہفتہ میں مسلسل اس عمل کو جاری رکھتا ہوں۔ اسی طرح دوسرے اولیاء اللہ کی سوانح عمریاں ہیں (بشرطیکہ معتبر حضرات کی لکھی ہوئی ہو) کہ ان لوگوں کے احوال کو دیکھنا اس شوق کو پیدا کرنے کے لئے بہت زیادہ مفید ہے۔(فضائل صدقات-۳۲۸)

داعئ کبیر حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دیولا دامت برکاتھم فرماتے ہیں کہ تبلیغی نقل وحرکت میں جب مشکلات پیش آتی تھیں تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ملفوظات سے قلبی اطمینان حاصل ہو جاتا تھا اور مفکر اسلام علامہ علی میاں صاحب ندویؒ کی کتاب ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کے مطالعہ سے اس کام میں بہت زیادہ تعاون اور حوصلہ ملتا تھا۔

(بیانات مولانا ابراہیم صاحب دیولہ۔ ج ا ص ۱۲)

الغرض! بزرگانِ دین کی سوانح عمریاں اور حالات زندگی پڑھنے سے

زندگی کے ہر موڑ پر رہبری ملتی ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی سوانح حیات اور حالات زندگی سے بھرپور یہ کتاب ''حیاتِ مفتئ مانگرول'' سے خوب فائدہ اٹھائیں، اللہ ہمیں خوب استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائے، خصوصا اہل مانگرول کو اس سے زیادہ زیادہ متمتع ہونے کی توفیق با سعادت مرحمت فرمائے۔ اور صاحب سوانح کے فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے۔ آمین۔

(مولانا) محمد ابراہیم بن محمد ادیا (دامت برکاتہم)

خادم: دارالعلوم حسنیہ مانگرول

۱۷/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ ۲۵/اگست ۲۰۲۱ء بدھ

قلبی تأثرات

حافظ احمد بن داؤد جیٹھوادامت برکاتہم

(مدرس: دارالعلوم حسنیہ مانگرول، جوناگڈھ)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اس وقت شہر مانگرول میں جو کچھ توحید وسنت اور دین وشریعت کی باغ وبہار نظر آرہی ہے اور بدعات وخرافات کی مسموم ہوائیں دن بدن سرد وبرد ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے، یہ دراصل حضرت مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محنتوں اور کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ آپ کے دورصحت میں جب کہ پورے کاٹھیاواڑ میں ایک دو کے علاوہ نہ کسی ادارہ کا وجود تھا اور نہ صحیح طور پر لوگ دعوت وتبلیغ سے آشنا ہوئے تھے۔ آپ مانگرول کی الگ الگ مسجدوں میں لوگوں کو جوڑ کر دین کی باتیں بتلاتے تھے، ان کے عقائد صحیح فرماتے تھے، رفتہ رفتہ لوگوں میں دین کی سوجھ بوجھ پیدا ہوئی۔ آپ تادم آخر دین کی ترویج واشاعت میں لگے رہے، حالات برداشت کرتے رہے، تکالیف ومصیبت کا سامنا کرتے رہے، بالآخر ۱۹۷۶ء میں آپ دنیا سے پردہ فرماگئے، اِنّا للہ وانا الیہ راجعون۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ تعالیٰ آپ کو پورے مانگرول والوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، درجات کو بلند فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ دانا وبینا ہے، کس وقت کس سے کیا کام لینا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ہے، چونکہ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے خاص خادم رہے ہیں، سفر وحضر میں ساتھ رہتے تھے، اس لئے وہ بندہ سے حضرت مفتی صاحبؒ کے تقوی و پرہیز گاری، سادگی وکرامت کی باتیں سنایا کرتے تھے، بندہ بھی والد صاحب کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بار بار جایا کرتا تھا، والد صاحب کی وجہ سے حضرت بندہ کے ساتھ بھی بہت شفقت فرماتے تھے اور خوب دعاؤں سے نوازتے تھے۔ زمانۂ دراز سے دل میں ایک تقاضا پیدا ہوتا تھا کہ کوئی بندۂ خدا حضرت مفتی صاحب کی مکمل سوانح لکھ کر آپ کی زندگی کے تمام روشن باب کتابی شکل میں امت کے سامنے پیش کریں تا کہ امت اس سے فائدہ اٹھائیں اور آنے والی نسلیں حضرتؒ کی زندگی سے واقف ہوسکیں، کچھ دن پہلے حضرت مفتی صاحب کی شاہکار کتاب ''انواع الشرک والطغیان'' کا جدید ایڈیشن ہمارے ایک دوست نے بھیجا اس وقت بھی یہ خیال انگڑائی لینے لگا کہ کاش کوئی مفتی صاحب کی سوانح لکھ دیں تو امت کو کتنا فائدہ ہوجائے، اس کے دو دن بعد مفتی امتیاز صاحب بعد نماز مغرب بندہ سے ملنے آئے اور کہا کہ میں حضرت مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ کی سوانح

لکھ رہا ہوں اور اس سلسلہ میں مواد جمع کر رہا ہوں، بس یہ بات سنتے ہی میری خوشی کی انتہاء نہ رہی اور مفتی صاحب کے حوصلہ و ہمت اور فکروں کو دیکھ کر مجھے یقین آ گیا کہ اب میری دیرینہ تمنا و آرزو عنقریب پوری ہونے جا رہی ہے، پھر مغرب تا عشاء اسی سلسلہ میں گفتگو ہوتی رہی اس درمیان انہوں نے والد صاحب کی طرف سے جو باتیں مجھ تک پہنچی تھی اس کا مطالبہ کیا تا کہ وہ اس کتاب میں شامل کر لی جائیں، نیز مفتی امتیاز صاحب نے شہر مانگرول کے ہر اس آدمی سے ملاقات کی جنہوں نے حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کو دیکھا ہے یا ان سے فیض حاصل کیا ہے یا ان کی خدمت کی ہے ان کے پاس بار بار جا کر معلومات حاصل کی، اور معلومات کا ایک بہت بڑا تحقیقی ذخیرہ جمع کر لیا، جو باتیں مفتی صاحبؒ کے بارے میں زبانِ زد عام تھی، ان کی تحقیق کر کے جو باتیں صحیح معلوم ہوئی ان کو بھی قلمبند کر لیا گو یا انہوں نے بڑی محنت و کاوش اور جفا کشی و عرق ریزی کے بعد اس سوانح کو تیار کیا ہے جسے ہم اپنی نظروں کے سامنے پا رہے ہیں، یقینا یہ خدمت اللہ تعالیٰ نے مفتی امتیاز صاحب کی قسمت میں لکھی تھی۔ میں اس عظیم الشان کام پر پورے مانگرول والوں کی طرف سے مفتی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کیونکہ یہ اہل مانگرول پر ایک قرض تھا جس کو انہوں نے ادا کر دیا ہے۔

میں نے مفتی صاحب کے اصرار پر یہ کچھ بے ربط سطور قرطاس قلم کی

ہیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس خدمت کو قبول فرما کر دنیا وآخرت میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے اوراس سوانح سے خوب فائدہ اٹھانے کی ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائے۔آمین۔

طالب دعا:(حافظ)احمد بن داؤد جیٹھوا(مدظلہ العالی)

مدرس: دارالعلوم حسنیہ مانگرول، جوناگڈھ

۱۵رجب المرجب ۱۴۴۲ھ

مطابق: ۱۸فروری۲۰۲۱ء بروز جمعرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

شہر مانگرول (جونا گڈھ) کاٹھیا واڑ کا وہ بابرکت خطہ ہے جس کو اولیاء وصوفیاء کرام کی نگری کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، کیوں کہ کئیں انفاس قدسیہ یہاں پر مدفون ہیں، ملک ہندوستان میں جب سے محمد بن قاسمؒ کی آمد ہوئی اسلام کی سحر طلوع ہوتی گئی۔اسی وقت سے بزرگانِ دین کی آمد اس شہر میں ہوتی رہی۔ یہاں علوم ومعرفت کے درخشندہ ستارے آتے گئے اوراشاعتِ دین وترویجِ اسلام کے خاطر اپنی زندگیاں قربان کرتے رہے۔بالآخر اکثر وبیشتر بزرگانِ دین نے اسی سرزمین کواپنا مدفن بنالیا۔انہیں اکابر اولیاء وبزرگان عظام میں سے **''حضرت مولانا مفتی ابراہیم صاحب احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ''** ہیں جوتقریباً آج سے پون صدی قبل اس شہر میں تشریف لائے۔آپؒ نے یہاں آکر رسم ورواج، بدعات وخرافات، غلط نظریات وعقائد کا قلع قمع کرکے توحید کا ڈنکا بجایا، اس کے لئے آپ نے وعظ وتذکیر، فقہ وفتاوی اورتصوف وسلوک کی راہ اختیار کی اورلوگوں کورشد وہدایت کی طرف گامزن کرتے رہے، آپ بہت زیادہ توحید پرست تھے، اس لئے لوگوں کو خالص توحید کی دعوت دیتے تھے اور شرک وبدعات سے دور رہنے کی تلقین

کرتے تھے اس کے لئے آپ نے چند کتابیں تالیف فرمائی۔ منجملہ ایک "تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان" ہے۔ جس میں شرک کی مختلف انواع واقسام بیان کی گئی ہیں تاکہ لوگ اُسے پڑھ کر ہر طرح کے شرک سے بچنے والے بنیں، نیز" توحید خالص"، بھی لکھی۔ جس میں اللہ کی وحدانیت کو بیان کیا گیا ہے تاکہ لوگ اسے پڑھ کر وحدانیت کا سبق سیکھے، بہرحال آپ پوری زندگی خدمت دین میں لگے رہے اور لوگوں کو اللہ سے جوڑتے رہے۔

آپؒ صوفی، زاہد اور کامل اولیاء میں سے تھے ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہتے، راتوں کو اللہ کے سامنے خوب آہ وزاری کرتے تھے۔ بالآخر علوم ومعرفت کا یہ خزینہ ۲۳/ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۵/مارچ ۱۹۷۶ء بروز جمعرات دار فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا مرقد مبارک شہر مانگرول میں حضرت مخدوم جہانیاں سید سکندر بن مسعود ترمذیؒ کے قبرستان میں گیٹ کے قریب موجود ہے۔

الغرض بزرگوں کی سوانح حیات پڑھنے سے ایمان ویقین میں تازگی پیدا ہوتی ہے، خدمت دین کا داعیہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہے، عبادات کا شغف اور معاملات میں درستگی پیدا ہوتی ہے، وقت کی قدر پہچاننے کا ہنر معلوم ہوتا ہے۔ نیز دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے، مزید یہ کہ لوگوں کے سامنے ان

کے اوراق زندگی کھل جاتے ہیں، جس سے لوگوں کے لئے شریعت وطریقت کی راہ ہموار ہو جاتی ہے، اس مقصد کے پیش نظر بندہ نے حضرتؒ کی سوانح حیات لکھی ہے جس کا نام ''حیات مفتیؒ مانگرول'' رکھا جاتا ہے۔اس کی تیاری میں جن حضرات نے معاونت فرمائی ہے، بندہ تہہ دل سے ان کا شکر گزار ہے، خصوصا چند حضرات کا بے انتہاء ممنون ومشکور ہے جن کے کافی تعاون سے یہ سوانح تیار ہوئی۔

(۱) جناب کریم خان پٹھان المعروف بہ کریم باپو دامت برکاتہم (خادم خاص حضرت مفتی ابراہیم صاحب مانگرولیؒ) سے کافی معلومات، چشم دید حالات وواقعات فراہم ہوئے نیز حضرت مفتی صاحبؒ کی عالمیت وفضیلت اور تکمیل کی تمام سندیں انہی کے پاس سے موصول ہوئیں، چونکہ آپ حضرت کے خادم خاص تھے، اس لئے وافر مقدار میں معلومات آپ سے حاصل ہوئی، اگر یہ کہا جائے کہ کتاب کے اکثر مضامین آپ کے لکھوائے ہوئے ہیں تو بے جا نہ ہوگا، اللہ پاک آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین۔

(۲) حضرت مفتی عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم جو حضرت مفتی صاحبؒ کے علمی وروحانی وارث وجانشین ہیں (جو اس وقت بیت المال کی طرف سے نیابت افتاء اور جامع مسجد کی خطابت کے عہدے پر فائز المرام ہے) ان کے لکھے ہوئے مختصر سوانحی خاکہ سے تعاون حاصل ہوا جو انواع الشرک گجراتی میں تعارف کے نام سے لکھا گیا ہے، نیز چشم دید حالات وواقعات اور تحقیقی باتوں سے

فیض یاب فرمایا۔

(۳) استاذ محترم حضرت مولانا مفتی قاسم صاحب گوسلیا مدظلہ العالی (خادم الحدیث والفقہ جامعہ حسینیہ راندیر،سورت) کا بھی بے حد ممنون ومشکور ہوں کہ انہوں نے اس سوانح کی بات سنتے ہی بے حد مسرت وشادمانی کا اظہار فرمایا،اور بہت حوصلہ افزائی فرمائی، نیز ضرورت کے بموجب مفتی ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی چند تالیفات بھی ارسال فرمائی،اسی طرح بعض چشم دید واقعات وحالات کی طرف بھی رہبری فرمائی۔

(۴) حضرت مولانا ابراہیم صاحب اُدیا دامت برکاتہم (استاذ حدیث دارالعلوم حسنیہ مانگرول) کا بھی تعاون شامل حال رہا۔

(۵) جناب ماسٹر اللہ رکھا صاحب گھمیریا (جوتقریبا ۴۵ سالوں سے دارالعلوم حسنیہ مانگرول میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں) نے سوانح تیار کرنے میں کافی تگ ودو کر کے مواد فراہم کیا اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی بندے کی رہبری فرماتے رہے، **فجزاهم الله احسن الجزاء في الدارين۔**
اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دارین میں بہترین بدلہ عطاء فرمائے ، ان کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے۔اوراس سوانح حیات کو تمام لوگوں کے لئے مشعل راہ بنائے، خصوصا اہل مانگرول کواس سے مستفیض ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین

العبد: امتیاز وانکانیری عفی عنہ
(مدرس: مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان،مانگرول)

پہلا باب

سفر حیات کے ابتدائی نقوش

سوانح عمری لکھنے کی اہم وجہ:

حضرت اقدس مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ نے فرمایا کہ بزرگوں کے بہت سے حالات ایسے ہوتے ہیں جن کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ کتابوں میں جو لکھے جاتے ہیں وہ تو بہت تھوڑے ہوتے ہیں، خصوصی حالات کی تو کسی کو ہوا بھی نہیں لگتی۔ اللہ والے اپنے کو بہت چھپاتے ہیں، وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا جو بھی کام ہو سب اللہ کے واسطے ہو، نام ونمود، شہرت کا جذبہ ان میں بالکل نہیں ہوتا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کسی بندہ کے ذریعہ اللہ کو ہدایت کرنا مقصود ہوتا ہے تو گو وہ شخص پہاڑ کی کھو میں بیٹھ کر ہی کیوں نہ عمل کرے؛ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کر دیتا ہے۔ یہ جو بزرگان دین کی سوانح عمریاں لکھی جاتی ہیں اور لوگوں کے سامنے ان کے حالات آتے ہیں تو کیوں؟ اسی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پاکیزہ زندگی کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت دینا چاہتا ہے۔

(حیات صدیق: ۲۳)

سوانح عمری لکھنے کا فائدہ:

یہ ایک طبعی بات ہے کہ بزرگوں کے واقعات زندہ قوم کے مردہ جسم میں عمل کی حرارت پیدا کرتے ہیں۔اور صحبت بد یا جہالت کی وجہ سے جو سستیاں اور کوتاہیاں لوگوں میں پیدا ہوجاتی ہیں، ان کا تدارک بزرگوں کی روش اور طریقہ معلوم کرکے ہوجاتا ہے۔ بزرگوں ہی کے تذکروں نے اکثر قوم کے سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کئے ہیں۔ اور انہیں ذلت ونکبت کے عین غاروں سے نکال کر بام عروج پر پہونچایا ہے۔ اسی لئے سینکڑوں قائدین ومصلحین کی سوانح عمریاں لکھی گئیں تاکہ موجودہ نسل اور آئندہ آنے والی نسل ان سے عبرت وموعظت کا سبق لے سکے۔ (حیات صدیق:۲۶)

ولادت:

آپ گجرات کے معروف ومشہور شہر احمد آباد کے علاقۂ کالوپور میں پانچ پٹی میں پیدا ہوئے ،فقہائے گجرات اور ان کی فقہی خدمات کے صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے ’’مولانا مفتی ابراہیم صاحب مانگرولیؒ (کاٹھیاواڑ) کا اصل وطن احمد آباد تھا،ایک بزرگ (مفتی سہول صاحب بھاگلپوریؒ) کے اشارہ پر مانگرول تشریف لائے تھے،حضرت مفتی سہول صاحب بھاگلپوریؒ (مفتیٔ دارالعلوم دیوبند) سے خاص تعلق تھا‘‘۔ آپ کی تاریخ ولادت ۲۳/نومبر

۱۹۰۲ ء ہے، آپ کی سند فضیلت میں لکھی ہوئی عمر کے مطابق حساب لگا کر دیکھا جائے تو یقینی طور پر یہی تاریخ نکلتی ہے۔

خاندان:

آپ کا نام ''ابراہیم'' اور والد ماجد کا نام ''غلام رسول'' تھا؛ لیکن وہ ''بنّو میاں'' سے مشہور تھے۔ والدہ کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ آپ چھیپا برادری سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کا خاندان شروع ہی سے بریلوی ذہنیت کا حامل تھا۔ ایام طفولیت ہی میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا، اس لئے کافی سالوں تک یتیمی کی زندگی گزارتے رہے۔

رشتۂ ازدواج اور اہل وعیال:

آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہم سنت نکاح پر عمل کرتے ہوئے رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے، اس کے لئے آپ نے پورنیہ (بہار) کی ایک نیک وپارسہ خاتون کا نکاح کے لئے انتخاب کیا، آپ کے شیخ ومربی حضرت مولانا مفتی سہول صاحب عثمانی بھاگلپوریؒ نے خود آپ کا نکاح پڑھایا۔ اس کے نتیجہ میں آپ کے یہاں تین اولاد ہوئیں، جن میں بڑی بیٹی تھی جس کا نام فاطمہ تھا اور دو بیٹے محمد اسماعیل اور محمد مصطفی تھے، آپ ابتداء میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہی رہتے تھے، حتی کہ یہاں مانگرول میں قیام کے دوران کچھ سال اہل

وعیال کے ساتھ رہے ، پھر اہل خانہ اپنے وطن میں رہنے لگے اور آپ یہاں اکیلے ہی رہتے تھے، کچھ عرصہ بعد بیوی کا انتقال ہوگیا تو بچے اپنے ننہال چلے گئے اور وہیں پر پلے بڑھے اور شادیاں ہوئیں، آپ کا ایک بیٹا اسماعیل پڑھائی کرتے کرتے جاپان پہنچا، وہاں سینڈی سیٹی کی ٹوکیو یونیورسیٹی میں چار سال پڑھائی کی اور ماسٹر آف انجینیر نگ کی ڈگری حاصل کی ، پھر جاپان والوں نے اسماعیل کو دوسال مزید پڑھائی کرنے کے لئے روس بھیجا، وہاں سے بھی ڈگری حاصل کی ، اس طرح آپ کا یہ بڑا بیٹا گریجویٹ بن گیا اور یہ ساری تفصیل آپ کو بذریعہ خط معلوم ہوئی۔

خط کا بعض حصہ پیش خدمت ہے:

کراچی ۷/جون ۱۹۷۵ء

جناب والد صاحب۔۔السلام علیکم۔۔۔

آپ کا خط ملا تھا، مجھے فرصت نہ ہونے کی وجہ سے جلد خط نہ لکھ سکا۔

آپ نے میری تعلیم وغیرہ کے بارے میں پوچھا ہے، میں نے جاپان سے Master of Engeenering (Metallargy) پاس کیا ہے، پھر وہاں سے ایک سال ایک لوہے کے کارخانے میں ٹریننگ کی تھی، روس (Rasiya) لوہے کے کارخانے میں ٹریننگ کرنے گیا تھا، میں کراچی کے فولاد کے کارخانے میں جو آجکل بن رہا ہے، (Deputy Manager)

کی حیثیت سے کام کررہا ہوں، آج کل میری تنخواہ تقریباً دو ہزار روپئے ہیں، گھر کا کرایہ، آنے جانے کا خرچ وغیرہ اس میں ہے، اتنی تنخواہ آج کل بڑھنے کے بعد ہوئی ہے، دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ترقی عطا فرمائے اور پریشانیوں سے بچائے۔

فی الحال تو آپ کے پاس آنا مشکل ہے موقع ملتے ہی آؤنگا۔

تمام پرسانِ حال کو سلام

دعاؤں کا طالب

آپ کا فرمانبردار بیٹا ''محمد اسماعیل''

تعلیم کا آغاز:

جب آپ نے کچھ ہوش سنبھالا تو آپ کے برادرِ کبیر نے دار العلوم شاہ عالم (احمد آباد) میں جو بریلویوں کا بڑا ادارہ ہے، آپ کو تعلیم و تربیت کے لئے بھیج دیا، آپ نے وہاں ۴ سال تک تعلیم حاصل کی آپ فطرۃً ذہین تھے۔ تحقیق و تدقیق کے حامل تھے، اس لئے اپنے اساتذہ (جو بریلوی خیالات کے تھے) کے درس میں ہر بات پر آمنّا و صدّقنا نہیں کہتے تھے بلکہ بعض باتوں پر ایسا اعتراض چھیڑ دیتے کہ آپ کے اساتذہ لاجواب ہوجاتے، خصوصاً علم غیب اور اسی طرح کے وہ مسائل جو بریلوی اور دیوبندی علماء کے مابین مختلف فیہ ہیں، اللہ تعالیٰ کو آگے چل کر آپ سے بہت بڑا کام لینا تھا اور مقام ولایت پر

فائز کرنا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے خمیر میں توحید کا غلبہ پیدا کر دیا تھا، اس کے خلاف ادنیٰ سی چیز بھی برداشت نہیں کرتے تھے، حق کو حق اور باطل کو باطل کہتے تھے، بریلوی مسلک کے وہ خاص مسائل جو شرک پر مبنی ہیں یا مصنوعی وخودساختہ ہیں آپ کے اساتذہ سمجھانے کی کوشش کرتے؛ لیکن آپ کو شرح صدر ہی نہیں ہوتا تھا، کیونکہ توحید کا غلبہ تھا، کلاس میں کبھی تو بحث وتکرار کا سما قائم ہوجاتا جب اساتذہ سمجھانے سے قاصر ہوجاتے تو غضبناک ہوکر یہ کہہ دیتے کہ تو کم عقل ہے، کچھ سمجھتا ہی نہیں ہے جب بار ہا ایسا ہوا تو آپ دل شکستہ ہوگئے اور یہاں سے تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیا، پھر آپ کسی کے توسط سے صوبۂ بہار کے ضلع پورنیہ میں چلے گئے چونکہ اس زمانہ میں علم غیب کا مسئلہ عروج پر تھا اور آپ اس کی تہہ تک پہنچ کر اس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں جاننا چاہتے تھے کہ آخر اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو وہاں مسلک دیوبند کے بڑے عالم مولانا اسماعیل صاحب گھانچی کی ملاقات ہوئی اور ان سے اس سلسلہ میں گفتگو ہوئی تو مولانا نے کہا کہ آپ علم غیب والے مسئلے کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے قرآن وحدیث اور اکابر علماء دیوبند کی کتابوں کا بغور مطالعہ کرو اور سمجھ میں نہ آئے تو مجھ سے پوچھو۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تعلیمی داخلہ:

پورنیہ میں کچھ دن رہنے کے بعد آپ نے پٹنہ کا سفر کیا اور وہاں کے

معروف و مشہور ادارہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں تعلیمی داخلہ لیا اور بڑی محنت ولگن کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ہو گئے اور ۱۹۲۵ء میں عالمیت کے درجہ سے فارغ ہوکر درجۂ فضیلت کی تحصیل میں منہمک ہو گئے اور ۱۹۲۷ء میں اول پوزیشن سے کامیابی حاصل کر کے درجۂ فضیلت کی تکمیل فرمائی، ساتھ ہی مفتی سہول صاحب عثمانیؒ (سابق مفتیٔ اعظم دارالعلوم دیوبند) کے پاس فقہ وفتاوی کی مشق کر کے فضیلت افتاء سے بھی مشرف ہوئے، گویا آپ نے شمس الہدیٰ ہی سے عالمیت وفضیلت اور تکمیل کی سندیں حاصل کی، چونکہ سندیں کافی پرانی ہے، پڑھنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے سہولت کے خاطر جدید طرز پر اسکوٹائپ کر کے اصل کاپی سے پہلے رکھ دی گئی ہے تا کہ ناظرین کو پڑھنے میں دقت و پریشانی نہ ہو (پہلے مستقل افتاء کی سند نہیں دی جاتی تھی جیسا کہ آج دی جاتی ہے بلکہ فقہ وفتاوی کے ساتھ دیگر علوم میں تخصص کروا کر تکمیل کی سند دی جاتی تھی اسی کو آج افتاء کی سند بھی کہہ سکتے ہیں اس لئے مفتی صاحبؒ کی افتاء کی سند ''سندالتکمیل'' کے نام سے ہے) وہ تمام اسناد ترتیب وار پیشِ خدمت ہے، ملاحظہ فرمائیں۔



سند عالمیت

مبسملا وحامدا ومصلّیًا

السند

ان المولوی "**محمد ابراهیم**" ابن "**بنو میاں**" المتوطن "**پانچ پپلی، احمدآباد، گجرات**" المحصل فی المدرسة "**اسلامیه شمس الهدی**"

فاز بالامتحان العالم من الامتحانات العمومية لحكومت بهار واريسه درجة"..............."شهر"مارچ"سنة:"**١٩٢٥**"

ما اختبر فيه الضرورية

جامع الترمذی، سنن ابن ماجه، الجزء الرابع من الهداية، التوضيح مع التلويح، ديوان حماسه، انشاء العربى، شرح السلم بحمدالله التصريح فی شرح التشريح۔

الاختيارية..................الطب.........الانكليزى

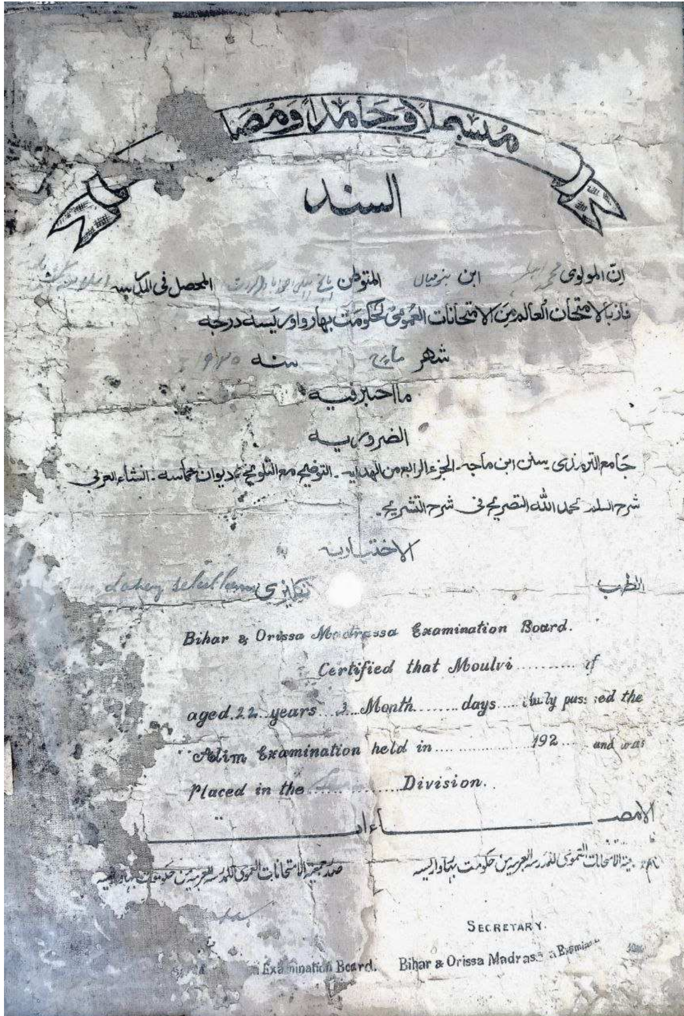
Bihar & Orissa Madrassa Examination Board

Certifiied that Moulvi Mohammad Ibrahim S/O Bannu Miyan aged : 22 years 3 Months, days .... duly passed the Aalim Examination held in 1925 and placed in the First Divisian.

الامضـــــــــــــــــــــــــــاءات

صدر جمعية الامتحانات العمومى للمدرسة العربية من حكومت بهار واريسه	ناظم جمعية الامتحانات للمدرسة العربية من حكومت بهار واريسه
Secretary :	President :
Bihar & Orissa Madrassa Examination Board	Bihar & Orissa Madrassa Examination Board

عکس سند



السند

انّ المولوی ... ابن ... المتوطن ... المحصل فی المکاتبه ...

فاز بالامتحان العالم من الامتحانات العمومی لحکومت بہار واوریسہ درجہ

شہر ... سنہ ...

ما احبار فیہ

الضروریہ

جامع الترمذی ۔ سنن ابن ماجہ ۔ الجزء الرابع من الہدایہ ۔ التوضیح مع التلویح ۔ دیوان حماسہ ۔ انشاء العربی

شرح السلم لحمد اللہ ۔ التصریح فی شرح التشریح ۔

الاختیاریہ

الطب ... انگریزی

Bihar & Orissa Madrassa Examination Board.

Certified that Moulvi .... of

aged 22 years 3 Month ...... days ... duly passed the

Alim Examination held in .... 192 ...... and was

Placed in the .... Division.

الامضاء

صدر جمعیۃ الامتحانات العمومی للمدرسہ العربیہ حکومت بہار واوریسہ ... جمعیۃ الامتحانات العمومی للمدرسہ العربیہ حکومت بہار واوریسہ

SECRETARY.

Examination Board. Bihar & Orissa Madrassa Examination

یہ سند جناب کریم خان پٹھان (کریم باپو) دامت برکاتہم کے پاس سے موصول ہوئی جو حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے خادم خاص ہیں، اللہ پاک ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین، یارب العالمین۔

سند فضیلت

مبسملا وحامدا ومصلّیًا

السند

ان المولوی "**محمد ابراهیم**" ابن "**بنو میاں**" المتوطن "**پانچ پپلی، احمدآباد، گجرات**" المحصل فی المدرسة "**اسلامیه شمس الهدی**" فاز بالامتحان الفاضل من الامتحانات العمومية لحكومت بهار واريسه درجة "**اولیٰ**" شهر "**فروری**" سنة: "**۱۹۲۷**"

ما اختبر فیه الضرورية

التفسیر للبیضاوی، الصحیح للبخاری، شرح المواقف مع الحواشی، شرح السلم للقاضی مبارك، شرح الملخص للچغمنی، دلائل الاعجاز، شمس البازغة۔

الاختیارية.................... الطب.......... الانكلیزی

Bihar & Orissa Madrassa Examination Board

Certifiied that Moulvi Mohammad Ibrahim S/O Bannu Miyan aged : 24 years 3 Months 27 days .... duly passed the Fazil Examination held in year 1927 and placed in the First Divisian.

الامضـــــــــــــــــــاءات

ناظم جمعیۃ الامتحانات للمدرسۃ العربیۃ من حکومت بہار واریسہ	صدر جمعیۃ الامتحانات العمومی للمدرسۃ العربیۃ من حکومت بہار واریسہ
President :	Secretary :
Bihar & Orissa Madrassa Examination Board	Bihar & Orissa Madrassa Examination Board

عکس سند



No. 1

مبسملا وحامدا ومصليا

السند

ان المولوی .... ابن .... المتوطن .... المحصل فی المدرسة

فاز بالامتحان الفاضل من الامتحانات العمومیۃ لحکومت بہار واریسہ درجۃ

شہر .... سنہ ....

ما اختبر فیہ

الضروریہ

التفسیر للبیضاوی ۔ الصحیح للبخاری ۔ شرح المواقف مع الحواشی الزاهدیہ ۔ شرح السلم للقاضی مبارك

شرح الملخص للجغمینی ۔ دلائل الاعجاز ۔ شمس البازغہ

الاختیاریہ

الطب ...... X .... الانکلیزی

Bihar & Orissa Madrassa Examination Board.

Certified that Moulvi .... of ....

aged 24 years ...... Months 27 days ...... duly passed the

.... Examination held in .... and was

Placed in the First ...... Division.

الامضاءات

ناظم جمعیۃ الامتحانات العمومی للمدرسۃ العربیۃ من حکومت بہار واریسہ

صدر جمعیۃ الامتحانات العمومی للمدرسۃ العربیۃ حکومت بہار واریسہ

PRESIDENT.

Bihar & Orissa Madrs Examination Board.

SECRETARY.

Bihar & Orissa Madrsa Examination Board

۞ یہ سند جناب کریم خان پٹھان (کریم باپو) دامت برکاتہم کے پاس سے موصول ہوئی جو حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے خادم خاص ہیں، اللہ پاک ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین، یارب العالمین۔

سند تکمیل

سند التکمیل من المدرسة الاسلامیة شمس الهدی الواقعة فی بلدة فتنه

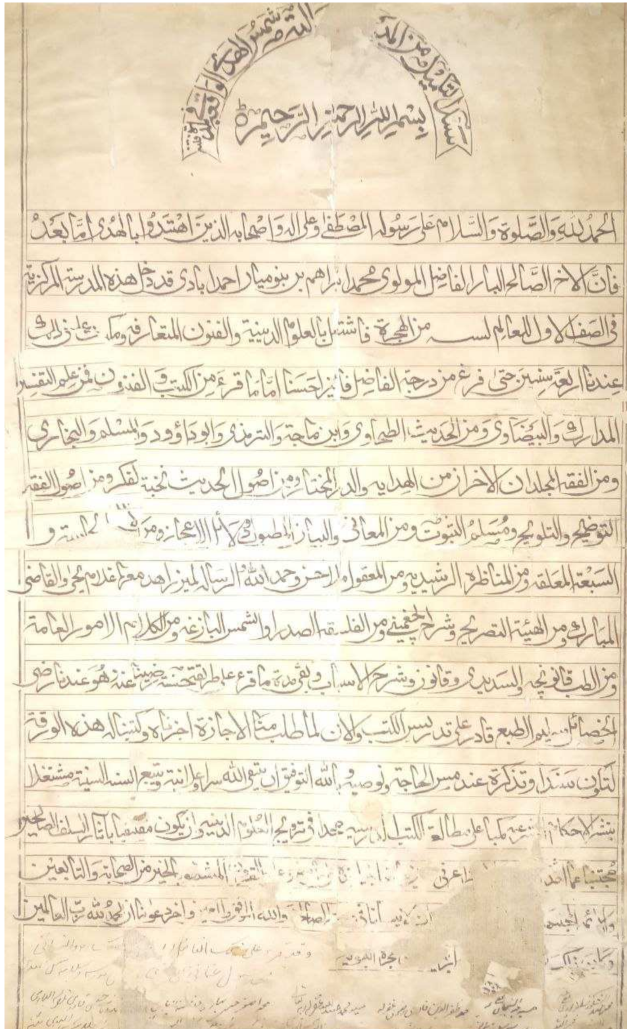
بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله والصلوة والسلام علی رسوله المصطفی وعلیٰ آله واصحابه الذین اهتدوابالهدی اما بعدُ فانّ الأخ الصالح البار الفاضل المولوی محمد ابراهیم بن بنومیاں احمدآبادی قد دخل هذه المدرسة المرکزیة فی الصف الأول للعالِم لسنة.......من الهجرة فاشتغل بالعلوم الدینیه والفنون المتعارفة ومکث علی ذلك عندنا اربعة سنین حتی فرغ من درجة الفاضل فائزا حسنا۔ اما ما قرء من الکتب والفنون فمن علم التفسیر المدارك والبیضاوی ومن الحدیث الطحاوی وابن ماجة والترمذی وابوداؤد والمسلم والبخاری ومن الفقه المجلدان الآخران من الهدایة والدر المختار ومن اصول الحدیث نخبة الفکر ومن اصول الفقه التوضیح والتلویح ومسلم الثبوت ومن المعانی والبیان المطوّل ودلائل الاعجاز ومن

البلاغة السبعة المعلّقة ومن المناظرة الرشيدية ومن المعقول ملا حسن وحمد الله والرسالة لمير زاهد معها غلام يحى والقاضى المبارك ومن الهيئة التصريح وشرح الچغمينى ومن الفلسفة الصدر اوالشمس البازغة ومن الكلام الامور العامة ومن الطب قانونچه والسديدى وقانون وشرح الاسباب وبقى مدة ما قرء على طريقة حسنة رضينا عنه وهو عندنا رضى الخصائل سليم الطبع قادر على تدريس الكتب والان لما طلب منا الاجازة اجزناه و كتبناله هذه الورقة لتكون سندا وتذكرة عند مس الحاجة ونوصيه وبالله التوفيق ان يتقى الله سرّا و علانية ويتبع السنة السنية مشتغلا بنشر الاحكام الشرعية مكبا على مطالعة الكتب الدرسية مجدا فى ترويج العلوم الدينية وان يكون مقفيا بآثار السلف الصالحين مجتنبا عما احدا..............

وآخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العالمين۔

عکس سند



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسوله المصطفى وعلى آله واصحابه الذين اهتدوا بالهدى اما بعد

فان الاخ الصالح البار الفاضل المولوى محمد ابراهيم بن بنو ميان احمد آبادى قد دخل هذه المدرسة المركزية

في الصف الاول للعام لسنه [illegible] من الهجرة فاشتغل بالعلوم الدينية والفنون المتعارفة ومكث على ذلك

عندنا اربعة سنين حتى فرغ من درجة الفاضل فائزا حسنا اما ما قرء من الكتب في الفنون فمن علم التفسير

المدارك والبيضاوى ومن الحديث الطحاوى وابن ماجة والترمذى وابو داؤد والمسلم والبخارى

ومن الفقه المجلدان الاخران من الهداية والدر المختار ومن اصول الحديث نخبة الفكر ومن اصول الفقه

التوضيح والتلويح ومسلم الثبوت ومن المعانى والبيان المطول في الادب الاعجاز ومن [illegible] و

السبعة المعلقة ومن المناظرة الرشيدية ومن المعقول الاحسن وحمد الله الرسالة المير زاهد مع غلام يحيى والقاضى

المبارك ومن الهيئة التصريح وشرح الچغمينى ومن الفلسفة الصدرا والشمس البازغة ومن الكلام الامور العامة

ومن الطب قانونچه والسديدى وقانون وشرح الاسباب وبقى مدة ما قرء على طريقة تحصيله ضمينا عنه هو عندنا رضى

الخصائل سليم الطبع قادر على تدريس الكتب والان لما طلب منا الاجازة اجزناه وكتبنا له هذه الورقة

لتكون سندا وتذكرة عند مس الحاجة ونوصيه وبالله التوفيق ان يتقى الله سرا وعلانية ويتبع السنن السنية مشتغلا

بنشر الاحكام الشرعية مكبا على مطالعة الكتب [illegible] مجدا في ترويج العلوم الدينية وان يكون مقتفيا باثار السلف الصالحين

مجتنبا عما احد[illegible] المشهود لهم بالخير من الصحابة والتابعين

[illegible] الصلاة [illegible] والله الموفق والمعين واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

یہ سند جناب کریم خان پٹھان (کریم باپو) دامت برکاتہم کے پاس سے موصول ہوئی جو حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے خادم خاص ہیں، اللہ پاک ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین، یارب العالمین۔

اساتذۂ کرام:

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی پٹنہ میں آپ نے جن اساتذۂ کرام سے علم حاصل کیا وہ اپنے زمانہ کے علم وعمل کے مینار تھے، ورع وتقوی کے پیکر تھے، آپ کے ورع وتقوی اور حصول علم کی دھن ولگن دیکھ کر آپ کے اساتذہ آپ سے بہت محبت فرماتے تھے۔

آپ نے درجۂ عالمیت میں اپنے اساتذۂ کرام سے جن کتابوں کو پڑھ کر فیض حاصل کیا انکے اسماء گرامی یہ ہے: (۱) جامع ترمذی، (۲) سنن ابن ماجه (۳) الجزء الرابع من الهداية (۴) التوضيح مع التلويح (۵) ديوان حماسه (۶) انشاء العربی (۷) شرح السلم بحمد الله التصريح فی شرح التشريح (۸) انگریزی۔

نیز درجۂ فضیلت میں جن کتابوں سے اکتساب فیض کیا ان کے اسماء گرامی یہ ہے: (۱) تفسیر بیضاوی، (۲) الصحيح البخاری (۳) شرح المواقف مع الحواشی الزاهديه (۴) شرح السلم للقاضی المبارک (۵) شرح الملخص للچغمنی (۶) دلائل الاعجاز (۷) شمس البازغة، (۸) انگریزی۔

اور غالبا افتاء کی تمام کتابیں حضرت مفتی سہول عثمانی صاحبؒ سے پڑھی

جواس وقت شمس الہدی کے صدر مفتی تھے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی پٹنہ میں آپ کے کئی اساتذہ تھے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہے:

(۱) حضرت مولانا مفتی سہول عثمانیؒ (سابق مفتئ اعظم دارالعلوم دیوبند)

(۲) حضرت مولانا عبدالشکور مظفر پوری رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت مولانا سید عبدالسبحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۴) حضرت مولانا ظفرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۵) حضرت مولانا سید محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ

(٦) حضرت مولانا محمد اصغر حسین بہاری رحمۃ اللہ علیہ

(۷) حضرت مولانا حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ اسمائے گرامی آپ کی سند تکمیل سے معلوم ہوئے، ان کے علاوہ آپ کے شمس الہدی ہی کے دوسرے اساتذۂ کرام بھی تھے جن کے نام معلوم نہ ہوسکے نیز مذکور الصدر اساتذۂ کرام کے حالات سے بھی کوئی واقفیت نہ ہوسکی سوائے حضرت مفتی سہول عثمانی صاحبؒ کے جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

اورآپ کے دوسرے استاذ شیخ التفسیر حضرت مولانا سلطان حسن صاحب آگرویؒ تھے، آپ کے بارے میں خود حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ وہ میرے استاذ ہیں ایک سال میں نے ان سے پڑھا

ہے، مگر کونسی جگہ پڑھا ہے وہ معلوم نہیں، البتہ ایک امکانی شکل یہ ہے کہ سن عیسوی ۱۹۴۱ میں مفتی سلطان حسن صاحبؒ جوناگڈھ کے نوابی دور میں جوناگڈھ میں قیام پذیر تھے، آپ چونکہ بلند پایا مفسّر تھے اس لئے نواب جہانگیر میاں صاحب (والئ مانگرول) آپ کو وقتاً فوقتاً تفسیر قرآن کے لئے مدعو فرماتے تھے، اس لئے آپ کا مانگرول میں آنا جانا رہتا تھا اور حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ اس وقت مانگرول ہی میں دین کی خدمت کرتے تھے، اس لئے ہوسکتا ہے کہ آپ کے جوناگڈھ کے قیام کے درمیان حضرت مفتی ابراہیم صاحب نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا ہو واللہ اعلم۔ بڑی ناسپاسی ہوگی کہ آپ کے ساتھ آپ کے اساتذہ کا تذکرہ نہ لکھا جائے، اس لئے آگے کے صفحات میں آپ کے ہردو اساتذۂ کرام حضرت مفتی سہول صاحب عثمانیؒ (سابق مفتیٔ اعظم دارالعلوم دیوبند وشمس الہدی پٹنہ) اور شیخ التفسیر حضرت مولانا مفتی سلطان حسن صاحب آگرویؒ کے حالات زندگی کو قلمبند کیا جارہا ہے۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا مفتی سلطان حسن صاحبؒ کا تعارف:

ولادت : شیخ المفسرین مفتیٔ اعظم آگرہ حضرت مولانا مفتی سلطان حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۸۹ء سنبھل ضلع مرادآباد صوبہ یوپی میں ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام ''صغیر داد'' ہے۔

حفظ قرآن: آپ نے ۱۳۲۴ھ میں حفظ قرآن کی تکمیل کی۔

تعلیم: دینی تعلیم کی ابتدائی کتابیں پڑھ لینے کے بعد از ہر ہند دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے دوسال تک تعلیم حاصل کی۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں امام العصر علامہ سید انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔آپ کی تمنا تھی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا جائے لیکن اس وقت انگریزوں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو قید کر کے مالٹا بھیج دیا۔اس طرح آپ کی یہ تمنا پوری نہ ہوسکی۔آپ کے دل پر اس کا گہرا اثر ہوا اور آپ نے دارالعلوم دیوبند چھوڑ دیا۔

اجمیر شریف تشریف آوری: دیوبند کو چھوڑنے کے بعد آپ اجمیر تشریف لے گئے۔اور یہاں آپ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خاص اور معتمد علیہ شاگرد حضرت مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے علوم نقلیہ وعقلیہ کی تعلیم حاصل کی۔ نیز قیام اجمیر کے دوران آپ نے حضرت مولانا برکات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت مولانا معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاذ تھے ان سے بھی استفادہ کیا۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر اساتذہ کے متعلق معلومات نہ ہوسکی۔

فراغت کے بعد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر شریف سے ۱۹۲۰ء میں فراغت حاصل کی اور فراغت کے بعد کچھ مدت تک اجمیر شریف میں قیام رہا۔

۱۹۳۰ء میں آگرہ تشریف لائے۔ ۱۹۴۱ء میں تقریباً ایک سال جونا گڈھ (گجرات) میں قیام فرمایا۔ ۱۹۴۶ء میں دوبارہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں احمد آباد منتقل ہوئے اور کپڑونج کے علاقہ میں بھی قیام رہا پھر دوبارہ احمد آباد تشریف لائے۔

بمبئی میں قیام: احمد آباد چھوڑنے کے بعد بمبئی تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے تقریبا آٹھ یا نو سال امامت کے فرائض انجام دئے۔ محمد علی روڈ بمبئی کی مشہور مسجد منارہ مسجد میں امامت فرمائی۔ رمضان المبارک میں بعد تراویح تفسیر قرآن کریم کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ۱۹۵۹ء میں آگرہ منتقل ہوگئے۔ منارہ مسجد کی امامت چھوڑنے اور آگرہ منتقل ہوجانے کے بعد بھی آپ کا معمول تھا کہ ہر سال رمضان میں بمبئی تشریف لاتے اور نواب کی مسجد (بھینڈی بازار) میں تراویح کے بعد قرآن کریم کی تفسیر فرماتے۔

تفسیر میں درجۂ کمال: خاندان عثمانی میں بے شمار مفسرین ہوئے۔ انہیں مفسرین کے قافلہ کے ایک رکن حضرت مولانا مفتی سلطان حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہے۔ اللہ تعالی نے آپ کو علم تفسیر میں بڑا کمال عطا فرمایا تھا۔ اور ہر وقت آپ تفسیر روح المعانی، تفسیر روح البیان، امام رازی کی تفسیر کبیر کا خوب مطالعہ فرماتے تھے۔

وعظ وخطابت: علم تفسیر ہی کی طرح سے وعظ وخطابت میں بھی درجۂ

کمال حاصل تھا۔ اور اپنے وعظ میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف کے اشعار خوب پڑھا کرتے تھے۔ وعظ کے مقصد سے کئی کئی مقامات کے اسفار بھی فرمایا کرتے تھے۔ ماہ محرم کے عشرۂ اولی میں سورت بھاگا تالاب کے قریب آپ کے وعظ ہوا کرتے تھے جس کے چشم دید گواہ آج بھی موجود ہیں۔

۱۳۷۵ھ میں دار العلوم اشرفیہ راندیر کے سالانہ جلسہ میں حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مدتوں سے تشریف لاتے تھے، اچانک کسی سفر کے پیش آنے کی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے تھے۔ اس وقت دار العلوم اشرفیہ راندیر کے مہتمم حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ بمبئی تشریف لے گئے تھے اور آپ کو بحیثیت صدر جلسہ دعوت پیش فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مہمان خصوصی تشریف لائے تھے اور اس موقع پر آپ نے دار العلوم اشرفیہ راندیر اور جامعہ حسینیہ راندیر دونوں کے جلسہ میں بیان بھی فرمایا تھا۔ نیز اس سال جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے جلسہ میں بھی آپ کا خطاب ہوا تھا۔ تاریخ جامعہ ڈابھیل میں یہ بات درج ہے۔

تصنیفات: چونکہ آپ بلند پایہ کے مفسر تھے اس لئے آپ نے قران کریم کی تفسیر بھی لکھی ہے جس کا نام ''عرفان القرآن'' ہے، جو ایک بار طبع ہوچکی ہے لیکن اب مثل نایاب ہوچکی ہے۔ شاید ہی گھر والوں کے علاوہ کسی کے پاس

قابل استفادہ حالت میں ہو۔ نیز ایک رسالہ ''تفسیر سورۂ کہف'' کے عنوان سے اہل گودھرا کی فرمائش پر تحریر فرمایا ہے، اس رسالہ میں سورۂ کہف کی تفسیر عرفان القرآن کے مقابلہ میں مفصل ہے۔ اور ایک کتابچہ ''جیتا جنازہ'' کے نام سے بھی آپ نے تصنیف کیا ہے جو در حقیقت ایک تقریر ہے، جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شادی کے موقع پر دولہا، دلہن اور ان کے اہل خانہ سے خطاب ہو کر فرمائی تھی اور بیش بہا نصیحتوں پر مشتمل ہے۔

ازدواجی زندگی: حضرت مولانا مفتی سلطان حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقد مسعود ۱۹۲۱ء میں ہوا تھا۔ زوجہ کا نام رابعہ تھا جن سے کل چار صاحبزادے پیدا ہوئے۔ تقریباً ۱۹۳۶ء میں اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ اہلیہ کی وفات کے بعد آپ نے دوسرا نکاح کیا، ان سے کل گیارہ اولاد ہوئیں، چار صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں اور اس زوجہ کا نام ریاض فاطمہ تھا اور انہی کے بطن سے احقر (مفتی عادل صاحب عثمانی) کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی عارف حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

وفات: حضرت مولانا مفتی سلطان حسن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۴ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ مطابق ۹ جون ۱۹۷۰ء صبح پانچ بجے ہوئی۔ فالج کا مرض لاحق ہوا تھا، پہلا حملہ چھ ماہ قبل جنوری میں ہوا تھا اور کئی ماہ علیل رہے۔ پھر دوسرا حملہ ۶ ماہ بعد اتوار کی شب میں ہوا، تین دن نہایت علیل رہے اور منگل

کی صبح انتقال فرما گئے۔ سنیچر کے دن تک جامع مسجد و دار الافتاء اپنے معمول پر جاری رہے۔ دوسری مرتبہ کا حملہ شدید تھا۔ بے ہوش تھے، کافی علاج ومعالجہ کیا گیا لیکن بے فائدہ رہا اور وفات پا گئے، تقریباً ۸۱ سال عمر پائی۔ انتقال کی خبر سن کر سارا شہر امڈ آیا۔ شدید گرمی کا زمانہ تھا اس کے باوجود صلوۃ جنازہ میں دس ہزار سے زائد لوگ شریک ہوئے۔ جگہ جگہ ٹھنڈے پانی کا انتظام کیا گیا تھا اور جنازہ کے ساتھ ساتھ ٹھنڈے پانی کی بیل گاڑیاں چل رہی تھیں۔ تقریبا ساڑھے چار بجے جنازہ گھر سے اٹھا اور جامع مسجد میں بعد نماز عصر نماز جنازہ ادا کی گئی۔ کثیر تعداد میں لوگ شریک تھے، ہر مکتب فکر کے لوگوں نے صلوۃ جنازہ ادا کی۔ ۷ بج کر ۵۰ منٹ پر آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ اتنا بڑا مجمع کسی جنازہ میں آگرہ کی تاریخ میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ کی وفات پر شہر آگرہ اور علی گڑھ تک میں مسلمانوں نے اپنی دکانیں بند رکھی تھی۔

حق تعالی شانہ حضرت کے درجات بلند فرمائیں اور ان کی علمی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائیں۔ (آمین) وصلی اللہ علی النبی الکریم۔

(ماخوذ از تذکرۂ ترجمان القرآن، مفتی عادل عثمانی، استاذ دار العلوم اشرفیہ راندیر)

حضرت مولانا مفتی سہول عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف:

حضرت مولانا مفتی سہول صاحب بھاگلپوری (مفتیٔ اعظم دار العلوم دیوبند) کا وطن اصلی ''پورینی''، ضلع: بھاگلپور (بہار) تھا۔

تعلیم: ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی، اس کے بعد بھاگلپور میں مولانا اشرف عالمؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ وہاں سے مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور، کانپور پہنچ کر حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ اور دوسرے اساتذہ سے علم حاصل کیا، کانپور سے طلب علم کا شوق انہیں حیدرآباد لے گیا۔ حیدرآباد کا سفر پیدل دو ماہ میں پورا کیا۔ وہاں حضرت مولانا مفتی لطف اللہ علی گڈھی اور مولانا عبدالوہاب بہاریؒ سے تحصیل علم کیا، پھر دہلی پہنچ کر مولانا نذیر حسین صاحب کے درس میں شریک ہوئے۔ آخر میں دارالعلوم میں داخلہ لیا اور حضرت شیخ الہند سے حدیث کی تکمیل کی۔

تدریسی خدمات: فراغت کے بعد سات آٹھ سال تک دارالعلوم دیوبند میں مدرس رہے۔ ۴۶ر سال تک یوپی، بہار، بنگال اور آسام کے بڑے مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، ۱۹۲۰ء میں پٹنہ کے مدرسہ عالیہ شمس الہدیٰ میں پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۲ء تک دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔

(بحوالہ ہمارے اکابر: ص ۱۰۲، ۱۰۳)

دارالعلوم کے عرصۂ تدریس عربی میں آپ کے تلامذہ میں شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ جیسے لوگ بھی شامل ہیں۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص:۶۸)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت پر حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی

فقاہت کا عکس ونقش بھانپتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے ارباب حل وعقد نے آپ کو دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کے لیے منتخب ومقرر کر دیا تھا، آپ نے چوتھے صدر مفتی کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۵۵ھ تا ۱۳۵۷ھ فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی، اس دوران تقریباً ۱۵۱۸۵ فتاویٰ جاری ہوئے، حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ تاریخ دارالعلوم دیوبند میں تحریر فرماتے ہیں:

''۱۳۵۵ھ میں حضرت مولانا محمد سہول عثمانیؒ مفتی مقرر فرمائے گئے، آپ ۱۳۵۷ھ تک مفتی رہے آپ کے دور میں ۱۵۱۸۵ فتاویٰ دارالعلوم سے روانہ کیے گئے۔''

(تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص: ۱۰۰۔ مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند از سید محبوب رضوی ۲ / ۲۵۶، ط: میر محمد)

دارالافتاءِ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے عہدے پر تقرر آپ کے فقہی مقام کی سب سے بڑی سند ہے۔

افتاء کے میدان سے وابستگی کے دوران کئی کبار اہل علم نے آپ سے فتاویٰ کی تمرین کی، جن میں دارالعلوم کے سابق مہتمم مولانا مرغوب الرحمن نور اللہ مرقدہ' کا نام گرامی بھی شامل ہے۔

حضرت مفتی محمد سہول عثمانی قدس سرہ' علمی مراتب کی طرح روحانی منازل میں رتبۂ کمال کی طلب صادق رکھتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں

امام ربانی حضرت گنگوہی قدس سرہٗ جیسا شیخ عطا فرمایا، جو ''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا'' کا بہترین مصداق ومظہر ہے، ارباب سلوک خوب آگاہی رکھتے ہیں کہ شیخ کے انتخاب میں تأمل چاہیے بیعت کے لیے قلبی میلان چاہیے اور استفادہ کے لیے بے حجابی بے تکلفی بھی ضروری ہے، حضرت مفتی محمد سہول عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ حضرت امام ربانی سے کیسی بے تکلف مناسبت تھی اس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے: ''مولوی محمد سہول ایک بار کسی مسئلہ پر حجت کرنے لگے، اعتراض پہ اعتراض اور شبہ پر شبہ، جب تقریر طویل ہوئی تو حضرت (گنگوہی) نے فرمایا تمہارا نام سہول کس نے رکھا ہے؟ تم میں سہولت بالکل بھی نہیں تمہارا نام ہونا چاہیے سئول، کہ سوال بہت کرتے ہو''۔ (تذکرۃ الرشید ۲/ ۷۴)

چنانچہ امام ربانی قطب زمانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز کے یہ بے تکلف مرید بے حجابا بے محابا استفادہ کرکے آپ کی روحانی نسبت چشتیہ صابریہ کے حامل ہوئے، نیز چشتی کی معزز نسبت بھی آپ کی نسبتوں میں اضافہ کا ذریعہ بنی اور آپ ''چشتی'' بھی کہلائے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

آپؒ اکابر دیوبند کی روایات کے عین مطابق خودنمائی سے حد تک دور تھے، بلکہ اخفاء کا غلبہ حد درجے کا تھا۔ اور یہی تصوف کی حقیقی روح بھی ہے کہ

انسان فنائیت کے سبق پڑھ کر ہی واصل بالباقی ہوتا ہے۔ اس کا ایک مظہر آئندہ اقتباس بھی ہے، جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ سے مجاز صحبت و بیعت وخلافت ہونے کے باوجود ہمیشہ اخفاء کے پردوں میں چھپا رہنا آپ کو پسند تھا؛ چنانچہ تصوف کے موضوع پر آپ کے تحریر کردہ کتابچہ ''حقیقۃ الوصول المعروف بہ روح التصوف'' کے ضمیمے میں آپ کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمود احمدؒ لکھتے ہیں: ''حضرت کا مشغلہ زیادہ تر درس وتدریس اور فتوی نویسی کا تھا، کتب بینی آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، بعض اوقات وقت کے مناسب خدام کے تقاضے پر آپ جلسے میں شرکت فرما کر وعظ ونصیحت فرمایا کرتے۔ آپ حضرت گنگوہیؒ سے بیعت تھے، شوال ۱۳۲۳ھ میں جب حضرت گنگوہیؒ نے مولانا سہول عثمانیؒ کو رخصت فرمایا تو اپنا ملبوس پیراہن اور ایک عمامہ آپ کو عطا فرما کر آپ کو نعمت خلافت سے نوازا اور یہ فرمایا کہ جب کوئی اللہ کا نام لینا چاہے تو اس کو بتادینا۔ خود حضرت گنگوہیؒ نے بھی آپ کی بستی کے اطراف میں اپنے بعض مرید کو تحریر فرمایا کہ وہاں تم سے قریب ہی مولانا محمد سہول صاحب ہیں، ان سے تم مل کر جو دریافت کرنا ہو دریافت کرلیا کرو۔

باایں ہمہ حضرت مولانا محمد سہول صاحب نے اس کو اس قدر مخفی رکھا کہ جب تذکرۃ الرشید دیوبند میں لکھا جارہا تھا، اس وقت حضرت والد مولانا محمد

سہولؒ دیوبند میں مدرس تھے، مگر آپ نے اپنا نام مجازین میں ظاہر نہیں فرمایا۔اوراپنے کواپنے محبوب استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا اور ریاضت تفصیلی سے اپنے کومزین فرمایا، آخرکار وہاں سے بھی نعمت خلافت سے مشرف ہوئے، جب آپ کا نام حیات شیخ الہند میں حضرت مولانا اصغرحسین صاحب دیوبندیؒ نے شائع فرمایا تو لوگوں کو معلوم ہوا، مگر حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ العزیز سے خلافت کا واقعہ تو شاید ہی کسی کو معلوم ہو۔

آپ ہمیشہ اپنے کو مخفی رکھتے اور بیعت کرنے سے اجتناب فرمایا کرتے، عوام میں تو جو طالب صادق معلوم ہوتا تو اس کو درخواست پر سلسلے میں داخل فرما لیا کرتے، مرید کرنے سے قبل پڑھے لکھے لوگوں کو استخارہ کراتے اور خاص کر علماء اور امراء کو تو مرید اس وقت تک نہ فرماتے جب تک کہ خوب اچھی طرح مطمئن نہ ہو جائیں، بعض اوقات یہ بھی ارشاد فرماتے کہ دیکھو خوب اچھی طرح سوچ لو، ایسا نہ ہو کہ پھر بعد میں تم کو پچھتانا پڑے، چنانچہ بعض کو صرف یہ کہہ کر واپس فرما دیتے کہ تم کو مجھ سے مناسبت نہیں ہے، کہیں اور جگہ جاؤ، کسی کو تھانہ بھون اور کسی کو حضرت مدنیؒ کی خدمت میں جانے کا مشورہ دیتے۔

اسی طرح خلافت بھی آپ ہر کسی کو عطا نہیں فرماتے، جو حضرات بہت محنت کش ہوتے اور قوت یادداشت میں ملکۂ راسخہ پیدا ہو جاتا اور نسبت

باطن پیدا ہو جانے کے بعد، آپ غور وفکر فرماتے، حتی کہ جب بشارت غیبی پاتے تو پھر آپ منصب عطا فرماتے، آپ کے نزدیک اس منصب خلافت کے لیے عالم ہونا ضروری تھا۔

ایک موقعہ پر حضرت والا نے ایک صاحب کے استفسار پر بندے کے سامنے فرمایا کہ ہمارے تمام خلفاء الہامی ہیں، پھر آپ تحریری خلافت نامہ عطا فرمانے کے ساتھ نصیحت بھی فرمایا کرتے، چنانچہ ایک صاحب کے خلافت نامہ میں جو تحریر فرمایا وہ یہ تھا: ''تم کو میں نے بارہا کہا ہے کہ اجازت یافتہ اگر دوسری چیزوں میں مشغول رہتا ہے تو اس کی صلاحیت جاتی رہتی ہے، اپنے معمولات میں برابر مشغول رہو اور اتباع سنت اور اجتناب عن البدعۃ والمعصیۃ میں پختگی حاصل کرو، نیا مولوی، نیا وکیل، نیا ڈاکٹر پریکٹس نہیں کرے گا تو وہ فقط نام کا مولوی، وکیل اور ڈاکٹر رہ جائے گا، کام کا نہیں ہوگا۔ تعلیم الدین کے آخر میں جو وصایا لکھے ہیں، اس کو ہمیشہ دیکھا کرو اور اس پر عمل کرو۔''

وہ خوش قسمت افراد جن کو حضرت والا نے خلافت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا، ان کے نام نامی یہ ہیں:

(۱) مولانا الحاج حافظ دیانت احمد صاحب موضع ڈہرپور پوسٹ پورینی ضلع بھاگلپور (بہار)

(۲) مولانا الحاج قاری محمد ابراہیم صاحب احمد آبادی مقیم حال قاضی واڑہ چکلہ مسجد مانگرول، ضلع: جونا گڑھ۔

(۳) مولانا الحاج قاری سید احمد صاحب موضع پڑیا پوسٹ نیمی ضلع مونگیر بہار (تاریخ اجازت ۳ شعبان ۱۳۵۸ھ)

(۴) الحاج مولوی سید شاہ نجم الدین صاحب محلہ دریاپور بانکی پور پٹنہ، بہار۔

(۵) مولانا سید شاہ جمیل الحق صاحب مرحوم موضع سید پور ضلع سلہٹ۔

(تاریخ اجازت یکم رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ)

(۶) مولانا سید قاضی عبدالرؤف صاحب مرحوم ضلع سید پور سلہٹ۔

(۷) مولانا سید محمد احمد صاحب مرحوم سید پور ضلع سلہٹ۔

(۸) مولانا قاری سید حبیب الرحمن صاحب موضع سید پور ضلع سلہٹ

(تاریخ اجازت ۲۴ شوال ۱۳۶۲ھ)

(۹) مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم موضع سید پور ضلع سلہٹ۔

(۱۰) مولانا عبدالحسیب صاحب موضع پانچگرام سبدر پور ضلع کچھار، آسام

(۱۱) مولانا الحاج سید تفضّل حسین صاحب گورنمنٹ مدرسہ، سلہٹ

(تاریخ اجازت ۱۰/رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ)

(ضمیمہ ''حقیقۃ الوصول المعروف بہ روح التصوف'' مؤلفہ حضرت مفتی محمد سہول صاحبؒ از مولانا محمود احمد عثمانی بن حضرت مفتی محمد سہول عثمانیؒ ص: ۴۰ تا ۴۲ طبع اشرفیہ کتب خانہ سلہٹ)

وفات، تدفین: مؤرخہ ۲۷/رجب ۱۳۶۷ھ بمطابق ۱۹۴۸ء

آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین کی جانب محوِ پرواز ہوئی اور پورینی کے خاندانی قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔ **فنوّر اللّٰہ مرقدہ‘ و برّد اللّٰہ مضجعہ‘ ووسّع مدخلہ وجعل قبرہ روضۃً من ریاض الجنۃ۔**

آپؒ گریجویٹ تھے:

آپؒ جہاں علوم دینیہ خصوصاً فقہ وفتاوی اور علم میراث میں دسترس رکھتے تھے وہیں علوم عصریہ سے بھی آپ کو وافر حصہ ملا تھا، آپ کو انگریزی زبان پر بھی عبور حاصل تھا، آپ نے علیگڑھ مسلم یونیورسیٹی سے بی۔ایڈ۔(B.ed) کیا تھا، گویا آپ گریجویٹ عالم تھے اور کیوں نہ ہو کہ آپ کا خاندان اور اعزہ واقرباء میں عصری علوم کا غلبہ تھا، خود آپ کا بیٹا اسماعیل گریجویٹ تھا، اسی طرح پڑوس ملک میں آپ کے خالہ زاد بھائی اسماعیل چندری گڈھ والے رہتے تھے وہ بھی گریجویٹ تھے اور قائداعظم کے صلاح کار و مشیر تھے۔

آپؒ کے تلامذہ:

حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ نے درس وتدریس کے ذریعہ طلباء وتلامذہ کی ایک کھیپ تیار کی اور اپنے پیچھے بہت سے تلامذہ چھوڑے جن میں سے اکثروں کے نام معلوم نہ ہو سکے، البتہ چند معروف ومشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت مفتی عبداللہ صاحب پٹنی مدظلہ العالی (خطیب جامع مسجد مفتئ مانگرول) جن کا علمی ، دعوتی اور تبلیغی فیض اکثر و بیشتر مقامات خصوصاً کاٹھیاواڑ گجرات کے ہر گوشہ میں پہنچا ہے۔

(۲) حضرت ڈاکٹر اسماعیل موسی میمن صاحب مدظلہ العالی (حال مقیم کینیڈا) جن کا فیض امریکہ ،کینیڈا میں خوب پھیلا ہے، آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کے اجل خلفاء ومجازین میں سے ہیں۔

(۳) جناب حاجی فضل کریم بھائی احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ جو تبلیغی جماعت گجرات کے ذمہ دار تھے، آپ نے دعوت وتبلیغ کے پلیٹ فارم سے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، جس کی وجہ سے آپ کا فیض صرف صوبۂ گجرات ہی میں نہیں بلکہ بیرون گجرات مختلف صوبوں میں پہنچا ہے، حتی کہ اس عنوان سے آپ نے کئی بیرون ممالک کے اسفار بھی کئے ہیں۔

بیعت وارادت:

آپؒ صوفی ، زاہد اور علوم باطنیہ میں کمال رکھتے تھے، آپ نے اپنے استاذ حضرت مولانا مفتی سہول صاحب عثمانیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا اور آپ ان کے اجل خلفاء میں شمار کئے جاتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی سہول

صاحب عثمانی نے دو علمی وروحانی چشموں سے سیرابی وفیضیابی کا شرف حاصل کیا تھا۔ایک چشمہ تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی ذات عالی سے مجاز تھے۔اور دوسرا چشمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ سے بھی شرفِ خلافت حاصل تھا، گویا آپؒ اس سلسلۂ ارادت میں صرف ایک واسطہ سے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ تک پہنچ جاتے ہیں۔آپ لوگوں کو تصوف یعنی نفس کی اصلاح کی خوب تاکید فرماتے تھے۔آپ نے قیام مانگرول کے زمانہ میں بھی لوگوں کی رشد وہدایت کا سلسلہ بڑے انہماک وجانفشانی کے ساتھ جاری وساری رکھا۔حضرت مفتی عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم نے اپنے شیخ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت مفتی (ابراہیم) صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیعت کی درخواست پر اکابر بزرگوں کی طرف رہنمائی فرمادیتے تھے؛ مگر اصرار کرنے پر بیعت سے سرفرازی کا شرف بھی عطا فرماتے، لیکن تواضع وانکساری کا یہ حال تھا کہ اپنے آپ کو اس قدر پوشیدہ اور راہ سلوک سے بظاہر مخفی رکھتے کہ درس وتدریس اور فتاوی نویسی اور کتب بینی میں اتنے منہمک اور مشغول دکھائی دیتے رہے کہ عام لوگ اس بات کا اندازہ نہیں کرسکتے تھے کہ راہ طریقت کا یہ مردِ میدان تمام وادیوں کو عبور کرکے سیر ہوکر اپنی منزل پر اس طرح آسودہ بیٹھ گیا ہے کہ جیسے میدان مارنے کے بعد شہسوار اپنی وردی وپٹی اتار کر عام لوگوں میں مل گیا ہو۔اسی لئے نہ تو مریدوں

کی فوج ہیں نہ خلفاء کی فہرست ۔ جو آیا اس کو بتا دیا اور جس نے پہچانا اس نے کچھ حاصل کرلیا۔ (مستفاد از تعارف فی انواع الشرک گجراتی: مولانا عبداللہ صاحب پٹنی)

ایک صاحب کی بیعت کی فرمائش:

حضرت قدس سرہ کو جونا گڈھ آنکھ کے آپریشن کے لئے اسپتال لایا گیا تھا اس وقت ایک صاحب آپ سے ملنے آئے، چونکہ آپ سے تعلقات اچھے تھے اس لئے کہنے لگے حضرت آپ مجھ کو بیعت فرمالیجئے۔حضرت نے فرمایا: اللہ اللہ اللہ اتنے میں تھک جاتے ہو؟ (وہ صاحب جونا گڈھ میں پڑھائی کر رہتے تھے، اس لئے ہوسکتا ہے کہ اس کی طرف اشارہ کر کے کہا ہو کہ پڑھائی کرتے کرتے گویا کہ تھک جاتے ہو اور بیعت ہوجاؤں گے تو مزید تھک جاؤں گے۔) تھوڑی دیر سکوت کے بعد کہا کہ مانگرول آجانا، پھر وہ صاحب اپنی حالت زار کے پیش نظر بیعت تو نہ ہوئے لیکن حضرتؒ کی صحبت میں رہ کر بہت کچھ حاصل کرتے رہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جلدی سے کسی کو بیعت نہ فرماتے تھے اور جو طالب ہوتا اسکو کبھی کبھی بیعت فرمالیا کرتے تھے، اس لئے آپ کے مریدین کی کوئی لمبی فہرست نہیں۔

فیض یافتگان:

تاہم آپ کے فیض یافتگان میں چند اسماء موصول ہوئے ہیں جن کو نمبر وار بیان کیا جارہا ہے:

(۱) جناب کریم خان پٹھان المعروف بہ کریم باپو (خادم خاص: حضرت مفتی ابراھیم صاحب مانگرولی رحمۃ اللہ تعالی علیہ)۔

(۲) حضرت مفتی عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم (خطیب جامع مسجد و مفتئ شہر، مانگرول)۔

(۳) مرحوم جناب داؤد بھائی کمال بھائی پڑایاؒ۔

(۴) مرحوم جناب داؤد بھائی جیٹھواؒ۔

(۵) مرحوم جناب حکیم سید علی احمد صاحبؒ۔

(۶) جناب عبداللہ میاں ابا میاں عرب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب پٹنی مدظلہ العالی (استاذ حدیث و نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، یوپی) کے والد ماجد تھے۔

(۷) مولانا احمد میاں رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مفتی عبداللہ صاحب پٹنی مدظلہ العالی (حال خطیب جامع مسجد و مفتی مانگرول) کے والد صاحب تھے۔

(۸) جناب حضرت غلام علی پیرزادہ پٹنیؒ (سابق امام باغ والی مسجد احمد آباد)۔

آخر الذکر تینوں حضرات نے اولاً ولئ کامل حضرت مولانا ہدایت علی نقشبندی جے پوریؒ سے اکتساب فیض کیا تھا پھر حضرت جے پوریؒ کے انتقال

کے بعد حضرت مفتی ابراہیم صاحب احمد آبادیؒ سے علمی وروحانی فیض حاصل کیا تھا۔

شجرۂ خلافت بسلسلۂ چشتیہ عالیہ طیبہ:

آپؒ حضرت مفتی سہول عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، اور سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہونے کی وجہ سے چشتی تھے، یہ سلسلہ واسطہ در واسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے، آپ کے سلسلہ کے تمام شیوخ کے اسماء گرامی ذیل کے شجرۂ منظومہ میں بیان کئے گئے ہیں، جس سے بخوبی معلوم ہوجائے گا کہ آپ کے شیخ کے شیخ پھران کے شیخ اوپر تک کون تھے؟ اسی مقصد کے تحت یہاں ایک شجرہ لکھا جاتا ہے۔ یہ شجرہ حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی فن تصوف میں شاہکار کتاب حقیقۃ التصوف کے صفحہ ۱۲۰ پر لکھا ہوا ہے۔

شجرۂ منظومہ سلسلۂ عالیہ طیبہ چشتیہ صابریہ امدادیہ رشیدیہ محمودیہ

سہل کن ہر صعب بہر مولانا سہول	عالم شرع مبین دانائے اسرار وخفی
جامعِ شرع وطریقت واقفِ اسرارِ حق	شاہ محمود حسن قسام فیض سرمدی
سیدی شیخی رشید احمد امام وقتِ خویش	وہ مرا صادق یقین از بہر جاہش اے غنی
بہر امداد وبنور وحضرتِ عبدالرحیم	عبد باری عبد ہادی عضد دین مکی ولی

ہم محمدی ومحب اللہ وشاہ بو سعید	ہم نظام الدین جلال وعبدقدس احمدی
ہم محمد عارف وہم عبدحق شیخ جلال	شمس دین ترک وعلاؤالدین فرید جودھنی
قطب دین وہم معین الدین وعثمان وشریف	ہم بمودود و ابویوسف محمد احمدی
بوسحاق وہم بمشاد وہبیرہ نامور	ہم حذیفہ وابن ادہم ہم فضیل مرشدی
عبدواحد ہم حسن بصری علی فخردین	سید الکونین فخر العالمین بشری نبی
چاک کن قلب مراتو ازخیال غیرخویش	بہر ذات خود شفایم دہ زامراضِ دلی



دوسرا باب

خدمات دینیہ

اپنے وطن احمد آباد میں منصب امامت وتدریس پر مامور:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم نے اپنے شیخ ومربی حضرت مولانا مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان'' کے گجراتی ایڈیشن میں بعنوان تعارف آپ کا مختصر سوانحی خاکہ پیش کیا ہے جس میں آپ کی تدریس وتالیف اور اشاعت دین سے وابستگی کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن احمد آباد میں اپنے شیخ حضرت مولانا مفتی سہول عثمانی صاحب رحمۃ اللہ کے حکم سے ایک مسجد میں امامت وتدریس کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے اہم فریضہ کی ادائیگی میں مشغول ومنہمک رہے، آپ نے قیام احمد آباد کے زمانہ میں رسالہ ''حق کی کسوٹی'' بھی تحریر فرما کر صدائے حق وتوحید کا برملا اظہار فرمایا۔ صوبۂ گجرات میں خصوصا کاٹھیا واڑ میں آپ ہی کی ذات عالی نے اولاً تحریری دعوت کے ذریعہ صدائے حق وتوحید کو کھل کر بلند کیا۔

(ماخوذ از انواع الشرک گجراتی بعنوان تعارف: حضرت مولانا عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم)

مسئلۂ علم غیب پر امامت سے معزول

آپ جس مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے ،اس کے سرپرستان میں آپ کے برادرِ کبیر بھی تھے، ایک مرتبہ آپ نے جمعہ کے بیان میں علم غیب کا مسئلہ چھیڑ دیا جس سے بریلوی حضرات میں کافی انتشار ہوا اور چونکہ آپ کے بھائی بھی اسی ذہنیت کے حامل تھے اس لئے وہ بھی سخت غضبناک ہوئے اور آپ کو وہاں سے معزول کر دیا۔

پھر آپ احمد آباد ہی میں کچھ وقت تک رہے اور دین کی خدمت سے وابستگی کی فکریں کرتے رہے، مگر احمد آباد میں کوئی مناسب جگہ نہ مل سکی، اسی اثناء میں مانگرول کے نواب جہانگیر میاں نے ٹائمس آف انڈیا میں اشتہار دیا کہ کورونیشن ہائی اسکول مانگرول میں فارسی ٹیچر کی ضرورت ہے، آپ نے اشتہار پڑھ کر مانگرول آنے کا ارادہ کیا۔

بحیثیت فارسی ٹیچر شہر مانگرول میں آپ کا ورود مسعود:

چنانچہ آپ اپنے وطن احمد آباد کو خیر آباد کہہ کر ۱۹۳۶ء عیسوی میں اپنے شیخ حضرت مولانا سہول صاحب عثمانیؒ کے حکم وایماء اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اشارہ پر مانگرول تشریف لائے، اور یہاں کی معروف ومشہور نوابی ''کورونیشن ہائی اسکول'' (CORONATION HIGH SCHOOL) میں بحیثیت فارسی ٹیچر منتخب

ہوئے اور بڑی امانت ودیانت داری کے ساتھ کچھ عرصہ تک بچوں کو تعلیم دیتے رہے، اسی کے ساتھ دین کی اشاعت وترویج میں کوشاں رہتے تھے، چونکہ اس وقت مانگرول میں ضلالت وجہالت، بدعات وخرافات اور رسم ورواج کا دور دورہ تھا اس لئے آپ بڑی حکمت ومصلحت اور دوراندیشی سے دین کا کام کرتے تھے اور لوگوں کو رشد وہدایت کی طرف گامزن فرماتے تھے۔

منصب امامت وخطابت پر فائز المرام:

کچھ عرصہ کے بعد چاند کے مسئلہ میں اختلاف ہوا اس وقت بیت المال کی طرف سے مفتیٔ مانگرول حضرت مولانا مفتی محمد جمیل صاحب دیوبندیؒ تھے۔مجلس چل رہی تھی چاند کے ثبوت وعدم ثبوت کا مسئلہ بامِ عروج کو پہنچ چکا تھا، اتنے میں مفتی ابراہیم صاحبؒ نے فرمایا کہ چاند ہوگیا ہے تو مفتی محمد جمیل صاحب دیوبندیؒ نے کہا کہ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ مفتی ابراہیم صاحبؒ نے اس پر واضح دلائل پیش فرمائے اور مزید تقویت کے لئے اپنی سند افتاء بھی پیش کی جس سے مجمع خاموش ہوگیا، حضرت مفتی محمد جمیل صاحب دیوبندیؒ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اس آدمی (یعنی مفتی ابراہیم صاحبؒ) کی قدر کرنا ان کی یہاں بہت ضرورت ہے ان کو کہیں جانے نہ دینا۔

پھر آپ نے قاضی واڑہ مسجد، مانگرول میں تادم آخر امامت کے فرائض انجام دیئے، اس وقت آپ کی ماہانہ تنخواہ صرف پانچ روپئے تھی، اور بیت المال

کے زیر انتظام جامع مسجد مانگرول میں ہر جمعہ کو وعظ وتذکیر اور خطابت کا فریضہ انجام دیتے تھے، اس پر بیت المال کی طرف سے آپ کو ماہانہ ۵۵ روپئے تنخواہ ملتی تھی۔

ایک مرتبہ بیت المال کے ذمہ داروں نے مشورہ کر کے آپ کی تنخواہ میں اضافہ کرنا چاہا تو آپ نے منع فرمایا اور کہا میری تنخواہ میں سے ہر ماہ پانچ روپئے بچ جاتے ہیں، اس لئے تنخواہ بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تھا آپ کا زہد وتوکل اور دنیائے فانی سے بے رغبتی کہ ضروریات زندگی میں تھوڑے پر گزارہ کر لیتے تھے اور بلا ضرورت دنیا کی چیزوں کو اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتے تھے، اس لئے آپ نے تنخواہ پر اضافہ کو پسند نہیں کیا اور فوراً منع فرمادیا، جب آپ کی بیٹی فاطمہ غربت ومسکنت کی شکار ہوگئی تو آپ اس کی کفالت کے لئے اپنی پوری تنخواہ منی آرڈر کے ذریعہ ہر ماہ پورنیہ (بہار) بھیج دیا کرتے تھے اور اپنی ذاتی ضرورتوں کو دبا لیا کرتے تھے، شہر مانگرول میں تادم آخر امامت وخطابت کا فریضہ انجام دیتے رہے مگر کبھی بھی اپنی ضرورتوں کے لئے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا، اللہ کی تقدیر پر راضی رہتے ہوئے ہر مشکل میں صبر وتحمل سے کام لیا اور زاہدانہ زندگی گزار کر اللہ کے حوالے ہوگئے۔

بیت المال کا قیام:

ہمارے اکابر میں سے کسی نے پورے ہندوستان میں بیت المال کی

تحریک چلائی تھی، جس کے نتیجے میں سب سے پہلے مانگرول کے نواب جہانگیر میاں صاحب نے یکم/اگست ۱۹۲۷ عیسوی میں بیت المال کی بنیاد ڈالی۔(عہد جہانگیری:ص، ۲۳)

اور یہ مانگرول کے لئے فخر کی چیز ہے کہ ملک ہندوستان میں سب سے پہلے بیت المال کی بنیاد اسی شہر میں ڈالی گئی جو بفضل اللہ تعالیٰ تاحال قائم ودائم ہے۔ الحمدللہ یہ بیت المال شہر مانگرول کی تقریباً چھوٹی بڑی تیئیس (۲۳) مختلف مسلم برادریوں میں اتحادِ فکر کا واحد مرکز و پلیٹ فارم ہے۔

بیت المال کے مقاصد:

بیت المال کے مقاصد میں بہت سے امور شامل ہیں، منجملہ چند امور درج ذیل ہیں: (۱) مکاتب ومدارس کا قیام، (۲) مساجد وعبادت خانوں کا قیام، (۳) مدرسین اور ائمۂ مساجد کی تنخواہوں کا انتظام، (۴) مکاتب ومدارس کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنا، (۵) مریضوں اور بیماروں کے علاج ومعالجہ کے لئے مکمل خرچہ کا انتظام، نیز پابند شرع باصلاحیت مفتی کا انتخاب جو شریعت کی روشنی میں عوام کے پیچیدہ مسائل حل کر کے ان کی علمی تشنگی بجھائے، اس مقصد کی تکمیل کے لئے نواب جہانگیر میاں (والئ مانگرول) نے دیوبند کے تعلیم یافتہ دو علماء کرام یعنی مولانا محمد جمیل صاحب دیوبندی اور مولانا عتیق احمد صاحب دیوبندی رحمہما اللہ کو مامور فرمایا۔(عہد جہانگیری:ص،۲۷)

گویا یہ دونوں حضرات بیت المال میں اولاً افتاء کی ذمہ داری کے ساتھ منسلک ہوئے اور تقسیم ہند تک برابر اس خدمت میں لگے رہے، اس کے بعد پڑوس ملک چلے گئے، وہیں وفات پائی۔

آپؒ منصب افتاء پر:

مولانا محمد جمیل صاحب دیوبندیؒ اور مولانا عتیق احمد صاحب دیوبندیؒ کے بعد مولانا سید سلطان میاںؒ کے اصرار پر ادارہ بیت المال فنڈ مانگرول کے شعبۂ افتاء میں شہر مانگرول کے مفتی کی حیثیت سے آپ کا تقرر رہوا۔ افتاء کا فن بہت باریک اور دقیق ہے اور منصب افتاء پر فائز ہونا کم علم لوگوں کا کام نہیں ہے، منصب افتاء کی اہمیت اور عظمت کو بیان کرتے ہوئے فتاوی دار العلوم میں لکھا ہے کہ افتاء کا منصب علمی سلسلوں میں سب سے زیادہ مشکل، دقیق اور اہم ترین سمجھا گیا ہے، فقہ کی لاکھوں متماثل جزئیات اور ان کے متعلقہ احکام میں تھوڑے تھوڑے فرق سے حکم کا تفاوت محسوس کرنا عمیق علم کو چاہتا ہے جو ہر عالم بلکہ ہر مدرس کے بھی بس کی بات نہیں جب تک کہ فقہ سے کامل مناسبت، ذہن وذکا میں خاص قسم کی صلاحیت اور قلب میں مادۂ تفقہ نہ ہو۔ اس لئے مدارس دینیہ میں افتاء کے لئے شخصیت کا انتخاب پیچیدہ مسئلہ سمجھا گیا ہے۔ جو کافی غور وفکر اور سوچ وبچار کے بعد ہی حل ہوتا ہے اور پھر بھی تجربات کا محتاج رہتا ہے۔

(فتاوی دار العلوم، جلد اول ص: ۳۳ پیش لفظ سے انتخاب)

حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ اپنے زمانہ کے مشہور عالم دین اور فقیہ تھے۔ (بحوالہ فقہائے گجرات اوران کی فقہی خدمات، ص: ۴۳)

آپ میں افتاء کی ساری خوبیاں موجود تھی، اس لئے آپ شہر مانگرول کے مفتی بنائے گئے، آپ نے فقہ وفتاوی کا کام آخری لمحات تک بحسن وخوبی انجام دیا۔ پیچیدہ اور باریک مسائل حل فرما کر لوگوں کی علمی تشنگی کو بجھاتے رہے، بعض اہم فتاوی کی تصدیق وتوثیق کے لئے آپ انہیں دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ امینیہ دہلی بھیجا کرتے تھے، آپ کے نوکِ قلم سے لکھے ہوئے فتاوی کی تعداد تقریباً بارہ سو (۱۲۰۰) سے زائد ہیں، فتاوی کا یہ ذخیرہ اب تک کتابی شکل میں منظر عام پر نہیں آیا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ اہم فتاوی منصّۂ شہود پر آجائے اور نسلاً بعد نسلٍ لوگ اس سے متمتع ہوتے رہیں۔

آپؒ کا فیض مفتی عبداللہ صاحب پٹنی کی صورت میں:

حضرت مفتی عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم اس وقت شہر مانگرول کے اولیاء واکابرین میں سے ہیں۔ آپ نے تحصیل علم سے فراغت کے بعد شہر مانگرول کو دین متین کی عالی خدمات کے لئے منتخب کرلیا۔ آپ کا اصلی وطن پٹن (شمالی گجرات) ہے۔ اس لئے آپ پٹنی کہلاتے ہیں۔ اشاعتِ دین کے خاطر آپ بزرگوں کے مشورہ سے اپنے محبوب وطن ''پٹن'' کو خیرآباد کہہ کر شہر مانگرول میں متمکن ہوگئے۔ جب آپ یہاں آئے اس وقت بیت المال کی طرف سے شہر

مانگرول کے مفتی اور جامع مسجد کے خطیب آپ کے استاذ ومربی حضرت مفتی ابراہیم صاحب احمد آبادیؒ تھے۔آپ حضرت کی خدمت میں رہ کر علمی وروحانی دونوں فیض سے فیضیاب ہوئے۔ چنانچہ آپ نے فقہ وفتاوی اور تصوف کی چند کتابیں حضرت مفتی صاحبؒ سے پڑھی اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر راہِ سلوک کی منازل طے فرمائی، نیز آپؒ کے ایماء واشارہ پر آپ کو شہر مانگرول کی نیابت کا بھی شرف حاصل ہوا۔خود حضرت مفتی عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم اپنا حال بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ راقم الحروف کو بھی حضرت والا (یعنی مفتی ابراہیم صاحب احمد آبادیؒ مفتی مانگرول) نے بے پایاں شفقتوں کے سبب بخوشی بیعت کی سعادت عطا فرما کر حلقۂ ارادت میں شمولیت کا شرف عنایت فرمایا، مزید ''رسم المفتی۔عوارف المعارف اور شرح حِکَم'' پڑھنے اور عصر کے بعد مجلس مبارک میں حاضری کی سعادت عظمی سے بھی سرفراز فرماتے رہے، اور بڑے مشفقانہ انداز میں اصلاح وتربیت فرماتے رہے اور حضرت ہی کی بے انتہاء شفقتوں کی وجہ سے اس ناکارہ کو حضرت والا ہی نے نائب مفتی کی حیثیت سے تقرر فرما کر اپنی خدمات عالیہ کا شرف عنایت فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی حیات ہی میں نیابت افتاء کا منصب آپ کے نامزد کردیا گیا تھا، اور اپنے استاذ ومربی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ اس اہم ذمہ داری کو سنبھالتے چلے آرہے ہیں، نیز

تصوف وسلوک کی راہ پر گامزن ہونے کے ساتھ پوری زندگی دعوت وتبلیغ کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں، اور پیرانہ سالی کے باوجود ہر وقت اس کے لئے کوشاں رہتے ہیں، کئی تشنگان رشد وہدایت نے آپ سے فیض حاصل کیا اور ترقی کی منازل عبور کرتے ہوئے چلے گئے، اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کا سایہ امت پر تادیر بعافیت قائم رہے اور آپ کے ذریعہ حضرت مفتی ابراہیمؒ کا مشن جاری وساری رہے۔ آمین۔

آپؒ کے حکم پر مفتی عبداللہ صاحب مانگرول میں:

مبلغ اعظم حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوریؒ کی نگرانی میں حضرت مفتی عبداللہ صاحب سال کی پیدل جماعت میں چل رہے تھے، یہ جماعت ویرم گام سے کام کرتی ہوئی مانگرول پہنچی، یہاں ایک ماہ قیام کیا، اس دوران حضرت مفتی عبداللہ صاحب حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی مجلس میں عصر کے بعد پہنچے دو دن تک حضرت نے ان سے کچھ نہ کہا، تیسرے دن حضرت نے مولانا عبداللہ صاحب سے کہا آپ روزانہ آیا کرو، اس کے بعد آپ جماعت کے قیام تک روزانہ عصر کے بعد وقت نکال کر مجلس میں پہنچ جاتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے، جب خوب شناسائی اور بے تکلفی ہوگئی تو حضرت نے آپ سے پوچھا کہ یہاں کیا کرتے ہو، آپ نے کہا میں سال کی پیدل جماعت میں چل رہا ہوں۔ آپ ایک ماہ تک پابندی سے حضرت کی مجلس میں جاتے رہے، اس کے بعد

جماعت کا روٹ ویراول جانے کا بن گیا تو آپ آخری دن حضرت کی ملاقات کے لئے گئے اور کہا کہ آئندہ کل ہماری جماعت ویراول کی طرف نکل جائے گی۔

حضرت نے فرمایا کہ ایک چلہ اور رُک جاؤ اور سنو جماعت کا کام تو اپنی جگہ ٹھیک ہے، لیکن یہاں مانگرول میں دینی مدرسہ کی اشد ضرورت ہے، تم اس کی فکر کرو، کیوں کہ یہ قوم اس قدر جہالت میں پڑی ہوئی ہے کہ ان کو سمجھا کر دین میں لانے کا کوئی راستہ نہیں سوائے مدرسہ کے۔ اسلئے تم مدرسہ کی فکر کرو، بار بار تاکید کرتے رہے اور کہا کہ جب وقت پورا ہوجائے تو تم کو میرے پاس آنا ہے، آپ اپنا سر ہلاتے رہے تو فرمانے لگے کہ سر ہلانے سے کام نہیں چلے گا، بلکہ تم مجھ سے وعدہ کرو کہ میں وقت پورا ہونے پر آپ کے پاس آؤں گا، آپ نے فرمایا کہ میں ضرور آؤنگا، چنانچہ وقت پورا ہونے پر آپ چند دن کے لئے دوسری مرتبہ مانگرول تشریف لائے اور یہاں مدرسہ قائم کرنے کی فکریں کرنے لگے، کیوں کہ آپ کے استاذ ومربی حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کا یہی حکم تھا اور اس درمیان آپ حضرت مفتی صاحب کی مجلس میں عصر کے بعد جایا کرتے تھے، حضرت بھی آپ کی دوبارہ تشریف آوری پر بے حد مسرت وشادمانی کا اظہار فرماتے تھے، آپ چونکہ اس سے پہلے یہاں آچکے تھے اس لئے لوگوں سے تعلقات وروابط اچھے تھے، خصوصا رویل فیملی اور چند جماعتی ساتھیوں سے گھر جیسا تعلق ہوگیا تھا، آپ نے ان کے سامنے مدرسہ کے قیام کی بات رکھی اور

مدرسہ کی اہمیت وافادیت کو ان کے سامنے خوب اُجاگر کیا تو وہ کہنے لگے، بچے اردو اور قرآن تو پڑھ لیتے ہیں، گویا ان کے یہاں یہی حرف آخر تھا۔آپ نے ان کو سمجھایا کہ قرآن دیکھ کر ختم کرلینا الگ چیز ہے اور اس کو سمجھنا الگ چیز ہے۔ جب مدرسہ قائم ہوگا تو بچے اردو، عربی پڑھ کر عالم بنیں گے،قرآن کو سمجھیں گے ۔وہ کہنے لگے،کیا عالم بھی بنیں گے؟ کیونکہ اس وقت کے دور جہالت میں عالم کا تصور ناممکن تھا،آپ کی سمجھداری اور مدرسہ کی فکر کو ایک عورت سمجھ رہی تھی،جس کا نام حور بائی تھا،اس نے کہا مدرسہ تو بنیں گا مگر سارا نظام آپ ہی کو سنبھالنا ہوگا۔ یہ عورت آپ کا بہت اکرام کرتی تھی، چنانچہ آپ نے چند سمجھدار لوگوں سے مشورہ کر کے مدرسہ کا ٹرسٹ بنایا اور مسجد ابراہیم میں تعلیم شروع کرنے کی بات طے پائی، اس کے بعد چند دن کے لئے اپنے وطن واپس ہوئے، تیسری مرتبہ آپ مانگرول تشریف لائے اور یہاں آکر آپ نے ۲۱/۱۰/۱۹۶۹ عیسوی میں مسجد ابراہیم میں تعلیم کا سلسلہ شروع فرمایا اور سارا نظام آپ ہی کے زیر دست تھا، مدرس اور مہتمم آپ ہی تھے، بڑی محنت ولگن سے بچوں کو پڑھاتے تھے ،اس طرح مانگرول میں گویا کہ مدرسہ کا قیام عمل میں آیا جو حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی فکروں کا نتیجہ ہے۔

مانگرول کا تاریخی اجلاس اور مفتی عبداللہ صاحب کی دستار بندی:

اس دوران آپ حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے پاس جایا کرتے تھے

اور فیض حاصل کرتے تھے، آپ نے حضرت کے پاس ''عوارف المعارف۔ اکمال الشیم۔ شرح حِکم۔ حقیقۃ التصوف۔ بخاری کے منتخب ابواب۔ اور رسم المفتی وغیرہ'' کتب پڑھ کر شرف تلمذ حاصل کیا، رسم المفتی کے اختتام پر حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ نے جامع مسجد میں جلسہ رکھا، یہ وہ تاریخی جلسہ تھا جس میں شہر مانگرول کے کثیر لوگوں نے شرکت فرمائی، خصوصا سادات، اہل بیت کے اصحاب رسوخ و با اثر لوگ شریکِ جلسہ ہوئے، اس موقع پر خود حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ نے آپ کو اپنے دست بابرکت سے دستار بندی کے شرف سے نوازا، پھر اس کے بعد نیابت افتاء کا منصب آپ کے حوالہ کیا۔

دارالعلوم حسنیہ مانگرول کی تعمیری بنیاد:

پھر کچھ سالوں کے بعد دارالعلوم حسنیہ کی تعمیری بنیاد ڈالی گئی، جس کا مختصر پس منظر یہ ہے۔ مرحومہ حور بائی بنت ابراہیم بھائی کالوات عرفِ پٹیل نے سوا انچالیس بیگہ زمین دینی مدرسہ قائم کرنے کے لئے وقف کی تھی، مرحومہ کے شوہر کا نام حسن تھا اس لئے مدرسہ کا نام دارالعلوم حسنیہ رکھا گیا، اس کی تعمیری بنیاد(۱) تقریباً ۲۰/ ۱۹۷۶/۲ء میں شہر مانگرول کے مفتی

(۱) اس سے دارالعلوم حسنیہ کی موجودہ قدیم عمارات کا آغاز مراد ہے، جس کی بنیاد مؤرخہ: ۲۰/ ۱۹۷۶/۲ء میں ڈالی گئی، ورنہ دارالعلوم کی اصل سنگ بنیاد سن ۱۹۶۹/۱۰/۲۱ عیسوی میں رکھی گئی ہے، جس کا آغاز مسجد ابراہیم سے ہوا تھا جو اہل مانگرول پر مخفی نہیں ہے۔

حضرت مولانا مفتی ابراہیم صاحب احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم وایماء پر رکھی گئی، اس موقع پر ٹرسٹیانِ مدرسہ، آپ کے تلامذہ و متعلقین خصوصا حضرت مولانا عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم (نائب مفتی وخطیب جامع مسجد مانگرول)، سید امیر میاں صاحب (سابق سجادہ نشین، سیدواڑہ مانگرول)، سید صادق میاں صاحب (پرنسپل مدرسہ جہانگیریہ مانگرول)، سید جہانگیر میاں صاحب، سید حکیم علی احمد صاحب وغیرہ حضرات شریک تھے۔ جن کی برکت سے کچھ ہی عرصہ میں دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا اور پھر یہ ہرا بھرا پودا ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا گیا اور آج تناور درخت کی شکل اختیار کر کے شہر مانگرول کی زینت بنا ہوا ہے، یہاں سے کئی تشنگان علم ومعرفت سیراب ہو کر شہر مانگرول اس کے اطراف واکناف اور دیگر جگہوں پر دین کی ترویج واشاعت میں مصروف عمل ہے۔ اور لوگوں کو رشد وہدایت کی طرف گامزن کر رہے ہیں، یہ در اصل حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی فکر وتوجہات اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے نیز مرحومہ حور بائی کے لئے وقف شدہ زمین کو خلاصی ورستگاری کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

جامع مسجد میں پنج وقتہ نمازوں کا قیام:

حضرت مفتی صاحبؒ جامع مسجد میں صرف جمعہ کے دن خطابت کا

فریضہ انجام دیتے تھے، باقی دنوں میں وہاں پنج وقتہ نمازیں نہیں ہوتی تھی۔ان دنوں میں چمپا پھلیا کی پرانی مسجد گرا کر نئی مسجد کا تعمیری کام چل رہا تھا (جس کو مرکز مسجد بھی کہتے ہیں) تو کچھ لوگوں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے شکایت کی کہ یہ لوگ نئی نئی مسجدیں تعمیر کرر ہے ہیں جبکہ دوسری پرانی مسجدیں ابھی غیر آباد ہیں، اس کو آباد کرنا چاہئے وغیرہ وغیرہ، چنانچہ مفتی صاحب جمعہ کے بیانوں میں لوگوں کو رو رو کر پرانی مسجدیں آباد کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ مرکز مسجد تو تعمیر ہوگئی اور پہلے کی طرح آباد بھی ہوگئی لیکن جامع مسجد اور دیگر مسجدیں جو غیر آباد تھی وہ بھی حضرت کی تلقین پر آباد ہونے لگی۔

جامع مسجد میں پنج وقتہ نماز قائم کرنے کا اعلان ہوا اور بیت المال کی طرف سے مشورہ ہوا کہ یہاں کے امام طے کئے جائے، اس وقت چند حفاظ کرام تھے، انہوں نے اپنی درخواستیں جمع کروائی اور یہ درخواست حضرت مفتی صاحب کو دکھائی کہ اتنے حفاظ یہاں کی امامت کے متمنی ہے۔ چنانچہ حضرت نے ان میں سے کسی ایک کی درخواست کو منظور کر کے یہاں کا امام بنایا۔اس طرح پنج وقتہ نمازوں کی ادائیگی کا سلسلہ حضرت مفتی صاحبؒ کی تلقین پر شروع ہوگیا اور الحمد للہ آج تک پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔

دعوت و تبلیغ میں نمایاں کردار:

حضرت قدس سرہ کے زمانے میں تبلیغ کا کام بہت ہی کم ہوتا تھا، چند گنے چنے افراد اس سے جڑے ہوئے تھے۔ چہار سو جہالت و گمراہی کا دور دورہ تھا، بدعات وخرافات، رسم ورواج اور غلط عقائد ونظریات کی وادی میں لوگ پھنسے ہوئے تھے اس لئے لوگوں کو اس کام سے جوڑنا کوئی آسان کام نہیں تھا، اس کے باوجود حضرت قدس سرہ اس کام کو آگے بڑھانے اور لوگوں کو اس سے روشناس کرانے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے، بہت سی مرتبہ اہل بدعت کی طرف سے یلغار ہوتی مگر اس سے صرف نظر کرتے ہوئے آپ حکمت ومصلحت سے کام کرتے رہتے تھے اور لوگوں کو رشد وہدایت اور دعوت دین کی طرف بلاتے تھے، اس کے لئے آپ عشاء کی نماز کے بعد پیرانہ سالی کے باوجود لکڑی اور فانوس لیکر روزانہ الگ الگ مسجدوں میں جاتے تھے، کبھی کوئی متعلق مل جاتا تو اس کے سہارے وہاں پہنچ جاتے تھے اور لوگوں کو جوڑ کر دین کی بات ان کے سامنے پیش کرتے تھے، صحابہ کی قربانیاں یاد دلاتے تھے اور حالات پر جمے رہنے کی ترغیب دیتے تھے، کبھی تو بارش کے موسم میں موسلا دھار بارش برسنے کی وجہ سے راستوں میں کافی پانی بھرا ہوا ہوتا تھا اس کے باوجود آپ دین کے خاطر کسی بھی طرح مسجد پہنچتے تھے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت فرماتے تھے۔ ایک عرصہ تک جب اس طرح محنت ہوتی رہی تو

مانگرول میں دین کی باغ و بہار آنے لگی اور اس وقت جو بھی دین کی کرنیں پھوٹی ہوئی نظر آرہی ہے، خواہ مکاتب و مدارس کی شکل میں ہو یا مساجد وخانقاہ کی صورت میں، یا پھر دعوت وتبلیغ کی صورت میں ہو، ہر طرح کی دینی محنتوں کا طفیل وصدقہ حضرت مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکت ہے۔اور ہم اہل مانگرول کے لئے بڑے شرف کی بات ہے کہ حضرت کا جسد بابرکت ہماری سرزمین میں مدفون ہے۔

علم تفسیر اور اس کی اہمیت:

علم تفسیر اس علم کو کہتے ہیں جس میں قرآن کریم کے معانی بیان کئے جائیں اور اس کے احکام اور حکمتوں کو کھول کر واضح کیا جائے۔(البرہان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام کو صرف قرآن کریم کے الفاظ ہی نہیں سکھاتے تھے بلکہ اس کی پوری تفسیر بیان فرمایا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام کو ایک ایک سورت پڑھنے میں بعض اوقات کئی کئی سال لگ جاتے تھے، چنانچہ مؤطا امام مالک میں ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے صرف سورۂ بقرہ یاد کرنے میں آٹھ سال صرف کئے اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جو شخص سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ لیتا ، ہماری نگاہوں میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہوجاتا تھا۔

(الاتقان ج:۲/۱۷۶،مقدمۂ توضیح القرآن:۱ ۳، ۴ ۳)

قرآن کریم کی تفسیر ایک انتہائی نازک اور مشکل کام ہے اور بڑی اہمیت کا حامل علم ہے۔

مجلس تفسیر اور اس کا فیض:

اسی اہمیت کے پیش نظر حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ جمعرات کو عشاء کی نماز کے بعد منارہ مسجد میں قرآن کریم کی تفسیر کیا کرتے تھے اس میں قرآن کے معانی ومطالب، احکام وحکم لوگوں کے سامنے واضح فرماتے تھے، بڑی دل چسپی سے لوگ شریک ہوتے تھے اور آپ کے علوم سے مستفیض ہوتے تھے، حضرت مفتی عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم فرماتے ہیں: حتی کہ تمام دنوں کا تقرر کرکے ہر مسجد میں تفسیر، بیان ودرس دیتے تھے اور اطراف کے دیہاتوں مثلاً نگچانہ، چاکھوا، واڈلا، حسین آباد، سیپا، ڈاری، آدری وغیرہ جگہوں پر بھی درسِ قرآن وتفسیر کے لئے دن مقرر کئے ہوئے تھے، جس میں سادات اور دیگر حضرات کے ساتھ خود بندہ بھی شرکت کرتا تھا۔ کئی سالوں تک آپ نے اس درسِ تفسیر سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا، آپ کی تفسیر بہت نرالی اور عام فہم انداز پر مبنی ہوتی تھی یہی وہ واحد مجلس تفسیر تھی جس میں لوگ دور و دراز سے آکر شرکت فرماتے تھے، اس کے علاوہ پورے شہر مانگرول حتی کہ اطراف واکناف میں کہیں بھی مجلس تفسیر کا وجود ہی نہیں تھا، ایسے دور میں آپ لوگوں کو قرآن کا

درس دیگر احکام خداوندی سمجھایا کرتے تھے، دین کی صحیح تصویر ان کے سامنے پیش کرتے تھے، آپ کی رحلت سے گر چہ یہ مجلس سنی ہوگئی مگر آپ ہی کی برکت سے آج شہر مانگرول میں جگہ جگہ مسجدوں میں تفسیر قرآن کی مجلسیں ہو رہی ہیں، جس سے لوگ مستفیض ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو قائم اور دائم رکھے، آمین۔

اسرائیلی روایت کے بارے میں:

ایک مرتبہ آپ نے دورانِ تفسیر عوج بن عنق کا واقعہ سنایا، اسرائیلی روایت کے مطابق یہ آدمی بہت ہی لمبا تھا تو آپ نے فرمایا کہ جب آدمی اتنا لمبا تھا تو اس کے پاجامہ کا ناپ کون لیتا ہوگا؟ پھر سامعین کی طرف نظر گھما کر فرمانے لگے، یہ اسرائیلی روایتیں ہیں ایسی باتیں چھوڑو، اللہ بچائے، گویا آپ نے سامعین کو اسرائیلی روایت کے بارے میں یہ اشارہ دے دیا کہ ایسی چیزوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اسرائیلیات کا معاملہ تصدیق وتکذیب کے مابین معلق ہے، اور حدیث پاک میں بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو یہی تعلیم دی ہے: **لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم** کہ تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو۔

(بخاری، کتاب التوحید: ۱۲۰۵، رقم الحدیث: ۷۵۴۲، باب ما یجوز من تفسیر التوراۃ وغیرہا)

ہدایت: مضمون بالا میں اسرائیلی روایات سے مراد وہ ہیں جو قرآن

وحدیث کے مخالف ہوں، ہاں البتہ وہ اسرائیلی روایات جن کا مضمون قرآن وحدیث کے موافق ہے وہ معتبر ہیں اس کی مکمل تفصیل شروحات حدیث میں موجود ہے وہاں مراجعت فرمالیں۔



تصنیفات وتالیفات

آپؒ نے امت کی رشد وہدایت ،توحید وتصوف سے روشناس کرانے کے لئے محققانہ انداز میں کئی گراں قدر وقیمتی کتب ورسائل تالیف فرمائے ،جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) **حقیقۃ التصوف**: اس رسالہ میں تصوف کی حقیقت ، نیز سالک کوراہِ سلوک میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اس کو بڑے اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر سالک اور بیعت ہونے والے کے لئے یہ رسالہ بہت ہی مفید ہے۔

اس کتاب کے متعلق مفتی عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم گجراتی رسالہ نور محمدی کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں جاہل صوفیوں اورفن تصوف میں معمولی علم رکھنے والے اورذاکرین اورسالکین اورابتدائی مریدین کے غلط اور گمراہ کن عقائداور وساوس کا بڑے اچھے انداز میں کافی ووافی رد فرمایا ہے، کسی بھی سلسلے کے مریدین اورسالکین کے لئے یہ رسالہ نہ صرف مفید بلکہ مشعل ہدایت کا کام دیتا ہے۔ (انتخاب از دیباچہ نورمحمدی گجراتی :ص ۲، تالیف لطیف مفتی ابراہیمؒ سابق مفتیٔ اعظم مانگرول کاٹھیاواڑ)

(۲) **تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان**: یہ رسالہ قابل ذکر وقابل دید ہے، نیز رد شرک میں اپنی نظیر آپ ہے، حضرتؒ نے

اس رسالہ میں ردّ شرک و بدعات پر قدیم اکابر علماء کے طرز پر کھل کر برملا اظہار فرمایا ہے، علماء اور عوام کے درمیان بہت ہی مقبول رسالہ ہے، یہ رسالہ اردو میں ہے اور بمبئی سے شائع ہوتا رہتا ہے، ضرورت کے پیش نظر اور حضرت کے حکم کے مطابق یہ رسالہ بہت عرصہ پہلے توحید و رسالت پبلیکیشن انجمن اسلام ٹرسٹ مانگرول کی جانب سے گجراتی میں شائع ہوا تھا، چونکہ یہ رسالہ اردو میں ہے اور اس میں اصطلاحی الفاظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں اور بعض جگہوں پر مشکل الفاظ بھی موجود ہے اس لئے حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں اس کو سہل و آسان فرمانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ یہ شرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب ماسٹر اسماعیل صاحب چورواڑ والا کو عطا فرمایا، جنہوں نے نہایت جانفشانی اور محنت وتوجہ سے یہ کام بڑی خوبی سے انجام تک پہنچایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے اور دوبارہ گجراتی ایڈیشن کے منظر عام پر آنے کے اسباب و وسائل مہیا فرمائے اور عقیدت مندوں کو اس پر اپنی فکریں مبذول کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ یہ رسالہ ہر مسلمان بالغ مرد و عورت کو بغور بار بار پڑھنا چاہیے، کیوں کہ حق تعالیٰ شانہ کی نگاہ میں کفر اور شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اور ہمیشہ انسان شرک ہی کے ذریعہ کفر تک پہنچ جاتا ہے، اسی لئے انبیاء علیہم السلام کا سب سے پہلا اور بڑا کام ردشرک ہی رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ گناہ سخت ناپسند و مبغوض ہے جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ

سے صراحۃ ثابت ہے۔ اللہ پاک ہر ایک مسلمان کی کفر اور شرک جیسے عظیم گناہ سے حفاظت فرمائے اور اس رسالہ سے پوری طرح مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (ماخوذ از تعارف فی انواع الشرک گجراتی)

(۳) **رسالہ نور محمدی:** یہ رسالہ بھی بعض خاص عقائد کے رد میں تالیف فرمایا ہے مثلاً بعض لوگ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کو اللہ سے ملا دیتے ہیں اور دونوں کو برابر کر دیتے ہیں حتی کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا مانتے ہیں، یہ عقیدہ اسلام میں غلط اور گمراہ کن ہے بلکہ اسلام کے دائرہ سے خارج کرنے والا ہے، اسی طرح بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بشریت کے مقام سے اتنا نیچے گرا دیتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیت کی اہمیت کو ختم کر دیتے ہیں حتی کہ اپنے کو اور رسول کو برابر سمجھتے ہیں، یہ بھی گمراہ کن اور توہین انبیاء علیہم السلام کے مرادف ہے، اس لئے اس رسالہ کی تالیف فرما کر مفتی (ابراہیم صاحبؒ) نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ فرما دیا، خاص طور پر نور محمدی اور نور اللہ یعنی اللہ کے نور کا فرق بڑے اچھے انداز میں بیان فرمایا اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بڑے واعظانہ انداز میں بیان فرما کر بعض گمراہ کن عقائد کا رد فرما کر ہماری اس جہالت کے دور میں بڑی حکمت بھری اور صاف صاف رہبری فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو بھی اور رسالوں کی طرح مقبول فرما کر سب کے لئے مفید فرمائے۔ (رسالہ نور محمدی گجراتی: ۲، دیباچہ سے ماخوذ)

یہ رسالہ پہلی ہی بار رمضان ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ عیسوی میں ادارہ ملت خدام الدین مانگرول ضلع جونا گڈھ سے شائع ہوا تھا، اللہ کرے یہ رسالہ شائع ہوتا ہی رہے تا کہ امت ہر وقت اس سے مستفیض ہوتی رہے۔

(۴) **توحید خالص**

(۵) **حق کی کسوٹی یعنی رد شرک وبدعات:** اس رسالہ کو پڑھنے سے دیوبندی و بریلوی بہت سے تنازعات کا فیصلہ ہوسکتا ہے، اس رسالہ میں نماز کے بعد جہر سے دعاؤں کا مروجہ طریقہ اور قبور کو بوسہ دینا، ان کا طواف کرنا، ان کو سجدہ کرنا، ان پر پھول چادر چڑھانا اور بزرگان دین کو پکارنا اور ان سے مدد مانگنا اور ان کی منتیں ماننا اور ان کو حاضر وناظر سمجھنا اور علم غیب اور قیام اور موئے مبارک وغیرہ کے مسائل مدلل مذکور ہیں۔

(حق کی کسوٹی: ۱، از مفتی ابراہیمؒ (سابق مفتیٔ مانگرول)

یہ رسالہ ایک تحریری مناظرہ ہے، اس رسالہ میں جناب مولوی مختار احمد صاحب صدیقی میرٹھی کے گیارہ سوالات اور اس پر آپ کی طرف سے دئے گئے مکمل و مدلل جوابات تحریر کئے گئے ہیں، نیز اس رسالہ کے اخیر میں وہ گیارہ سوالات بھی مذکور ہیں جو آپ نے مولوی مختار سے کئے تھے، جس کا جواب وہ آج تک نہیں دے سکے ہیں، حتی کہ اس کے جواب سے اب تک مخالفین مبتدعین عاجز و قاصر ہیں اور صبح قیامت تک عاجز رہیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اسی رسالہ کے صفحہ ۲ پر خود حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ اس کی وجہ تالیف بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب میں تحصیل علم سے فارغ ہوکر آیا اور میں نے علم دین کی تبلیغ شروع کی تو ایسے ہی لوگوں (مراد غالی اور متشدد بدعتیوں) نے میری مخالفت پر کمر باندھی اور میری جانب سے عوام الناس کو بدظن کرنے کی چال چلی کہ ان کے عقائد خراب ہیں ان کی باتیں نہ سنو، مولوی مختار احمد صاحب صدیقی میرٹھی نے مجھ سے گیارہ سوالات کئے جن کو حکیم انوار حسین صاحب نے احمد آباد محلہ تاجپور پانچ پپلی مسجد چوندری گراں کے ایک مجمع میں پڑھ کر سنائے، مجھے کچھ ایسے خاص مواقع پیش رہے کہ جن کی وجہ سے ان کے جوابات جلد نہ لکھ سکا اب بمدد خداوند کریم ان کے جوابات لکھ کر شائع کرتا ہوں، اور اس کی جناب میں دعاء کرتا ہوں کہ وہ عزاسمہ لوگوں کو ہدایت بخشے اور امید کرتا ہوں کہ ان جوابات سے اس الزام کی جوانہوں نے مجھ پر باندھا ہے حقیقت روشن ہوجائے گی اور حق وباطل میں بوجہ اتم فیصلہ ہو سکے گا، عوام ان کی چالوں سے بچ سکیں گے اور راہ راست اختیار کرسکیں گے، اسی خیال کو مدنظر رکھ کر میں نے بھی ان سے گیارہ سوالات کئے ہیں کہ ان کے جوابات شائع ہونے پر ان کے عقائد بھی معلوم ہوں گے اور ناظرین با تمکین کو حق وباطل میں تمیز کرنے حق کو اختیار کرنے اور باطل کو ترک کرنے کا پورا پورا موقع ملے گا۔ (حق کی کسوٹی یعنی ردشرک وبدعات: ص ۲ از مفتی ابراہیم) (سابق مفتیٔ مانگرول)

یہ رسالہ جہاں اہل حق کے لئے مفید ہے وہیں اہل باطل مبتدعین کے لئے بھی مفید ہے کہ اس کے مطالعہ سے ان کا بطلان واضح ہوگا اور راہ راست کی طرف لوٹنا آسان ہوجائے گا، یہ رسالہ آپ کے احمد آباد کے دور قیام میں لکھ کر شائع کیا گیا تھا، اللہ کرے ہر وقت شائع ہوتا رہے اور امت اس سے مستفیض ہوتی رہے، خاص کر اہل علم کے لئے یہ رسالہ بے حد مفید ہے۔

(۶) **امید نجات:** اس رسالہ میں حضرت مفتی صاحبؒ نے عوام میں مروجہ غلط عقائد کی اصلاح فرمائی ہے، مفتی عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم اس رسالہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مرشدنا حضرت مفتی محمد ابراہیم نوراللہ مرقدہ کی آخری تمنا اور آخری امید کی شکل میں یہ امید نجات نام کی تالیف ہے جس میں حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے مخصوص انداز میں عوام میں غلط پھیلے ہوئے عقائد کی اصلاح فرمائی ہے جیسا کہ آپ کی تالیف (تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان) میں بھی غلط عقائد کی صحیح حوالوں کے ساتھ اصلاح فرمائی ہے (جیسا کہ پہلے آچکا ہے)

(ماخوذ از امید نجات گجراتی)

یہ رسالہ ۱۹۸۷ عیسوی مطابق ۱۴۰۷ ہجری میں ادارہ اشاعت دین چیریٹیبل ٹرسٹ مانگرول سے شائع ہوچکا ہے، یہ رسالہ بہت ہی مفید ہے اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

(۷) الصلوۃ معراج المؤمنین

(۸) سائنس سے ثابت خدا ہے:

اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس کتاب کی تصنیف کا سلسلہ جاری تھا اوراس کے مضامین بڑے عجیب انداز سے لکھے جارہے تھے، جنہوں نے اس کتاب کوقریب سے دیکھا ہے وہ اس کی عظمت کو جانتے ہیں۔ جب یہ کتاب لکھی جارہی تھی اس وقت آپ کے دو خادم آپ کے پاس بیٹھے تھے، چونکہ سائنس سے متعلق باتیں لکھی جارہی تھی اس لئے حضرت نے اپنے خادموں سے پوچھا کہ بتاؤ؟ (Radium) ریڈیم کس دھات سے بنتا ہے؟ ان میں سے ایک نے بڑا عجیب فارمولا بیان کیا کہ پہلے لاکھوں ٹن ڈامر جلایا جاتا ہے اس میں سے (Uranium) یورینیم نکلتا ہے، پھراس یورینیم میں (Pech Blene) پیچ بلین دھات کو ملایا جاتا ہے، اس میں سے صرف ایک گرام ریڈیم تیار ہوتا ہے جس کی قیمت اندازا کروڑوں روپئے ہوتی ہے۔ حضرت قدس سرہ نے اس فارمولے پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اوراس کو اپنی تصنیف ''سائنس سے ثابت خدا ہے'' میں شامل فرمالیا۔

لیکن سوئے قسمت ! یہ کتاب مکمل نہ ہوسکی اور آپ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ بعد میں تلاش بسیار کے باوجود بھی یہ مسودہ کسی کے ہاتھ نہ لگا۔ اللہ جانے کس کے حوالے ہوگیا۔

(۹) **پیغام رحمت:** اس رسالہ میں حضرت محمد ﷺ کی مختلف رحمتوں کا بیان ہے جس کے پڑھنے سے نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشق ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے، اس رسالہ کے بارے میں بندہ کے استاذ محترم حضرت اقدس مولانا مفتی قاسم صاحب مانگرولی دامت برکاتہم (استاذ حدیث وفقہ جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت) فرماتے ہیں:

حضرت مفتی (ابراہیم) صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں حضور اقدس ﷺ کی رحمت کے شعبوں کو بیان فرمایا ہے تاکہ اس کو پڑھ کر آپ ﷺ کی محبت پیدا ہواور دین پر چلنا آسان ہو۔

(ماخوذ از پیغام رحمت گجراتی: ص۱)

یہ رسالہ اردو زبان میں تھا پھر اسے گجراتی زبان میں کر کے شائع کیا گیا، خود حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ نے یہ رسالہ مولانا قاسم صاحب (سابق امام منارہ مسجد، ویراول) کو اپنی حیات ہی میں پہلے گجراتی کرنے اور پھر چھپوانے کے لئے دیا تھا، انہوں نے مولانا ابرار صاحب سورتی کے پاس گجراتی کروا کر وقف کیا، بہر حال یہ رسالہ بہت مفید ہے، مختصر ہے مگر جامع مانع ہے، اسکے پڑھنے سے واقعۃً عشق رسول ﷺ کی چنگاری دلوں میں بھڑک اٹھتی ہے، اس لئے اپنے مطالعہ میں اس رسالہ کو ضرور رکھنا چاہئے۔

(۱۰) **ردّ زلزلہ:** یہ حضرتؒ کا تصنیف کردہ بہت قیمتی رسالہ ہے اس

پر بندۂ عاجز نے بتوفیق خداوندی ترتیب وتخریج کا کام انجام دیا ہے، اس میں حضرتؒ نے زلزلہ نامی کتاب کا بڑے تحقیقی انداز میں رد لکھا ہے، زلزلہ بریلوی عالم کی لکھی ہوئی کتاب ہے اس میں اس نے دیوبندی علماء پر الزام تراشی کی ہے، اس کا مدلل اور مکمل جواب ردزلزلہ میں دیا گیا ہے، گویا کہ یہ کتاب علماء دیوبند پر لگے ہوئے الزام کو رفع کرنے میں کلیدی کردار ادا کررہی ہے، یہ کتاب دیوبندی اور بریلوی ہر دوطبقہ کے لئے یکساں مفید ہے بایں معنی کہ اس میں علماء دیوبند پر الزام تراشی کا دفعیہ ہے، جبکہ بریلوی طبقہ کے لئے خود ان کے بطلان کو آشکارا کررہی ہے جس سے آئندہ کبھی الزام تراشی کی ہمت نہ ہوسکے گی، اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے، خصوصاً جو حضرات رد بریلویت پر کام کررہے ہیں، ان کے لئے یہ کتاب بہت ہی مفید ثابت ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر ایک کے لئے نافع بنائے۔

(۱۱) **خطبات جمعہ :** یہ حضرت مفتی صاحبؒ کا قلمی نسخہ ہے جو ابھی تک منظر عام پر نہیں آیا ہے، اس میں مختلف موضوعات پر جمعہ کے خطبے قلمبند کئے گئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ کا علمی کمال یہ تھا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں از خود خطبے تیار کرکے جامع مسجد مانگرول میں خطبہ دیا کرتے تھے۔ استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد قاسم صاحب گوسلیا مانگرولی دامت برکاتہم حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی علمی صلاحیت کو اجاگر کرتے

ہوئے فرماتے ہیں کہ ضعفِ بدن کے باوجود مطالعۂ کتب میں مگن رہنا اور جمعہ وعیدین کے عربی خطبے ذاتی استعداد سے تیار کر کے جمعہ وعیدین میں پیش کرنا معمولی صاحب علم کے احاطۂ ادراک سے بعید ہے۔

بہرحال! حضرت کے دست بابرکت سے لکھے ہوئے یہ خطبات بہت ہی قیمتی ومفید ہے اور جامعیت کے حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی تو ان شاء اللہ عنقریب یہ خطبات منصۂ شہود پر آجائیں گے، جس سے امت کے علماء خصوصا خطباء کے لئے استفادہ کی راہ ہموار ہوجائے گی۔



تیسرا باب

دین پر آزمائشیں

قانون خداوندی یہ ہے کہ جو بندہ جتنا مقبول ہوتا ہے اس پر آزمائشیں بھی اسی قدر آتی ہیں۔حدیث میں ہے :لوگوں میں سب سے زیادہ سخت آزمائش انبیاءعلیہم السلام کی ہوتی ہے، پھران لوگوں کی جوطور وطریق میں ان کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، پھر وہ لوگ جوانبیاء کےقریب کےقریب ہوتے ہیں۔ (جامع ترمذی، کتاب الزہد،ص:۳۷۴ رقم :۲۳۹۸باب ماجاء فی الصبر علی البلاء،مختصر المقاصد:۱۰۲،النوافح العطرۃ:۴۵،صحیح)

دیکھئے دنیا میں اللہ کے سب سے محبوب ترین بندے انبیاء کرام ہیں توان پر حالات اور تکالیف بھی ایسی ڈالی گئی اور ان میں سب سے بڑا درجہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہےتو آپ کو بنسبت دیگر انبیاء کے زیادہ ستایا گیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستہ (یعنی دین کی دعوت اور اللہ کا پیغام پہنچانے)میں مجھے اتنا ڈرایا، دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا، دھمکایا گیا، اور اللہ کے راستہ میں مجھے

اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا۔

(جامع ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق، رقم:۲۴۷۲، ص:۴۸۶)

اسی طرح درجہ بدرجہ جو بندہ اللہ سے جتنا قریب ہوتا ہے اس پر اسی کے بقدر حالات آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس پر ثابت قدمی بھی عطا فرماتے ہیں۔

حضرت قدس سرہ پر بھی بہت سخت حالات آئے لیکن صبر واستقامت کے ساتھ دین کی آبیاری کرتے رہے، آج جو کچھ بھی دین کی باغ وبہار شہر مانگرول میں نظر آرہی ہے اس میں حضرتؒ کا بہت بڑا کردار شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی مجاہدانہ زندگی کو مغفرت کا ذریعہ بنا کر جنت میں درجات عالیہ کا فیصلہ فرمائے۔ ذیل میں چند واقعات ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں جن سے بخوبی معلوم ہوگا کہ حضرت قدس سرہ اشاعت دین کے خاطر کیسی کیسی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔

ایک صاحب نے تھپڑ رسید کر دیا:

حضرت قدس سرہ نے اپنے زمانے میں بدعات وخرافات کو ختم کرنے کے لئے بہت محنت ومشقت برداشت کی، تعزیہ کی بدعت عروج پر تھی، اس کو ختم کرنے کے لئے آپ نے بہت زبردست بیان کیا، جس سے لوگوں میں مخالفت کا ماحول قائم ہوگیا اور بعض لوگ آپ کے دشمن بن گئے، ایک آدمی

نے اسی بناء پر حضرت کو ایک دو تھپڑ بھی رسید کردیئے لیکن آپ صبر کا دامن تھامے ہوئے کھڑے رہے۔ اپنی زبان سے کوئی بد دعائیہ کلمات نہیں کہے، بلکہ دل ہی دل میں اس کو معاف کردیا اور پتہ نہیں اس کے حق میں آپ نے کیا دعاء کردی کہ ان کی اولاد کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے حفاظ اور علماء پیدا کردیئے۔ اہل اللہ کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ مار کھا کر بھی دین کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔

گھوڑا گاڑی پر پتھر برسائے گئے:

حضرت قدس سرہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز شہر مانگرول کی عظیم الشان عیدگاہ میں پڑھایا کرتے تھے اور وہاں کثیر تعداد میں لوگ نماز پڑھنے آیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت نے عیدگاہ میں لوگوں کو عید کی نماز پڑھا دی، لوگ نماز پڑھ کر جانے لگے، اتنے میں مچھیارا قوم (جو دین سے بے انتہاء ناواقف سمجھی جاتی تھی) کے لوگوں نے آکر حضرت سے کہا کہ عید کی نماز دوبارہ پڑھائیے، ہماری عید کی نماز باقی ہے۔ حضرت نے کہا کہ عید کی نماز تو ایک مرتبہ ہوتی ہے، دو بار نہیں ہوتی، لیکن وہ اپنی ضد پر اڑے رہے، یہاں تک کہ ماحول آپس میں بگڑنے لگا، لوگوں نے حضرت کو گھوڑے گاڑی پر بٹھا دیا، جب گھوڑا گاڑی روانہ ہوئی تو مچھیارا قوم نے اس پر پتھر برسانا شروع کیا، پتھر

برستے اور غائب ہوجاتے کسی کو بھی کوئی تکلیف نہ پہنچی اور حضرت بسہولت اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ دین کے خاطر حضرت کو اس طرح ستایا گیا مگر حضرت اپنے کام میں لگے رہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کی کرامت سے وہ پتھر غائب ہوجاتے تھے، کسی کو لگتے نہیں تھے۔

”انواع الشرک“ اہل بدعت کی آنکھوں میں کانٹا بن گئی:

جب یہ کتاب منصۂ شہود پر آئی تو اہل بدعت کی آنکھوں میں کانٹا بن گئی کیوں کہ اس میں شرک کی اکثر اقسام بیان کردی گئی ہیں، مانگرول اور بمبئی کے علاقوں میں اس پر بہت چرچے ہوئے، بمبئی میں بریلویوں نے اپنے بڑے مولوی کو یہ کتاب دکھائی اور کہا کہ اس کو غور سے دیکھو اور غلطی ہو تو بتاؤ تاکہ ان کو جواب دیا جاسکے۔

مولوی صاحب نے پوری کتاب دیکھی، کوئی غلطی نظر نہ آئی، کیوں کہ قرآن و حدیث کے عین مطابق لکھی گئی تھی، بالآخر مولوی نے اپنی عزت و آبرو بچانے کے لئے یہ کہا کہ اس کتاب میں مؤلف کا جو نام لکھا ہوا ہے یہ بھی شرک ہے۔(اس کتاب میں الحاج ابراہیم غفرلہ ولوالدیہ نام لکھا ہوا تھا) لوگوں نے مولوی کی بات سنتے ہی شور مچانا شروع کردیا اور جو حضرت مفتی صاحب کے چاہنے والے تھے ان کو کہنا شروع کیا کہ آپ کے مولوی نے نام لکھ کر شرک کیا ہے، گویا ان کو کتاب میں لکھی ہوئی شرک کی تمام باتیں بہت گراں گزری اس

لئے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے نام مؤلف کوشرک کی طرف بلاوجہ منسوب کردیا، خیر! حضرت کے متعلقین نے یہ سارا واقعہ حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کو مانگرول آکر سنایا تو حضرت نے کہا: یا اللہ یہ کیسے لوگ ہیں؟ میں نے تو یہ نام اس لئے لکھا تھا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ اس کا لکھنے والا کون ہیں تا کہ اس میں بھول ہوتو مجھے پکڑ سکے ورنہ تو وہ کس کو پکڑتے ، اس لئے میں نے تو نام لکھا ہے۔

اسکے بعد حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ نے اس فتنہ کے دفعیہ کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ اور مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ سے فتاویٰ منگوائیں تب جاکر فتنہ رفع ہوا، یہ بات مندرجۂ ذیل خط سے معلوم ہوئی۔

خط کا پس منظر یہ ہے کہ آج سے تقریباً ۱۸ سال قبل حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی (استاذ حدیث ومعین مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل نوساری) نے حضرت مفتی ابراہیم صاحب احمد آبادیؒ کے حالات معلوم کرنے کی غرض سے حضرت ڈاکٹر اسماعیل صاحب میمن مدظلہ العالی (جن کا شمار عبقری شخصیات میں ہوتا ہے ، آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کے اجل خلفاء ومجازین میں سے ہیں۔ آپ کا فیض امریکہ، کینیڈا وغیرہ ممالک میں خوب پھیلا ہے، فی الحال آپ کینیڈا میں مقیم ہے) کے نام پر ایک خط لکھا تھا، آپ چونکہ اصلاً مانگرول ہی کے باشندے ہیں

اور اس زمانہ میں حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ بھی مانگرول ہی میں قیام پذیر تھے، اس لئے جو کچھ حالات آپ کی فہم ودانست میں تھے اسے قلمبند کر کے جوابی خط مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی کے نام پر ارسال کیا تھا، اس خط میں خاص طور پر تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان (جو حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کا تصنیف کردہ بہت ہی مفید وانیق رسالہ ہے) والے واقعہ کا مختصر مگر جامع ومانع تذکرہ موجود ہے۔ مضمون کی مناسبت سے مکمل خط مِنْ وعَنْ یہاں پر نقل کیا جاتا ہے۔

گرامی نامہ: حضرت اقدس ڈاکٹر اسماعیل صاحب میمن دامت برکاتہم

(خلیفہ ومجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ) (بفیلو، امریکہ)

مکرم ومحترم جناب الحاج مفتی عبدالقیوم صاحب مدفیوضہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے متعلق دریافت فرمایا، میرا بچپن تھا، جب مفتی صاحب مانگرول میں فارسی استاذ کی حیثیت سے مانگرول تشریف لائے تھے، ہمارے محلہ میمن واڑہ میں قیام تھا، میں بچہ تھا اور ان کے صاحبزادے جو کہ میرے ہم نام تھے، ان کے ساتھ میں کھیلا کرتا تھا اور ان کے گھر میں بھی جانا ہوتا تھا، ان کی شفقتیں بہت یاد ہیں، مگر تفصیل کچھ یاد نہیں۔

ایک مرتبہ میرے والد صاحب نے مفتی صاحب کو فرمایا کہ اسماعیل کو

فارسی پڑھائیں، لہذا انہوں نے بندہ کو فارسی پڑھائی، یہ یادنہیں کہ کتنے عرصے تک، اورنہ ہی کوئی تفصیل یاد ہے، البتہ ان سے گہرا تعلق خوب یاد ہے۔ ۱۹۵۱ء کے دسمبر میں ہم بھائی بہن کراچی منتقل ہوگئے اور والد صاحب مع سوتیلی والدہ اور بہن، بھائی مانگرول ہی میں رہے۔

ایک مرتبہ کراچی اس ناکارہ کو مفتی صاحب نے تحریر فرمایا کہ فلاں فلاں کتابیں چاہئے اگر تو بھیج سکے۔ بندہ نے وہ کتابیں خرید کر ان کی خدمت میں بھیج دی تھیں، ایک مرتبہ جبکہ انہوں نے ردّ بدعات پر ایک رسالہ شائع فرمایا تھا اور مانگرول میں ہنگامہ ہوگیا تھا تو انہوں نے وہ رسالہ بندہ کے نام بھیج کر وہاں کے مفتی حضرات سے فتویٰ منگوایا، بندہ نے (حضرت) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور (حضرت) مولانا احتشام الحق تھانویؒ سے فتویٰ لیکر ان کے پاس بھیجا تو الحمد للہ فتنہ رفع ہوگیا تھا۔

ابتداء میں میمن واڑہ میں قیام تھا، بعد میں قاضی واڑہ کی مسجد میں امامت اور قیام ہوگیا تھا اور جمعہ مسجد میں جمعہ پڑھاتے تھے، مانگرول میں کاٹھیاواڑ کے دیگر مقامات کی طرح بدعات خوب تھیں مگر مفتی صاحبؒ کی برکت سے الحمد للہ مانگرول کی غالب اکثریت ٹھیک ہوگئی تھی۔ بندہ کے ساتھ ان کو بہت گہرا تعلق تھا، مزید تفصیلات آپ کو مفتی عبد اللہ صاحب خطیب حال مانگرول سے معلوم ہوسکیں گی کہ وہ ان کی خدمت میں کافی عرصہ رہیں اور غالباً

ان کے خلیفہ بھی ہیں۔ فقط والسلام

اسماعیل عفی عنہ (۲۶/ ۳/ ۲۴ ۱۴ھ)

حضرت ڈاکٹر صاحب کا یہ خط آج بھی حضرت مفتی عبدالقیوم راجکوٹی صاحب مدظلہ العالی کے پاس موجود ومحفوظ ہے اور آپ ہی کی وساطت سے یہ قیمتی خط یہاں نقل کیا گیا ہے۔ بندہ شکرگذار ہے حضرت مفتی صاحب کا کہ انہوں نے بہت قیمتی ومفید خط بذریعہ واٹسیپ عنایت فرما کر بندہ کا علمی تعاون فرمایا، مزید یہ کہ خط کی قدامت کی وجہ سے جو الفاظ صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آرہے تھے ان کو فون پر پڑھ کر بتلایا اور ضرورت کے بموجب نشاندہی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آپ کے فیوض وبرکات کو چہار دانگ عالم میں پھیلا دے اور حضرت مفتی ابراہیم صاحب رحؒ جیسی حمیت دینی وغیرت اسلامی نیز آپ کے دین پر صبر وثبات اور عزم واستقلال جیسے اوصاف عالیہ سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین۔

تقسیم ہند کے وقت سکھوں کا ظلم اور آپ کی حفاظت:

تقسیم ہند کے وقت سکھوں نے مسلمانوں پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑ دیئے تھے، پورے ملک میں ظلم وبربریت کی آگ لگا دی گئی تھی، جہاں کہیں مسلمان نظر آتا سکھ اسے مار کر موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا، یہ آگ پھیلتی ہوئی کاٹھیاواڑ (گجرات) تک پہنچ گئی، سکھ لوگوں کی ٹرین مکمل ہتھیار واسلحہ، بم

وبارود اور ٹینک سے بھری ہوئی کاٹھیاواڑ پہنچی چونکہ یہ لوگ اس وقت ۶۰ فیصد
سے بھی زیادہ آرمی میں جڑے ہوئے تھے، اس لئے ٹینک اور بم وبارود کا وافر
حصہ ان کے پاس موجود تھا، جب یہ ٹرین وانکانیر پہنچی (جو اس وقت موربی،
ضلع کا مشہور تحصیل ہے) تو ان کا ارادہ یہاں کے مسلمانوں پر ظلم کرنے کا تھا،
کیوں کہ یہاں کی اکثر آبادی مسلمانوں کی ہے اور ان میں بھی مومن برادری
بڑے پیمانہ پر ہے، مومن برادری سادگی پسند، جفاکش، امانت دار، وفادار، اور
دیگر خوبیوں کی حامل سمجھی جاتی ہے اس وقت کی زیر حکومت یہ برادری بڑی
وفادار سمجھی جاتی تھی۔

بادشاہ کی طرف سے جو زمین کاشتکاری کے لئے دی جاتی، ان میں بڑی
محنت وجفاکشی سے پیداوار تیار کرتیں اور بڑی امانت داری کے ساتھ پیداوار کا
جو حصہ بادشاہ کے لئے متعین ہوتا پہنچایا کرتی تھی، اس لئے بادشاہ کے دل میں
بھی ان کی بڑی عزت تھی اپنی مملکت کی اچھی زمینیں ان کے حوالہ کردی تھی،
کیوں کہ یہ برادری کاشتکاری میں بڑی مہارت رکھتی تھی، اور آج بھی یہ
برادری اپنی سابقہ روایات پر قائم ودائم ہے، بادشاہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ ایسے
وفادار، جفاکش، امانت دار مسلمانوں کو سکھوں کے ہاتھوں پٹوادیئے جائے،
اس لئے پہلے ہی سے بادشاہ نے اپنے بیٹے کو ہتھیاروں سے لیس کرکے وانکانیر
کے ریلوے سٹیشن پر کھڑا کردیا تھا، اس نے سکھوں سے کہہ دیا کہ تم کو یہاں

اترنے کی اجازت نہیں ہے اگر اتروں گے تو بندوق کی گولیاں بارش کی طرح تم پر برسے گی جب دیکھا کہ یہاں تو معاملہ گرم ہے اور اترنے میں جان کا خطرہ ہے تو انہوں نے ٹرین آگے کی طرف روانہ کردی، جونا گڈھ (سورٹھ) اس وقت مسلمانوں کا گڈھ سمجھا جاتا تھا، یہاں کا بادشاہ مسلمان نواب تھا وہ لوگ یہاں پہنچے اور انہوں نے جونا گڈھ اور اس کے اطراف واکناف کے بڑے بڑے مسلم گاؤں میں ظلم وتشدد کرنا شروع کردیا، جس سے مسلمانوں کو کافی جانی ومالی نقصان پہنچا، سکھ کا ایک دستہ ٹینک اور بم وبارود لیکر مانگرول پہنچا، لیکن یہاں آکران کے حوصلے سرد ہوگئے، کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اس درمیان کسی دشمن خدا نے حضرت مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ بتادیا اور ان سے کہا کہ یہ آدمی پڑوس ملک کا جاسوس ہے۔ آپؒ قاضی واڑہ میں رہتے تھے، چنانچہ وہ لوگ مارے غضب کے حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کو گرفتار کرکے ان پر ظلم وتشدد کرنا چاہتے تھے، اس لئے ٹاور کے راستے سے قاضی واڑہ آرہے تھے، ابھی قاضی واڑہ پہنچنے ہی والے تھے کہ راستے میں ٹینک پھوٹی اور ایسا دھماکہ ہوا کہ ان کا بیشتر سامان ہلاک وبرباد ہوگیا جس سے وہ لوگ خوفزدہ ہوگئے اور واپس چلے گئے، دشمن خدا جس نے حضرتؒ کا پتہ بتلایا تھا وہ دل ہی دل میں سوچتا ہوگا کہ آج تو وہ سکھوں کے ہاتھ ہلاک وبرباد ہوہی جائیں گے لیکن اللہ کی تدبیر کچھ اور کام کررہی تھی جیسے ہی قاضی واڑہ کے قریب پہنچے ٹینک

کو چھوڑ کر خود انہیں لوگوں کو خوفزدہ کر دیا اور پسپا ہو کر واپس جانا پڑا، اللہ تعالیٰ جب کسی کو بچانے پر آجائے کوئی اسے تکلیف نہیں پہنچا سکتا، آپؒ نے دین کے خاطر اس طرح کی بہت سی تکلیفوں کو برداشت کیا، مگر دین کو ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا جب بندہ دین پر جمتا ہے تو حالات سے بھی دو چار ہونا پڑتا ہے اور حالات کا مقابلہ کرتے کرتے مضبوطی سے دین پر جما رہتا ہے تو پھر نصرت خداوندی اس کا استقبال کرتی ہے جیسے حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی اللہ نے نصرت و مدد فرمائی یہ واقعہ ہمارے لئے عبرت ہے کہ دین کے خاطر کیسے ہی سخت حالات کیوں نہ آجائے اسے برداشت کر کے دین کی اشاعت و ترویج میں لگے رہنا چاہئے کچھ وقت کے بعد حالات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر مداومت و مواظبت عطاء فرمائے۔



چوتھا باب

کرامات ومکاشفات

مشائخ کرام اور اولیاء اللہ کی سوانح کا اہم باب کرامات بھی ہے۔کشف وکرامات اگرچہ لوازم ولایت میں سے نہیں ہیں لیکن اگرکسی مقبول بندہ کومنجانب اللہ یہ عطاء ہوں تو دلیل ولایت ہے اور اعلیٰ مناقب میں شامل ہیں، تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان میں لکھا ہے کہ بیشک اولیاء اللہ کی کرامتیں برحق ہیں، یہ ان کے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے۔اللہ تعالیٰ جب چاہتاہے تب ان کے ہاتھ پر کرامت ظاہر کرتاہے۔(ص:١٩) یوں تو کرامت کی مختلف اور بے شمار قسمیں ہیں،لیکن ایک عام شکل زمان ومکان کی قید ختم ہونے کی ہے۔یعنی صاحبِ کرامت بزرگ ہزاروں میل دور کی باتیں بالکل اس طرح دیکھ لیتے ہیں اور محسوس کرلیتے ہیں جیسے کہ وہ بالکل قریب ہورہی ہوں یاایک جگہ رہتے ہوئے بیک وقت اور پلک جھپکتے میں ہزاروں میل ہوآتے ہیں۔

(ماہنامہ منادی نئی دہلی:ص:٢٨،جلد٣٩،شمارہ:٤)

حضرت قدس سرہ کوحق تعالیٰ شانہ نے اس ثمرۂ ولایت اور کشف وکرامت سے بھی ممتاز طور پر حظ وافرعطا فرمایا تھاحتی کہ اگران واقعات کو

بالاستیعاب جمع کیا جائے تو محض اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے لیکن پیش نظر سطور میں حسب مصداق مشتے نمونہ از خروارے چند واقعات جو آپ کے متعلقین ومریدین کے چشم دید ہیں، ہدیہ ناظرین کیئے جارہے ہیں۔

بینک کی گمشدہ فائل مل گئی:

حضرت مفتی صاحبؒ کا معمول تھا کہ ظہر کی نماز سے پہلے ساڑھے بارہ بجے مسجد میں تشریف لے آتے تھے۔آپ قاضی واڑہ مسجد میں امامت فرماتے تھے اور اسی سے متصل اوپر کے کمرے میں رہتے تھے۔آپ معمول کے مطابق ساڑھے بارہ بجے مسجد میں جانے کے لئے سیڑھیاں اتر رہے تھے کہ ایک آدمی آیا جو جوناگڈھ ایس۔بی۔آئی۔کا مینیجر تھا۔کہنے لگا کہ حضرت بینک کی فائل گم ہوگئی ہے تلاشِ بسیار کے باوجود بھی مل نہیں رہی،اور نوکری کا سوال ہے کیا کروں؟ حضرت نے اپنا رومال کندھے پر ڈالتے ہوئے کہا کہ جہاں فائلوں کی الگ الگ گٹھریاں رکھی ہوئی ہیں ان میں چھٹے نمبر کی گٹھری دیکھو، جب اس میں دیکھا گیا تو گمشدہ فائل اس میں موجود تھی۔وہ مینیجر بہت خوش ہوا اور ۵ بجے اپنا بینک بند کر کے حضرت کی خدمت میں آیا اور کہا لیجئے یہ پانچسو روپئے میں بطور خوشی دیتا ہوں تو حضرت مفتی صاحبؒ نے منع کر دیا اور کہا مجھے ایسے پیسے نہیں چاہئے (کیوں کہ وہ بینک کا ملازم تھا اور اس میں سود وغیرہ کے پیسے ہوتے ہیں،اس لئے مفتی صاحب نے انکار کر دیا)۔اس واقعہ سے جہاں

حضرت کا کشف معلوم ہوتا ہے وہیں پیسوں کے معاملہ میں کمال احتیاط کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ ایسے نا جائز اور حرام آمدنی سے حاصل شدہ پیسوں کو ٹھکرا دیا کرتے تھے۔

آفس کی چابی مل گئی:

ایک مسلم ٹریزری آفیسر (Treasury Officer) تھے ان کی آفس کی چابی گم ہوگئی ،انہوں نے حکیم سید علی احمد صاحب سے کہا جو انکے دوست تھے کہ میری آفس کی چابی گم ہوگئی ہے کیا کیا جائے؟حکیم صاحب نے کہا چلو مفتی صاحب کے پاس جاتے ہیں، دونوں قاضی واڑہ پہنچے،حضرت مفتی صاحب نے کہا کیا بات ہے، آج کل نظر نہیں آتے ؟ پھر کہا کہ چابی گم ہوگئی ہے نہ؟ جاؤ راستہ میں مل جائے گی، جب واپس ہوئے تو ایک آدمی نے چابی ان کو دیدی جو راستہ سے اس کو ملی تھی، پھر وہ ٹریزری آفیسر (Treasury Officer) بہت خوش ہوئے اور ان کی جو پریشانی تھی وہ دور ہوگئی ، گویا حضرت مفتی صاحبؒ نے کشف کے ذریعہ سے بتادیا کہ چابی راستہ میں پڑی ہوئی ہے،اوران کو بتایا کہ جاؤ راستہ ہی سے مل جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔

چور پکڑا گیا:

ایک مرتبہ مفتی صاحب کے پاس ۲۰/افراد پر مشتمل ایک ٹیم تعویذ لینے

آئیں، چونکہ مفتی صاحب تعویذ وعملیات کے ماہر تھے اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کی پریشانیاں اور تکلیفیں دور ہوجاتی تھی، اس لئے انہوں نے آکر مفتی صاحب سے کہا کہ حضرت ہمارے پچاس ہزار روپئے چوری ہوگئے ہیں اور ہم اس معاملے میں بہت پریشان ہیں، کوئی تعویذ دے دیجئے جس سے ہمارے پیسے واپس مل جائے تو مفتی صاحب نے ان بیس آدمیوں میں سے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ جلدی سے ان لوگوں کے پیسے واپس کردینا۔ معلوم ہوا کہ وہی چور تھا، گویا حضرت نے اپنی فراست سے اس کو پہچان لیا اور ان کو یہ نصیحت بھی کی کہ آپ لوگ اس کا راز فاش مت کرنا کیوں کہ آپ کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہوگیا۔ یہ آدمی جلد ہی پیسے چکا دے گا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو عجیب فراست اور کشفی صفت عطا فرمائی تھی جس سے وہ اس طرح کے لوگوں کا حال معلوم کرلیتے تھے۔

اب تحقیقات مت کرنا:

حضرت قدس سرہ قاضی واڑہ میں قیام فرماتے تھے، ایک مرتبہ دو عورتیں کسی معاملہ میں صلاح ومشورہ کے لئے آپ کے پاس آئیں، ان کے جانے کے بعد ایک صاحب آپ کے متعلقین میں سے آئے تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ ذرا ان عورتوں کی تحقیق کرلینا۔ مجلس برخاست ہونے کے بعد وہ تشویش میں پڑ گئے اور دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ اس معاملہ میں نہیں پڑنا

چاہیئے ،اگر مفتی صاحب پوچھیں گے تو معذرت کر دیں گے، چنانچہ دوسرے دن معذرت کے لئے حضرت کے پاس پہنچے ہی تھے کہ آپ نے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں کہا کہ اب تحقیقات مت کرنا، آئی بلا پکڑ گلا۔ گویا وہ صاحب جو کہنا چاہ رہے تھے حضرت نے ان کو پہلے ہی بتا دیا۔ اس طرح حضرت اپنی کیفیت کشفیہ سے بہت سی چیزوں کو بتا دیا کرتے تھے۔

ایک ایک عضو یادِ الٰہی میں مست تھا:

شیخ زاہد میاںؒ شہر مانگرول کے راج کنور تھے، ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کے لئے آئے تو حجرہ کا دروازہ بند تھا اور تقریباً دن کے تین بج رہے تھے جب دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے تمام جسمانی اعضاء الگ الگ ہو کر ذکر خداوندی میں محو تھے۔ یہ ماجرا دیکھ کر زاہد میاں خوف زدہ ہو گئے اور رقت طاری ہو گئی بس کچھ ہی سیکنڈ میں حضرت مفتی صاحبؒ اپنے مکمل جسم کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور زاہد میاں نے ملاقات کی۔ یہ حضرت قدس سرہ کی فنائیت اور یاد الٰہی میں استغراق کا عالم تھا کہ جسم کا ایک ایک عضو اللہ کی یاد میں ڈوب کر فنا ہو جاتا تھا ایسے اہل اللہ بہت کم دیکھے گئے۔ یہ آپ کی کامل ولایت کی بیّن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی استغراقی کیفیت عطا فرمائے۔

وہ جنت میں ٹہل رہے ہیں:

حضرت مفتی صاحبؒ کے خادموں میں سے ایک صاحب تھے، ان کا حضرت سے گھریلو تعلق تھا۔ حضرت قدس سرہ اپنی جوانی میں تو قاضی واڑہ سے جامع مسجد تک جمعہ پڑھانے پیدل جایا کرتے تھے، بعد میں بڑھاپے کی وجہ سے بہت زیادہ چل پھر نہیں سکتے تھے، اس لئے گھوڑا گاڑی کا انتظام کیا جاتا تھا، اس میں بٹھا کر ان کے خادم حضرتؒ کو جامع مسجد لے جاتے تھے اور نماز کے بعد اکثر ان کے یہاں دعوت ہوتی تھی۔ اور کبھی کبھار دوسرے متعلقین کے یہاں بھی دعوت ہوتی تھی اور ہر کوئی آپ کی خدمت کا طالب رہتا تھا۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد اسی گھوڑا گاڑی پر سوار کر کے آپ کو قاضی واڑہ مسجد میں چھوڑ آتے تھے، کیوں کہ حضرت کی قیام گاہ وہیں پر تھی، حضرتؒ آپ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت کو بہت زیادہ صدمہ پہنچا اور ان کے جانے سے بہت زیادہ غمزدہ رہتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد بھی حضرتؒ کو جمعہ کے دن ان کے گھر دعوت ہوتی تھی لیکن آپ اپنے خادم کے صدمہ کی وجہ سے بہت ہی کم کھانا کھاتے تھے۔ جب کہا جاتا کہ حضرت کھایئے تو فرماتے کھانا کھایا نہیں جاتا، کچھ عرصہ کے بعد مرحوم خادم کے بیٹے اور بیٹی آپ کی ملاقات کے لئے قاضی واڑہ آئے۔ حضرتؒ نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا کہ آپ کے خادم کی بیٹی ہوں، بس یہ سنتے ہی آپ کو ان کا غم

ستانے لگا اور زار وقطار رونے لگے، تھوڑی دیر کے بعد کھڑکی سے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہے، پھر ایک دم سے ہنس کر بول اٹھے کہ وہ جنت میں ٹہل رہے ہیں اور مجھے یاد کر رہے ہیں، چنانچہ ان کے انتقال کے تقریباً چھ ماہ بعد حضرت مفتی صاحبؒ بھی اس دارِ فانی سے پردہ فرما گئے۔

سادات کی تعظیم اور سید راجو قتالؒ کے بارے میں کشف:

حضرت مفتی صاحبؒ سادات (اہل بیت) کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے حتی کہ سادات گھرانے کا چھوٹا سا بچہ بھی آپ کے پاس آتا تو آپ تعظیم میں کھڑے ہو جاتے اور اس کو اپنے پاس بٹھا لیتے۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے چند علماء کرام سید واڑہ مانگرول میں تبرکات کی زیارت کے لئے تشریف لائے اور پندرہ دن قیام فرمایا اس وقت سید واڑہ (آستانہ) کے گدی نشین حضرت سید امیر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ان کے حضرت مفتی ابراہیم صاحب کے ساتھ اچھے روابط تھے اس لئے آپ کو بھی زیارت کے لئے مدعو کیا گیا۔ صبح کو زیارت کا سلسلہ شروع ہوتا اور دو ڈھائی گھنٹہ تک چلتا تھا، مدینہ سے آئے ہوئے تمام علماء کرام سید امیر میاں کی معیت میں تبرکات کی زیارت کرتے تھے مگر حضرت مفتی صاحب خاموشی کے ساتھ ایک جگہ سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے۔ پندرہ دن گزر گئے کبھی زیارت نہیں فرمائی، اس پر سید امیر میاں کو بہت تعجب ہوا، چند دن گزرنے کے بعد آپ نے حضرت مفتی صاحب کو

خصوصی طور پر مدعو کیا اور پوچھا کیا بات ہے آپ نے علمائے مدینہ کے ساتھ کسی بھی دن زیارت نہیں فرمائی اور خاموشی کے ساتھ ایک طرف بیٹھے رہے؟ حضرت مفتی صاحب نے کہا امیر میاں! میں آپ کو کیا بتاؤں، جب زیارت کا سلسلہ شروع ہوتا تھا حضرت سید راجو قتالؒ (۱) آپ کی پیٹھ کے پیچھے کھڑے رہتے تھے اور ان کا چہرہ اس قدر روشن تھا کہ پورے حجرہ میں روشنی چھا جاتی تھی اور میری آنکھوں کی روشنی اس کے سامنے ماند پڑ جاتی تھی، نیز آپ چونکہ سادات میں سے تھے اس لئے آپ کی تعظیم و تکریم میں ایک طرف سر جھکائے بیٹھا رہتا تھا، اللہ اکبر!

حاشیہ (۱): حضرت راجو قتال کی ولادت ۲۰ رشعبان ۷۶۰ھ مطابق ۱۳۵۹ء میں ہوئی، حضرت مخدومؒ کے لقب راجو قتال کے بارے میں مناقب الولایت میں تحریر ہے کہ یہ لفظ راجن کتال ہے، قتال نہیں، یہ سریانی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی بزرگ اور راجن کے معنی ہیبت ناک ہیں لیکن دوسرے تذکروں میں ان کے لقب کی وجہ رعب وجلال بتائی گئی ہیں اور اسی طرح آپ معروف ہوئے، آپ کا نام سید صدر الدین تھا، آپ سید احمد کبیر بخاری اوچی قدس سرہ کے بیٹے تھے اور حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے بھائی تھے، خرقۂ خلافت انہوں نے اپنے باپ اور بھائی دونوں سے پایا، دنیا اور اہل دنیا سے آپ کو کمال نفرت تھی، ان کے بھائی مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ ان کے حق میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ خالق حقیقی نے ہم کو خلعت کے ساتھ مشغول کیا ہے، اور صدر الدین کو اپنی ذات کے عشق میں مستغرق کر رکھا ہے، آپ کے خوارق بے شمار ہیں جو کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ حضرت راجو قتال کے فیروز شاہ تغلق سے اچھے تعلقات تھے، آپ اس کے لشکر میں بھی رہے، بادشاہ نے آپ کو ایک گاؤں اور دو ہزار تنکے نقد پیش کئے، تفصیل کے لئے الدر المنظوم: ص ۳۵ ملاحظہ فرمائیں، صاحب معارج الولایت کے بقول آپ کی وفات بتاریخ ۱۶ رجمادی الآخرے ۸۲۷ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار اوچ (ملتان) میں واقع ہے۔ (انتخاب از حدیقۃ الاولیاء مع حاشیہ ص ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹)

سید امیر میاں فرمایا کرتے تھے کہ جو بات حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ نے بتائی وہ آج تک مجھے کسی صاحب بصیرت عالم نے نہیں بتائی ہے، اس میں گویا کشفی باتوں کی طرف اشارہ ہے جو آپ سے صادر ہوتی رہتی تھی۔اس واقعہ سے پتہ چلا کہ کشفی حالات میں سادات کی تعظیم وتکریم کا یہ حال ہے تو ظاہر و باہر میں کس قدر زیادہ ہوگا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران سے محبت کا حکم:

اور ایسے بھی سادات (اہل بیت) کی تعظیم کا حکم احادیث مبارکہ میں دیا گیا ہے:

۞ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کہلاتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

(ترمذی، کتاب المناقب: ص ۲۰۷، رقم: ۳۷۶۸ باب مناقب الحسن)

۞ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، پس آپ بھی ان سے محبت فرمائیں، اور ان لوگوں سے بھی محبت فرمائیں جو ان دونوں سے محبت کریں۔

(ترمذی، کتاب المناقب: ص ۲۰۷، رقم ۳۷۶۹، باب مناقب الحسن)

۞ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (ترمذی، کتاب المناقب ص: ۲۰۷، رقم الحدیث: ۳۷۷۰)

۞ نیز ایک روایت میں ہے کہ آپ ان دونوں صاحبزادوں کو سونگھتے تھے، چومتے تھے اور اپنے جسم سے چمٹاتے تھے۔

(ترمذی، کتاب المناقب ص: ۲۱۷، رقم الحدیث: ۳۷۶۸)

۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے محبت کرو کیونکہ وہ اپنی نعمتیں تمہیں کھلاتے ہیں، اور مجھ سے محبت کرو اللہ سے محبت کرنے کی وجہ سے، اور میرے گھر والوں سے محبت کرو مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے۔

(ترمذی، کتاب المناقب: ص ۲۲۳، رقم ۳۷۶۹، باب مناقب اھل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تشریح:

محدث کبیر حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں، قاعدہ ہے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے، پس اللہ کی محبت تو لذاتہ ہے، اور اس وجہ سے ہے کہ وہ ہمہ وقت نعمتوں کی بارش فرمارہے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول و محبوب ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لغیرہ محبت ضروری ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے محبت ضروری ہے۔ اور گھر والوں کا اصل مصداق ازواج

مطہرات ہیں اور آل رسول بھی اس کا مصداق ہے، اس لئے ان سے بھی محبت ضروری ہے۔ (تحفۃ الالمعی: جلد ۸/ ۴۰۹، ۴۱۰، ابواب المناقب)

مضمون بالا سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت سے محبت و تعظیم کا حکم فرمایا، نیز یہ بھی بتلایا کہ جو ان سے محبت وتکریم کا معاملہ کرے گا، اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کا معاملہ فرمائیں گے۔اس لئے ہمیں چاہئے کہ سادات اہل بیت سے محبت کرتے ہوئے ان کی تعظیم وتکریم کریں۔خواہ ان کے اعمال و کردار برے ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ بعض اہل سادات کے فسق وفجور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے لوگ بدظنی کا شکار ہوجاتے ہیں اوران کی تعظیم میں بے انتہاء کوتاہی کرتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ برائی کو برائی سمجھنااوراس سے رکتے ہوئے دوسروں کوروکنا ضروری بلکہ ایمان کا حصہ ہے لیکن برائی کی وجہ سے کسی کی ذات کو ہی برا سمجھا جائے، اسلام کسی کے بارے میں اس کی اجازت نہیں دیتا چہ جائیکہ سادات کوذاتی طور پر برا سمجھ کران کی تعظیم وتکریم میں لاپرواہی کی جائے۔شریعت مطہرہ نے ہمیں مطلقاً ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔اس لئے ”لنا اعمالنا ولکم اعمالکم“ کے پیش نظران سے محبت وعقیدت کا اظہار کرنا چاہئے اور جس قدر ہوسکے ان کی تعظیم وتکریم کرتے رہنا چاہئے۔حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ مذکورہ روایتوں پر عمل کرتے ہوئے سادات کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

مانگرول میں تبرکات کیسے اور کہاں سے آئیں:

حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ حضرت مخدوم جہانیاں سید سکندر بن مسعود ترمذیؒ کے پیر و مرشد تھے، آپ نے دنیا کے بیشتر ممالک کا دورہ کیا ہے، بے شمار مقامات مقدسہ کی زیارت کی ہے جس کے طفیل آپ نے کافی تبرکات و نعمتیں حاصل کی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ آپ کے متعلق یہ بھی مشہور ہیں کہ آپ جس سے معانقہ کرتے اور گلے ملتے اس کی کرامتیں چھین لیتے یعنی اس پر اتنی توجہ ڈالتے اور خدمت کرتے کہ اس کے پاس جتنی نعمتیں اور برکتیں ہوتیں وہ بے اختیار آپ کو دے دیتے۔

آپ ۷۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۸ برس کی عمر میں عیدالاضحیٰ کے دن ۷۸۵ھ میں انتقال فرمایا۔ (اخبارالاخیار: ۳۰۷/۳۰۹)

آپ نے اپنے ممتاز خلیفہ ولیٔ کامل حضرت سید سکندر بن مسعود مخدوم جہانیاںؒ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت کے بموجب اپنا خلیفہ بنا کر خرقہ و تاج پہنا کر اوچ (ملتان) سے مانگرول (جوناگڈھ) میں اشاعت اسلام کے لئے روانہ فرمایا اور وہ تمام تر تبرکات و علم اور نعمتیں جو آپ کو جہاں گشتی میں اپنے بزرگانِ دین سے حاصل ہوئی تھی، آپ کو عطا فرمائی۔ چنانچہ حضرت مخدوم

جہانیاں اپنے شیخ کے عطا کردہ تبرکات وعَلَم لیکر مانگرول تشریف لائے اور آج بھی یہ تبرکات مانگرول میں موجود ہیں۔

آپ مانگرول کے خلیفہ مقرر ہوئے لیکن آپ نے بہت جلد حکومت چھوڑ کر سمندر کے کنارے ایک خانقاہ قائم کرائی اور وہیں پر سکونت اختیار کی۔اخراجات کے لئے آپ کو دیول پور عرف مخدوم پور دیا گیا،اور(آج وہ مکتو پور کے نام سے جانا جاتا ہےاور یہ مانگرول کے ایک علاقہ کا نام ہے)آپ نے ۲۰ ررجب المرجب ۸۰۷ھ میں اپنے صاحب زادے حضرت عبداللہ برہان الدین کواپنے دست مبارک سے خرقۂ خلافت عطا کیا۔ آپ کی پیدائش ۷۵۰ھ میں ہوئی اورآپ کا وصال ۱۰رربیع الثانی ۸۲۵ھ کو صبح صادق کے وقت پچھتر (۷۵)سال کی عمر میں ہوا آپ کے بعدآپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ برہان الدین اور پھران کے بعدآپ کے پوتے حضرت رکن الدین آدم خلافت پر فائز ہوئے (آپ کا مزار شہر مانگرول میں سمندر کے قریب جہانیاں قبرستان میں واقع ہے)

(پاک وہند میں مانگرول کا مقام:ص ر ۴۲، ۴۳)

تبرکات وعَلَم کی تفصیلات:

(۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک سند کے ساتھ ، نیز پیراہن مبارک جس پر مہر نبوت ہے۔ یہ پیراہن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے

بعد حضرت اویس قرنی کو بھیجا گیا تھا، مدینہ شریف میں حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کو خدام شیخ عبداللہ نے عبداللہ یافعی شیخ المشائخ کے سامنے دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک علم (جھنڈا) مبارک جس پر کپڑے میں متبرک کلمات لکھے ہوئے ہیں۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خنجر نما علم (جھنڈا) جس پر عربی میں کلمات مبارکہ لکھے ہوئے ہیں۔

(۳) حضرت غوث الاعظم پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا علم جو ظاہر میں اللہ لکھا ہوا ہے، مگر غور سے دیکھنے سے بہت سے نام نظر آتے ہیں جو طغری نما ہیں، اور جھنڈے پر عربی الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

(۴) حضرت سلطان احمد کبیر جلالیؒ کے دو نشان ہیں جو طغری نما ہیں۔

(۵) حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا نشان نیز آپ کے تبرکات جو گوٹا نما میں بند ہے اور ایک پالکی۔

(۶) حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کے دو علم ہیں اور خاص پالکی نیز عمامہ، خرقۂ خلافت اور تاج جسے آپ نے مخدوم جہانیاں سکندر بن مسعود کو بہ وقت خلافت عطا کیا تھا۔

(۷) حضرت ابو اسحاق گازرونی رحمۃ اللہ علیہ کے چار علم ہیں آپ کا مزار گازرون (روس) میں ہے۔

(۸) حضرت مخدوم سید سکندر بن مسعود ترمذیؒ کا ایک علم ہے جو طغری نما ہے اور اس پر قرآنی آیات کندہ (نقش کی ہوئی) ہے۔ حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی والدہ بی بی مریم رحمۃ اللہ علیہا کا قلمی قرآن پاک جو سونے کے حروف سے لکھا ہوا ہے، نیز ایک قرآن پاک کپڑے پر لکھا ہوا ہے۔ آپ کا رومال، تسبیح اور انگشتری بھی ہے۔ یہ سب چیزیں بی بی مریمؒ کی چودہ سال خدمت کرنے کے صلہ میں مخدوم سکندر بن مسعود ترمذیؒ کو عطا ہوئی۔

(۹) حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کا پاجامہ۔

(۱۰) حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کا مصلیٰ یعنی جائے نماز۔

(۱۱) حضرت شیخ رکن الدین کی کنگھی اور کمر بند۔

(۱۲) قطب عالمؒ کا ایک جامہ۔

(۱۳) حضرت شاہ راجو قتالؒ کا تہبند ایک قرآن مجید اور شجرۂ نسبی کپڑے پر لکھا ہوا اور دیگر بہت ساری چیزیں، ایک دستاویزی خط قطب عالم کا حضرت راجو قتال کے نام اور ایک خط حضرت راجو قتال کا قطب عالم کے نام وغیرہ۔

(۱۴) ایک قدرتی کاسہ یعنی پیالہ جس میں ابدالوں کے لئے کھانا آتا تھا، اس کو حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ اپنے ساتھ لائے تھے اور اسے اپنے ممتاز خلیفہ حضرت مخدوم سید سکندر بن مسعود ترمذی کو دیگر تبرکات کے ساتھ عطاء کر کے مانگرول کی طرف روانہ کیا تھا۔

ہدایت: اس قدرتی پیالہ کا مکمل واقعہ ''جمعات الشاھیۃ'' نامی کتاب میں موجود ہے، جو فارسی میں ہے۔

بغیر موسم آم کھانا:

ایک صاحب حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں وقتاً فوقتاً پھل لا کر پیش فرماتے تھے اور آم کے موسم میں خصوصی طور پر آم ہی کھلایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت حج کو چلے گئے اور آم کا موسم ختم ہو گیا مگر آم کھلانے کی نوبت نہ آئی، وہ صاحب اس پر بہت افسوس کیا کرتے تھے کہ اس سال حضرت کو آم نہ کھلا سکے، موسم پورا ہونے کے بعد مزید ایک ماہ گزر گیا تھا، اس لئے درخت پر آم کا نہ ہونا یقینی تھا اور اس دوران حضرت مفتی صاحب حج سے واپس لوٹ چکے تھے وہ صاحب دل ہی دل میں اظہار تاسف فرما رہے تھے اور آم کھلانے کی تمنا بار بار دل میں انگڑائیاں لے رہی تھی، اتفاق سے کسی دن ان کی نظر آم کے درخت پر پڑی، کیا دیکھتے ہیں کہ بغیر موسم اس پر چار پکے آم لگے ہوئے ہیں، فوراً اسے اتار کر ان میں سے دو آم حضرت کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ مفتی صاحب نے کہا: یا اللہ موسم تو ختم ہو گیا اور یہ آم کہاں سے آئے؟ اس پر وہ صاحب کہنے لگے کہ میں اس سال آپ کو آم نہ کھلا سکا تھا، اس لئے اللہ نے بلا موسم آم دے دئے اور میری تمنا پوری ہو گئی، اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے لئے روزی کا کیسا عجیب انتظام فرماتا ہے کہ جب وہ چاہتا ہے بغیر موسم کے پھل

انہیں کھلاتا ہے۔قرآن میں حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ بغیر موسم کے پھل ان کے کھاٹ کے نیچے پڑے رہتے تھے،حضرت زکریا علیہ السلام جو ان کے خالو تھے،بڑے تعجب سے پوچھتے تھے،اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آتا ہے؟ حضرت مریم علیہا السلام جواب دیتی کہ یہ تو اللہ کے پاس سے آتا ہے۔(سورۂ آل عمران: ۳۷) ٹھیک اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو بغیر موسم کے پھل کھلاتا ہے۔حضرت مفتی صاحبؒ کے لئے بھی اللہ نے ایسا ہی انتظام فرمادیا کہ وہ بغیر موسم کے آم کھا رہے تھے،اللہ اکبر کبیرا!۔

بیداری میں ملک الموت کی زیارت:

مانگرول میں ایک مشہور آدمی تھے، جو بیت المال میں برسوں سے خدمت انجام دیتے تھے،ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے تو حضرت مفتی صاحب ان کی عیادت کرنے کے لئے گئے جب ان کے گھر میں پہنچے تو آپ نے سلام کیا اور کہا: آپ نے کونسی ایسی نیکی کرلی ہے کہ میں موت کے فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو آپ کے گھر سے واپس جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔اور یہ بات بعید از عقل نہیں ہے کیونکہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ کشف وکرامات بزرگ تھے اور دنیا میں بہت سے ایسے کرامتی بزرگ گزرے ہیں جو اپنے کشف وکرامت سے ایسی محیر العقول چیزوں کو دیکھ لیتے

تھے جن کو سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں جو حضرات تصوف وطریقت سے گہرا ربط رکھتے ہیں وہ ان چیزوں کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

ایک کامل بزرگ اوران سے مرعوب شخص کے احوال کا انکشاف:

حضرت مفتی صاحب کو جب ہارٹ ایٹک ہوا تو ڈاکٹروں نے کھانے کے سلسلہ میں کافی پرہیز بتلایا تھا آپ معمولی کھچڑی اور دودھ کھاتے تھے، ایک آدمی روزانہ آپ کو کھچڑی اور دودھ پہنچایا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ آدمی کھچڑی اور دودھ لے کر مغرب کے وقت قاضی واڑہ پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ کوئی بزرگ عصا لئے کھڑے ہیں۔ ان کی جلالت وعظمت کی وجہ سے دل میں رعب طاری ہوگیا۔ تو انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر کے درود شریف وغیرہ پڑھنا شروع کیا اور سیڑھی چڑھ کر مفتی صاحب کے کمرہ میں پہنچ گئے، حضرت مفتی صاحب کونے میں ذکر کر رہے تھے، حضرت کو اس وقت سینہ میں درد ہورہا تھا، اس لئے آپ نے اس آدمی سے کہا کہ میرے سینہ میں بام لگادو، چونکہ وہ آدمی گھبرایا ہوا تھا، وہ حضرت کو بذریعۂ کشف معلوم ہو چکا تھا کہ یہ آدمی نیچے کھڑے بزرگ کی عظمت وجلالت کو دیکھ کر خوف زدہ ہو چکا ہے اس لئے آپ نے اس آدمی کو تھوڑی دیر گلے لگا لیا پھر کیا تھا ساری گبھراہٹ ہی ختم ہوگئی، یہ وہ بزرگ تھے جن کا مزار قاضی واڑہ مسجد میں

ہے ان کے بارے میں حضرت مفتی صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ بہت اونچے پایہ کے بزرگ ہے اور بہت برسوں پہلے کے ہیں۔

قاضی واڑہ کی آواز نواپرا میں سنائی دی:

ایک صاحب کسی زمانہ میں مسلمان بچیوں کو دینی تعلیم دیتے تھے، حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے پاس سے مسائل کی کتاب مطالعہ کے لئے لے گئے تھے، ایک آدمی مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھنے آیا تو آپ کو اس کتاب کی ضرورت پڑی آپ نے قاضی واڑہ میں سے ان کو تین مرتبہ آواز دی حالانکہ وہ نواپرا میں رہتے تھے، جو قاضی واڑہ سے کافی دور ہے، جمعہ کا دن تھا، بعد نماز جمعہ کھانا کھا کر تین بجے کے قریب آرام کرنے ہی جا رہے تھے کہ انہوں نے غیب سے مفتی صاحب کی تین مرتبہ آواز سنی تو فوراً انہوں نے سلیٹ منگوائی اور اس میں لکھا کہ حضرت ابھی آپ کو کیا کام ہے؟ میں نے تین مرتبہ آپ کی آواز سنی ہے پھر یہ سلیٹ لیکر کسی بچے کو قاضی واڑہ بھیجا، مفتی صاحب نے اسے پڑھ کر سلیٹ میں لکھا کہ مجھے کتاب کی ضرورت ہے، جلدی سے بھیج دیجئے، چنانچہ انہوں نے وہ کتاب آپ کی خدمت میں پہنچا دی، یہ دراصل آپ کی کرامت تھی کہ قاضی واڑہ میں آواز لگائی اور نواپرا میں ان کو سنائی دی حالانکہ ان دونوں جگہوں کے درمیان کافی فاصلہ ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے بارے میں کشف:

حکیم سید علی احمد صاحب مانگرول کے مشہور حکیم گزرے ہیں، ابتداءً مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادیؒ سے بیعت تھے۔ ان کے بعد حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ سے بیعت ہوئے، اجمیر میں ہر سال خواجہ صاحب کا عرس دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ جو لوگوں پر مخفی نہیں ہے، حکیم صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اجمیر کے عرس میں جانا چاہتے تھے، انہوں نے حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کو پوچھا کہ ہم لوگ عرس دیکھنے کے لئے اجمیر جانا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ مت جاؤ کیونکہ عرس کے دن لوگ وہاں جاکر اس قدر بدعات وخرافات کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ خواجہ اجمیریؒ وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ حکیم صاحب اپنی بات پر مصر رہے کہ نہیں حضرت! ہم جانا چاہتے ہیں، آپ نے کہا: ٹھیک ہے، آئندہ کل مجھ سے ملنا، حکیم صاحب دوسرے دن حضرت سے ملے تو آپ نے ایک رقعہ لکھ دیا اور کہا کہ جب تم اجمیر جاؤ تو عرس کے تین دن بعد جنگل میں ایک جھونپڑی ہوگی اس میں ایک فقیرانہ لباس پہنے ہوئے ایک شخص قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوں گے، وہاں جاکر ان کو یہ رقعہ دے دینا اور کہنا کہ مانگرول سے ابراہیم نے سلام کہا ہے، چنانچہ حکیم صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اجمیر گئے اور عرس کے تین دن بعد جھونپڑی میں جاکر دیکھا تو ایک آدمی قرآن کی تلاوت کررہے

تھے ان کو رقعہ دیا اور مفتی ابراہیم صاحب کا سلام پیش کیا، اس کے بعد وہ لوگ اپنے وطن مانگرول واپس آگئے، ایک دو ماہ گزرنے کے بعد حکیم صاحب کو یاد آیا کہ جھونپڑی میں جو بزرگ تھے وہ کون ہوں گے؟ مفتی صاحب سے آکر پوچھا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: حکیم صاحب تم جس کی زیارت کرنے گئے تھے وہ خود تھے۔ حکیم صاحب نے کہا: حضرت پہلے بتادیتے، تو مفتی صاحب نے کہا: اتنی زیارت کافی ہے، اس واقعہ سے پتہ چلا کہ حضرت کو مانگرول میں بیٹھے بیٹھے کشف ہوگیا کہ خواجہ اجمیری جھونپڑی میں قرآن کی تلاوت کررہے ہیں، اس لئے آپ نے حکیم صاحب کو اجمیر جاتے ہوئے بتایا تھا۔

اس رقعہ میں کیا لکھا تھا وہ تو معلوم نہ ہوسکا، البتہ مفتی صاحب کے ایک خادم وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔

مفتی صاحب نے حکیم صاحب کو جب رقعہ دیا اور چند ہدایتیں کی اور سلام پیش کرنے کو کہا، اس وقت آپ کے ایک خادم یہ ساری باتیں اپنے کانوں سے سن رہے تھے، اس لئے اس واقعہ کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اس کے علاوہ کئی معتبر اور ثقہ لوگوں نے اس کی تصدیق فرمائی ہے، بندۂ عاجز کے استاذ محترم حضرت مولانا قاسم صاحب گوسلیا دامت برکاتہم سے اس بارے میں تحقیق طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا یہ واقعہ بالکل صحیح ہے اور یہ کوئی

بعید از قیاس نہیں ہے، کیوں کہ تصوف کی دنیا میں صوفیائے کرام کے ایسے واقعات بے شمار کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، خود حضرت مفتی صاحبؒ کے اس طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں، بہر حال آپ کشف و کرامت کے مالک تھے، اللہ کی یاد میں اپنی ذات کو فنا کر چکے تھے۔

من کان للہ کان اللہ لہ

(جو بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے)

کنویں کا پانی آج تک خشک نہیں ہوا:

ایک صاحب حضرت مفتی صاحبؒ کو اپنی زمین پر لے گئے، وہاں کھیتی کو پانی پلانے کے لئے کنواں نہیں تھا، اس لئے وہ چاہتے تھے کہ حضرت مفتی صاحب جہاں نشاندہی کردے وہیں کنواں کھودیں گے، چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے پتھر کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور قریب ہی کھڑے لوگوں سے کہا کہ دیکھنا یہ کہاں جارہا ہے پھر حضرت مفتی صاحب نے پتھر اٹھا کر زمین پر پھینکا اور جہاں وہ گرا وہاں گول دائرہ کردیا گیا، اور پھر اسی جگہ کنواں کھودا گیا۔اس کے اطراف کی زمینوں کے کنویں کا حال یہ تھا کہ ۷۰ یا ۸۰ گز کھودے جانے کے بعد بھی بمشکل پانی کا چشمہ پھوٹتا تھا جبکہ یہ کنواں ابھی ۴۰ گز ہی کھودا گیا تھا کہ پانی کے چشمے پھوٹنے لگے اور اتنی وافر مقدار میں پانی نکلا کہ اب آگے

کھودنے کی ضرورت ہی نہ رہی اور آج بھی وہ کنواں اسی طرح پانی سے بھرپور ہے، اس میں کبھی بھی کمی واقع نہیں ہوئی۔ ہر موسم میں اس کنویں کا پانی اپنی سطح پر ہی باقی رہتا ہے، یہ حضرتؒ کی برکات تھی جس کا فیض آج بھی جاری ہے۔



پانچواں باب

تعویذات وعملیات

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جسموں کا علاج فرمانا تین قسم کا تھا، منجملہ ایک روحانی اورالٰہی دعاؤں سے جو کچھ ادعیہ، اذکار اور آیات قرآنیہ ہیں (آپ ان سے علاج فرماتے تھے) قرآن شریف سے بڑھ کر کوئی چیز اہم اور انفع اور اعظم شفا نازل نہیں ہوئی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور ہم نے قرآن سے وہ نازل فرمایا جو مسلمانوں کے لئے شفاء ورحمت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ سورۂ فاتحہ ہر مرض کی دوا ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت علیؓ کی روایت ہے ''خیرالدواء القرآن'' کہ بہترین علاج قرآن ہے، معوذتین وغیرہ سے جو کہ اسمائے الٰہی سے ہیں ان سے طلبِ شفاء یہ بھی از قسم طب روحانی ہے، تعویذ کی سند بھی احادیث سے ملتی ہے: ابن مسعودؓ ان بچوں کو جو عقل رکھتے ان کو سکھاتے اور وہ بچے جو عقل وسمجھ نہیں رکھتے انہیں کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر گردن میں لٹکاتے، علماء کرام اسے جائز رکھتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ)

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے حکم دیا یا کسی کو حکم دیا کہ ہم نظر (کے مرض) میں جھاڑ پھونک کروالیا کریں۔

(زادالمعاد، اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ص ۳۹۱، ۳۹۲ بطریق التلخیص)

مضمون بالا سے ثابت ہوا کہ قرآنی ونبوی دعاؤں نیز تعویذات کے ذریعہ جسموں کا علاج کرنا ثابت ہے، اس لئے ہمارے اکابر واسلاف میں بہت سے حضرات لوگوں کی راحت رسانی کے لئے ان کی جسمانی بیماریوں میں اوراد ووظائف، قرآنی ونبوی دعاؤں اور تعویذات کے ذریعہ علاج کرتے تھے، مثلاً سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندویؒ وغیرہ اکابرین اس فن میں مہارت رکھتے تھے، اس سلسلہ کی چند کتابیں جیسے کہ شمس المعارف الکبریٰ مصنفہ شیخ ابوالعباس احمد بن علی بونیؒ، مجربات صدیق از قاری صدیق صاحب باندویؒ، اشرف العملیات واعمالِ قرآنی از مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ اس فن کی آئینہ دار ہیں۔

حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ بھی تعویذات وعملیات کے ذریعہ لوگوں کا علاج کرتے تھے، اللہ نے آپ کو ایسی روحانی تاثیر عطا فرمائی تھی کہ معمولی اوراد ووظائف اور معمولی تعویذ پر مریض صحتیاب ہوجاتا تھا، آپ تعویذ وعملیات میں بہت ماہر تھے، خصوصا جن اور جادو کے دفعیہ میں کافی دسترس حاصل تھی، جب کوئی مریض اپنے مرض کی روئداد سنانا شروع کرتا تو آپ اس کو تعویذ دیکر اس کا دھیان اللہ کی طرف جماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ اچھا

کردے گا، اللہ اچھا کردے گا۔ جنات تو آپ سے بہت ڈرتے تھے، بلکہ جنات پر آپ کے رعب کا یہ عالم تھا کہ آسیب زدہ آدمی جس کو جنات کا اثر ہوتا جب آپ کے پاس آتا تو آپ کو دیکھ کر جنات معافی مانگنے لگتا اور اس آدمی کو کبھی پریشان نہ کرنے کی قسم کھا لیتا تھا، اللہ نے آپ کو جنات پر وہ رعب ودبدبہ عطاء فرمایا تھا۔ اور کیوں نہ ہو کہ جب آدمی اپنی ذات کو اللہ کے حوالہ کردیتا ہے تو جنات تو کیا دنیا کی ساری مخلوق اس سے ڈرتی ہے، آپ نے اپنی حیات مستعار میں اس فن کے ذریعہ کتنے لوگوں کو فائدہ پہنچایا اور کتنے مریض شفایاب ہوگئے اگر ان کو شمار کیا جائے تو ایک طویل دفتر چاہیے، اس لئے بطور نمونہ چند واقعات لکھے جاتے ہیں اس سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ کیسے کیسے لوگ آپ کے ہاتھ پر اللہ کے حکم سے شفایاب ہوئے ہیں۔

زبان کی بندش کھل گئی:

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعویذ وعملیات میں بہت ماہر تھے، خصوصاً جن اور جادو کے دفعیہ میں کافی دسترس رکھتے تھے، بندہ کے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی قاسم صاحب گھوسلیا دامت برکاتہم جو اس وقت جامعہ حسینیہ راندیر میں برسہا برس سے علوم دینیہ خصوصاً حدیث وفقہ کی تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب پر کسی نے جادو کردیا تھا جس سے ان کی زبان بند ہوگئی تھی، وہ بول نہیں سکتے تھے، گھر

والوں نے مشورہ کر کے حضرت مفتی صاحبؒ کو بلایا، حضرتؒ آئے اور میرے والد صاحب کی انگلی پکڑی اور کچھ اوراد و وظائف کا ورد کیا۔ بس دس منٹ کا وقت ہی گزرا تھا کہ وہ بولنے لگے اور زبان کی بندش کھل گئی اور کہنے لگے کہ اب مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے ایک تعویذ بنا کر دیا، پھر زندگی بھر اُن کو ایسی کوئی تکلیف نہ ہوئی، یہ تھی حضرت کی روحانی تاثیر کہ معمولی اوراد و وظائف پر جادو کا اثر ختم ہو گیا اور زبان کی بندش کھل گئی، اس موقع پر حضرت مفتی قاسم صاحب خود وہاں موجود تھے۔

وہم وشک کا مجرب علاج:

عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو وہم اور شک وشبہات کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے ان کو کسی حکیم یا ڈاکٹر کا علاج کارگر نہیں ہوتا نیز کسی عامل کا تعویذ بھی اثر انداز نہیں ہوتا اور وہ مریض اس بیماری میں ڈوبتا ہی چلا جاتا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی روحانی تاثیر اس قدر مضبوط تھی کہ اس طرح کا شکی آدمی بھی صحتیاب ہو جاتا تھا۔ جب بھی کوئی آدمی اس بیماری کی شکایت کرتا تو آپ کچھ پڑھ کر دم کر دیتے وہ فوراً اچھا ہو جاتا تھا، اس کے بعد کبھی بھی یہ بیماری لاحق نہ ہوتی تھی۔

قوت حافظہ کے لئے بیش بہا تحفہ:

مدارس اسلامیہ اور مکاتب قرآنیہ میں پڑھنے والے بعض طلبائے کرام

فطری طور پر کند ذہن و کمزور دماغ ہوتے ہیں، باوجود محنت شاقہ وجد وجہد کے انہیں یاد ہی نہیں ہوتا اور اگر بمشکل یاد ہو بھی گیا تو وہ دیر پا نہیں رہتا، کچھ ہی وقت میں کافور ہو جاتا ہے، جس سے وہ دل ہی دل میں کڑھتے رہتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے، پھر تھک ہار کر کسی قوۃ حافظہ کے عمل کی تلاش جاری رہتی ہے تو کبھی کسی کے پاس سے وہ عمل درآمد ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں ہو پاتا تو مزید الجھنوں کے شکار ہو جاتے ہیں، ایسے کند ذہن طلباء کی سہولت کے پیش نظر حضرت مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مجرب عمل لکھا جاتا ہے جو قوۃ حافظہ اور تیسیر حفظ قرآن کے لئے بے حد مفید ہے، محنت کے ساتھ اگر اس عمل کی پابندی کی گئی تو یقیناً ذہن کھل جائے گا۔ کتابیں پڑھنا، سمجھنا، یاد رکھنا، قرآن کا حفظ وغیرہ ساری چیزیں آسان ہو جائے گی ان شاء اللہ، وہ عمل یہ ہے: سر پر ہاتھ رکھ کر اول آخر ۱۱/مرتبہ درود شریف اور درمیان میں ۱۱/مرتبہ ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْن'' پڑھے پھر سر پر دم کر دے، یقیناً ذہن کھل جائے گا۔

جو شخص بھی سوء حفظ کی شکایت کرتا حضرت مفتی صاحبؒ اس کو یہی وظیفہ تلقین فرماتے تھے، ایک مرتبہ ایک استاذ صاحب اپنے شاگرد کو لے کر آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اس کو پہلے بہت اچھا یاد ہو جاتا تھا لیکن آج کل اس کو باوجود محنت کے یاد نہیں ہو رہا ہے، گویا کہ انہوں نے سوء حفظ کی شکایت کی تو حضرت نے فوراً یہی وظیفہ بتایا، چنانچہ انہوں نے یہ وظیفہ پڑھ کر اپنے شاگرد

پر دم کیا جس کی برکت سے سوء حفظ کی شکایت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ یہ در اصل حضرت مفتی ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تاثیر کا ثمرہ ہے۔ جب آدمی کا دل تقویٰ وطہارت اور معرفت خداوندی سے لبریز ہوتا ہے اور اللہ کی ذاتِ عالی پر کامل یقین ہوتا ہے تو اس سے صادر ہونے والے اعمال میں جان ہوتی ہے۔ اور زبان سے نکلنے والے کلمات میں تاثیر پیدا ہوجاتی ہے، حضرت مفتی صاحبؒ اسی صفتِ عظمیٰ کے حامل تھے کہ معمولی وظیفہ پر بڑے بڑے مسائل حل ہوجایا کرتے تھے۔

ایک تعویذ پر پتھر مل گیا:

حضرت مفتی صاحبؒ کا ایک مرتبہ سیدواڑہ (مانگرول) کی مسجد میں بیان ہوا۔ بیان کے بعد لوگ ملاقات کر رہے تھے، اس درمیان ایک آدمی نے کہا کہ حضرت! اس سیدواڑہ مسجد میں ایک کالا پتھر تھا (جس کا وزن تقریباً پانچ من تھا) وہ ایک سال سے گم ہوگیا ہے، حضرت نے ایک تعویذ لکھ دیا اور فرمایا کہ آئندہ کل اسی وقت وہ پتھر مل جائے گا چنانچہ دوسرے دن وہ پتھر مسجد میں تھا اور آج بھی وہ پتھر موجود ہے۔ سیدواڑہ مسجد میں داخل ہوتے ہی جانبین جو بیٹھک بنی ہوئی ہے اس میں اس کو ملا دیا ہے اور وہ تعویذ جو حضرت نے اپنے دست بابرکت سے لکھا تھا اس کو افادۂ عام کے لئے بعینہ یہاں پر نقل کیا جاتا ہے۔

تعویذ کا نمونہ

۷۸۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ. اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. مَالِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ. اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ. اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ. صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ. اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوۡمٌ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡھِمۡ وَمَا خَلۡفَھُمۡ وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَلَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُھُمَا وَھُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَنۡ فِیۡھِنَّ مَا جَعَلَ اللّٰھُمَّ السَّمَاءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا فِیۡھَا عَلٰی سَارِقٍ بِكَ مَسۡجِدِ سَیِّدۡ وَاڑَہ اَعۡتِقۡ مِنۡ خَلۡقِہٖ حَتّٰی یَرۡجِعَ یَاۡتِیَ اِلٰی مَسۡجِدِ "سَیِّدۡوَاڑَہ". بِرَحۡمَتِكَ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ. اَوۡ کَظُلُمَاتٍ فِیۡ بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ یَّغۡشَاہُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِہٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِہٖ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعۡضُھَا فَوۡقَ بَعۡضٍ اِذَآ اَخۡرَجَ

يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ.
وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ،وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً
وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ. وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ. بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ. فِيْ
لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَمَنْ فِيْهِنَّ اَللّٰهُمَّ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا فِيْهَا عَلٰى سَارِقٍ اِلٰى
مَسْجِدِ "سَيِّدْ وَارْهْ" اَعْتِقْ مِنْ خَلْقِهٖ ....بِرَحْمَتِكَ
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

نیز یہ تعویذ گمشدہ چیزوں کو پانے میں بہت زیادہ مؤثر ہے اگر کوئی تجربہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

برکتِ رزق کا انمول وظیفہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ
يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ، يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو
الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (سورۂ آل عمران: آیت: ۷۳، ۷۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا
شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (سورۂ کہف آیت: ۳۹)

یہ وظیفہ حصولِ رزق اور برکتِ رزق کے لئے بہت مجرب ہے، حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے پاس جو کوئی آدمی تنگیٔ رزق کی شکایت کرتا تو آپ اسے یہی وظیفہ بتلاتے تھے، آج کل لوگ روزی کے معاملے میں بہت پریشان نظر آتے ہیں، انہیں چاہئے کہ ہر نماز کے بعد یہ وظیفہ تین تین مرتبہ پڑھ لیا کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ روزی میں خوب برکت ہوگی اور ساری تنگیاں دور ہوجائے گی، چونکہ یہ وظیفہ قرآنی آیات ہیں اور پھر اللہ کے ولیٔ کامل حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کا بتایا ہوا وظیفہ ہے۔ اس لئے اس کی تاثیر میں دو رائے نہیں ہوسکتی ہے۔

جن آپ کی زیارت کے لئے آتا تھا:

حضرتؒ کے پاس بمبئی سے میمن برادری کے دو آدمی آئے تھے اور ان کے ساتھ جن بھی تھا جو ان میں سے ایک آدمی کو دو سال سے پریشان کرتا تھا۔ اس کے ساتھی نے کہا کہ یہ آدمی مریض ہے اور اس پر جنات کا اثر ہے، اس لئے اس کو بہت پریشان کرتا ہے۔ مفتی صاحب نے تعویذ بنا دیا اور جن سے مخاطب ہوکر کہا: تو چلا جا، تو بھی اللہ کی مخلوق ہے، یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے، پریشان مت کر، چنانچہ وہ چلا گیا، اور وہ مریض ٹھیک ہوگیا۔ دو سال کے بعد پھر وہ مریض اپنے ساتھی کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس واپس آیا اور اس کے ساتھ جن بھی تھا۔ اس وقت حضرت تفسیر بیان القرآن کا مطالعہ کر رہے

تھے، آپ نے اس کو دیکھا تو کہا کہ تو پھر کیوں آیا؟ تو وہ جنات آپ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں آپ کی زیارت کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اب میں نہیں آؤں گا۔ پھر وہ جن چلا گیا اور وہ مریض ٹھیک ہو گیا۔

آپ آئے اور جنات چلے گئے:

مانگرول میں ایک صاحبِ ثروت آدمی تھے جو آپ سے ملنے جلنے والوں میں سے تھے انہوں نے سندوریا باغ (جو مانڈوی گیٹ کے قریب ہے) ایک غیر مسلم کے پاس سے خریدا تھا، جب وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ اس باغ میں آتے تو دل میں بے چینی اور گھبراہٹ سی طاری ہو جاتی اور ایسا ہوتا کہ جلدی سے اس باغ سے نکل جائیں، جب بارہا ایسا ہوا تو انہوں نے حضرت مفتی صاحب سے بات کی، حضرت نے کہا چلو دیکھ لیں گے۔ چنانچہ وہ حضرت کو گھوڑا گاڑی میں بٹھا کر باغ میں لے گئے۔ حضرت نے کافی دیر تک اوراد و وظائف پڑھے، اس کے بعد ان سے کہا کہ دو بکرے ذبح کر کے دو ڈیگ کھانا پکاؤ تا کہ جنّاتوں کی دعوت ہو جائے اور آپ نے جناتوں سے کہا کہ کیوں پریشان کرتے ہو؟ اخلاق سے رہو۔ اس کے بعد سب لوگ وہاں سے واپس چلے گئے۔ دوسرے دن دیکھا کہ ڈیگ کھالی تھی اور جنات وہاں سے جا چکے تھے۔ یہ حضرت مفتی صاحب کی کرامت کہئے کہ آپ آئے تو جنات نے

اپنا بسیرا چھوڑ دیا اور دوسری جگہوں پر منتقل ہو گئے ، اس کے بعد کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

ایک عورت گوشت نہیں کھاتی تھی:

گوشت کھانا سنت ہے اور مسلمانوں کا بہترین کھانا گوشت ہی ہے۔ حدیث میں گوشت کو تمام کھانوں کا سردار بتایا گیا ہے۔اس لئے اکثر و بیشتر مسلمان گوشت کھاتے ہیں البتہ بعض لوگ وہ ہیں جو گوشت کو ناپسند کرتے ہیں۔اور کھانے سے دور بھاگتے ہیں۔حالانکہ انکو بھی آہستہ آہستہ گوشت خوری کی عادت ڈالنی چاہیے۔ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت بالکل گوشت نہیں کھاتی تھی ، کئی مرتبہ گوشت کھلانے کی تدبیریں کی گئیں لیکن وہ اس سے دور بھاگتی تھی ، ایک مرتبہ ان کے شوہر حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے پاس لے گئے اور حضرت سے کہا کہ یہ گوشت نہیں کھاتی ہے،کوئی ایسا علاج بتاؤ کہ وہ گوشت کھانا شروع کردے، حضرتؒ نے تھوڑی دیر کچھ وظیفہ پڑھا اور دم کر دیا اس کے بعد سے وہ عورت گوشت کھانے لگی اور گوشت اس کا محبوب ترین کھانا بن گیا۔ یہ تھی حضرت کی روحانی تاثیر کہ جن کی بدولت مریض بہت جلد اچھا ہو جایا کرتا تھا۔

خواب میں حسبنا اللہ ونعم الوکیل کی تلقین:

حضرت مفتی صاحب کے انتقال کے بعد ایک عورت نے خواب دیکھا کہ زمین کے اندر ایک تہہ خانہ ہے اور اس میں جانے کے لئے سیڑھی لگی ہوئی ہے وہ عورت سیڑھی سے اتر کر تہہ خانہ میں گئی ، کیا دیکھتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب قرآن کی تلاوت میں مشغول ہے اور قرآن بھی اتنا بڑا تھا کہ آپ کی پیٹھ کے پیچھے سے بھی اس کے دونوں طرف کے کنارے نظر آرہے تھے، جب مفتی صاحب کو احساس ہوا کہ کوئی پیچھے کھڑا ہے تو آپ نے بغیر چہرہ گھمائے صرف ہاتھ سے واپس جانے کا اشارہ کیا اور کہا ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ، نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ'' پڑھتے رہنا، تمہیں کامیابی ملے گی۔ حضرت مفتی صاحب اپنی زندگی میں خلق خدا کی راحت کے لئے روحانی مریضوں کا علاج کیا کرتے تھے، اس سے بیمار بہت جلد صحتیاب ہوجاتا تھا، کبھی کبھار مریض کو کوئی وظیفہ یا دعا بتلادیتے تھے، یہ خواب اسی کی منظر کشی ہے۔ جس میں حضرت مفتی صاحب اس عورت کو آیت بالا تلقین کررہے ہیں اور اس کے پڑھنے پر کامیابی کا اشارہ دے رہے ہیں، یہ وظیفہ در اصل دو آیتوں کا مجموعہ ہے۔ ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ'' یہ سورۂ آل عمران کی ۱۷۳ ویں آیت ہے، جبکہ '' نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ'' یہ سورۂ انفال کی ۴۰ ویں آیت ہے، بعض لوگ بطور وظیفہ صرف

پہلی آیت پڑھتے ہیں، اور بعض دونوں آیتوں کو ملا کر پڑھتے ہیں۔ دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے۔

یہ صحابۂ کرام کا وظیفہ ہے:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ احد کے دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مجاہدین میں اعلان فرمایا کہ ہمیں مشرکین کا تعاقب کرنا ہے، مگر اس میں صرف وہی لوگ جاسکیں گے جو کل کے معرکہ میں ہمارے ساتھ تھے، اس اعلان پر دوسو مجاہدین کھڑے ہوگئے اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو مشرکین کے تعاقب میں جائے تو ستر حضرات کھڑے ہوگئے، جن میں ایسے لوگ بھی تھے جو گذشتہ کل کے معرکہ میں زخمی ہوچکے تھے، دوسروں کے سہارے چلتے تھے، یہ حضرات مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے، مقام حمراء الاسد پر پہنچے تو وہاں نعیم بن مسعود ملا، اس نے خبر دی کہ ابوسفیان نے اپنے ساتھ مزید لشکر جمع کر کے پھر یہ طے کیا ہے کہ پھر مدینہ پر چڑھائی کریں، اور مدینہ کا استیصال کریں، زخم خوردہ ضعیف صحابہ اس خبر وحشت اثر کو سن کر یک زبان ہوکر بولے کہ ہم اس کو نہیں جانتے۔ ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ '' یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے۔

(معارف القرآن، جلد دوم: ۲۳۹، ۲۴۰، سورۂ آل عمران)

اس وظیفہ پر صحابہؓ کو تین نعمتیں حاصل ہوئیں:

اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو تین نعمتیں عطا کیں: (۱) پہلی نعمت تو یہ کہ کافروں کے قلوب میں رعب و ہیبت ڈال دی اور وہ لوگ بھاگ گئے، جس کی وجہ سے یہ حضرات قتل وقتال سے محفوظ رہے، اس نعمت کو اللہ تعالیٰ نے نعمت ہی کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ (۲) اور دوسری نعمت اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی کہ ان حضرات کو حمراء الاسد کے بازار میں تجارت کا موقع ملا اور اس مال سے منافع حاصل ہوئے اسکو لفظ فضل سے تعبیر فرمایا ہے۔ (۳) تیسری نعمت جو ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے وہ رضائے الٰہی کا حصول ہے جو اس جہاد میں ان حضرات کو خاص انداز میں حاصل ہوئی۔

(معارف القرآن، شفیعی، جلد دوم: سورۂ آل عمران ص ۲۴۳، ۲۴۴)

حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے فوائد:

حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے جو فوائد و برکات قرآن کریم نے بیان فرمائے وہ کچھ (صرف) صحابۂ کرام کے ساتھ مخصوص نہ تھے، بلکہ جو شخص بھی جذبۂ ایمان کے ساتھ اس کا ورد کرے وہ یہ برکات حاصل کرے گا۔

مشائخ وعلماء نے ''حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ'' پڑھنے کے فوائد میں لکھا ہے کہ (۱) اس آیت کو ایک ہزار مرتبہ جذبۂ ایمان و انقیاد کے ساتھ پڑھا جائے اور دعاء مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا۔ (۲) ہجومِ

افکارو مصائب کے وقت ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ '' کا پڑھنا مجرب ہے۔(معارف القرآن، جلد دوم: سورۂ آل عمران ص: ۲۴۴)

(۳) جب کسی معاملہ میں مغلوب ہوجائے تو''حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ''(اللہ مجھ کو کافی ہے اور بہترین کارساز ہے) پڑھے۔
(ابوداؤد، نسائی، ابن سنی عن عوف ابن مالک)

(۴) خوفناک حادثہ میں کسی امر عظیم میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتو ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ عَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلْنَا '' پڑھنا چاہئے جس کا ترجمہ یہ ہے، اللہ ہمیں کافی ہے اور بہترین کارساز ہے، اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا۔
(ترمذی، ابن ابی شیبہ عن ابی سعیدؓ بحوالہ حصن حصین، ص: ۱۷۲، ۲۷۵)

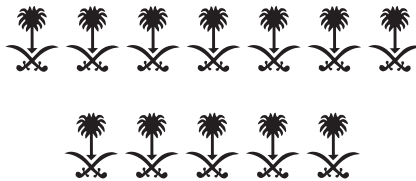
اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو اوراد ووظائف کی بڑی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، اس لئے جتنا ہوسکے اس کا ورد کرتے رہنا چاہئے ،خصوصا بے سروسامانی، ناگہانی آفت ومصیبت اور ظالم وجابر کے خوف ودہشت کے وقت اس کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے ، بہت جلد اس کا ثمرہ حاصل ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غم اور مصیبت دور کرنے کا مجرب وظیفہ:

حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ نے ۱۳۸۲ھ میں اپنے بیٹے ''محمد اسماعیل سلمہ'' کو ان کی پریشانی اور مصیبت کے وقت تسلی بھرا خط تحریر فرمایا تھا جس میں ایک اہم وظیفہ بھی تحریر فرمایا تھا، جو قرآنی و نبوی الفاظ کا مجموعہ ہے، افادۂ عام کے لئے یہاں پر اس کو نقل کیا جا رہا ہے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ ۝ اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَّ اَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ کُلَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ۝

فائدہ: جو کوئی اس وظیفہ کو صبح و شام اور پنج وقتہ نمازوں کے بعد پڑھ لیا کرے ان شاء اللہ اس کی پریشانی دور ہو جائے گی، اور چین و سکون نصیب ہوگا۔



چھٹا باب

اوصاف وکمالات

نماز عشق کی ایک جھلک:

فضائل نماز میں حضرت شیخ زکریاؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی آنکھ میں پانی اتر آیا لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا علاج تو ہوسکتا ہے مگر چند روز آپ نماز نہ پڑھ سکیں گے۔ تو انہوں نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اللہ جل شانہ کے یہاں ایسی حالت میں حاضر ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہ اس پر ناراض ہوں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے کہا پانچ دن لکڑی پر سجدہ کرنا پڑے گا، انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت بھی اس طرح نہیں پڑھوں گا، عمر بھر بینائی کو صبر کر لینا ان حضرات کے یہاں اس سے سہل تھا کہ نماز چھوڑیں حالانکہ اس عذر کی وجہ سے نماز کا چھوڑنا جائز بھی تھا (پھر بھی نماز نہیں چھوڑتے تھے)

(فضائل نماز در فضائل اعمال: جلد اول ص: ۲۳۹)

مفتی محمود صاحب نے بروایت اپنے والد صاحبؒ حضرت قطب العالم مولانا گنگوہیؒ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ نزول آب کے بعد حضرت سے آنکھ بنوانے کے لئے عرض کیا گیا تو آپ نے انکار فرمادیا، ایک ڈاکٹر صاحب نے

وعدہ کیا حضرت کی کوئی نماز قضا نہیں ہونے دونگا۔فجر اول وقت میں اور ظہر آخری وقت میں پڑھ لیں، البتہ سجدہ چند روز تک زمین پر نہ فرمائیں اور نماز میں تکیہ رکھ کر اس پر سجدہ کرلیں۔

اس پر ارشاد فرمایا چند دن کی نمازیں تو بہت ہوتی ہیں۔ایک سجدہ بھی اس طرح گوارہ نہیں۔کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت درس حدیث دیتے تھے، اب یہ فیض بند ہوگیا ہے، آنکھ بنوانے سے پھر یہ فیض جاری ہوجائے گا۔ اس پر ارشاد فرمایا: اس میں میرے کسی عمل کو کیا دخل ہے، جب قدرت نے چاہا جاری رہا، جب چاہا بند ہوگیا۔پھر کسی نے عرض کیا کہ اس میں حرج ہی کیا ہے؟ فرمایا: حدیث شریف میں بصارت سلب ہونے پر جنت کی بشارت ہے، مجھ کو یہ نعمت ملی ہے، میں اس کو کیوں ضائع کروں؟ چنانچہ آخر تک آنکھ نہ بنوائی۔ (اکابر کا تقویٰ: ص،۱۱، ۱۲، شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ)

ایسا ہی واقعہ حضرت مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جب ان کی آنکھوں میں پانی اتر آیا جس کی وجہ سے شدید درد ہوتا تھا تو آپ کو جونا گڈھ آنکھ کے اسپتال میں لایا گیا وہاں ڈاکٹر قاضی صاحب جو آنکھ کے آپریشن کے ماہر تھے، انہوں نے آپ کی آنکھوں کا آپریشن کیا اور بہت کامیاب رہا چونکہ آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اس لئے آپ نے اپنے خادم سے کہہ دیا تھا کہ جب بھی نماز کا وقت ہوجائے تو اطلاع کر دینا، جب نماز کا وقت ہوا تو خادم نے

حضرت کو بتایا، آپ نے اسی بیڈ پر جہاں سوئے ہوئے تھے کھڑے ہو کر تیمم کیا اور نماز پڑھنا شروع ہی کرنے والے تھے کہ اتنے میں ڈاکٹر قاضی صاحب آئے اور کہا کہ حضرت ابھی آپریشن تازہ ہے، آنکھوں سے خون نکلنے کا اندیشہ ہے، اس لئے سجدہ نہ کرنا، یہ سننا تھا کہ حضرت جلال میں آ گئے اور ڈاکٹر صاحب کو سخت سست کہہ کر فرمانے لگے، ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ اور نماز پڑھنا شروع کر دیا اور باقاعدہ سجدہ بھی کیا۔ ڈاکٹر صاحب دیکھتے ہی رہ گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ڈاکٹر صاحب نے عاجزانہ طور پر کہا (کیونکہ وہ حضرت کے بہت معتقد تھے اور محبت کرنے والوں میں تھے) کہ حضرت میں نے آپ کے فائدہ کے لئے منع کیا تھا تاکہ آپریشن فیل نہ ہو، خیر جب تین دن بعد آنکھوں کی پٹی کھولی گئی تو ڈاکٹر صاحب کو ڈر تھا کہ بار بار سجدہ کرنے کی وجہ سے کہیں آپریشن فیل نہ ہو گیا ہو، لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ آنکھوں میں روشنی بہت تیز تھی اور ہیرے کی طرح چمک رہی تھی، یہ تھا نماز کا شوق کہ ایک طرف آپریشن کی وجہ سے آنکھوں میں سخت درد ہے اور دوسری طرف ڈاکٹر کی طرف سے سجدہ کی سخت ممانعت ہے، اس کے باوجود کامل سجدہ کر کے نماز ادا فرمائی لیکن نماز کو فوت نہ ہونے دیا۔

ہمارے یہاں بیمار کی خیر خواہی راحت رسانی اس میں سمجھی جاتی ہے کہ اس کو نماز کی تکلیف نہ دی جائے، بعد میں فدیہ دے دیا جائے گا، ان حضرات

کے یہاں خیر خواہی یہ تھی جو عبادت بھی چلتے چلاتے کر سکے دریغ نہ کیا جائے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نماز کے بہت پابند تھے، خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، سفر وحضر، صحت ومرض، جوانی وپیرانہ سالی غرضیکہ ہر حال میں نماز کو بڑے اہتمام سے ادا فرماتے تھے۔

اب ذرا ہم اپنی حالت کی طرف متوجہ ہوکر دیکھے کہ ہماری نمازوں کا کیا حال ہے؟ معمولی بہانہ سے نمازوں کو ترک کردیتے ہیں اور اس پر ذرہ برابر احساس تک نہیں ہوتا۔ حالانکہ ایمان لانے کے بعد سب سے اہم عبادت نماز ہے۔

نماز کی فکر نے بے چین کر رکھا تھا:

ایک مرتبہ بیل گاڑی میں بیٹھ کر کہیں جارہے تھے اور نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب تھا، آپ نے بیل گاڑی والے سے کہا: تیز چلاؤ تاکہ نماز کا وقت فوت نہ ہو اور آپ کو ایسی فکر دامن گیر ہونے لگی کہ کہیں نماز نہ چلی جائے، خیر اللہ نے آپ کو وقت پر پہنچادیا اور آپ نے نماز پڑھ کر سکون کا سانس لیا، یہ تھی نماز کی فکر، جس نے آپ کو بے چین کر رکھا تھا اور جب نماز ادا فرمالی تو اطمینانِ قلبی حاصل ہوگیا۔

نماز میں ادنی سی غفلت ناقابل برداشت تھی:

نماز میں خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ ادنی سی غفلت اور معمولی خلل

اندازی بھی ناقابل برداشت تھی، ایک مرتبہ آپ قاضی واڑہ مسجد میں عشاء کی نماز پڑھانے آئے تو دیکھا کہ صرف ایک ہی مقتدی ہے، وقت ہونے پر اس کو اپنی داہنی جانب کھڑا کر کے نماز پڑھانا شروع کیا اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ اگر ایک ہی مقتدی ہو چاہے وہ بالغ مرد ہو یا نابالغ لڑکا، اسکو امام کی داہنی جانب ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے، ایک مقتدی کو امام کے پیچھے یا بائیں جانب کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (آسان فقہ: ۱/ ۳۲۶، عمدۃ الفقہ: ۲/ ۲۰۵)

اتنے میں ایک دوسرا آدمی آیا اور آپ کے کندھے پر دو تین مرتبہ ہلکا سا ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا، جس سے آپ کی نماز میں خلل واقع ہونے لگا تو آپ جلال میں آگئے اور اس کو سخت ڈانٹا اور کہا کہ کمبخت تو نے میری نماز خراب کردی، پھر نماز کے بعد اس کو مسئلہ سمجھایا، کیوں کہ اس نے مسئلہ صحیح طور پر نہ جاننے کی وجہ سے یہ حرکت کی تھی، جس پر آپ کو جلال آ گیا، یہ تھا نماز کا شغف کہ ادنی سی غفلت اور خلل اندازی سے نماز میں کوتاہی ہو یہ آپ کے لئے ناقابل برداشت تھا، بعد میں وہ آدمی آپ کے خادم سے کہنے لگا کہ حضرت مفتی صاحب تو کوئی اور ہی ہستی ہے، اس سے اندازہ لگائیے کہ آپ کی نماز کا کیا عالم تھا۔

نماز دین کا عظیم شعار:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ نماز اپنی عظمتِ شان اور مقتضائے عقل وفطرت ہونے کے لحاظ سے تمام عبادات میں خاص امتیاز

رکھتی ہے اور خداشناس وخداپرست انسانوں میں سب سے زیادہ معروف ومشہوراورنفس کے تزکیہ اورتربیت کے لئے سب سے زیادہ نفع مند ہے پھر چند سطر کے بعد آگے تحریر فرماتے ہیں کہ انہی خصوصیات وامتیازات کی وجہ سے نمازکودین کاعظیم ترین شعاراورامتیازی نشانی قرار دیا گیاہے۔

(حجۃ اللہ البالغۃ: ۱۸۶،بحوالہ معارف الحدیث، کتاب الصلوۃ: ۳/۷۵)

نماز کے فضائل:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کےاورکفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نماز دین اسلام کا ایسا شعار ہے اور حقیقت ایمان سے اس کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ اس کو چھوڑ دینے کے بعد آدمی گویا کفر کی سرحد میں پہنچ جاتا ہے۔(معارف الحدیث، کتاب الصلوۃ: ۳/۷۷)

- ☑ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔
- ☑ نماز دین کا ستون ہے۔
- ☑ نماز شیطان کا منھ کالا کرتی ہے۔
- ☑ نماز مؤمن کا نور ہے۔
- ☑ نماز دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ) بنالے۔

☑ جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا ہے ان کے رکوع وسجود اور وضوء وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا ہے جنت اس کے لئے واجب ہوجاتی ہے۔اور دوزخ اس پر حرام ہوجاتی ہے۔

☑ سب سے افضل عمل اول وقت میں نماز پڑھنا ہے۔

☑ نماز ہر متقی کی قربانی ہے۔

(فضائل نماز در فضائل اعمال جلد اول: ۲۱۹، ۲۲۰)

اس کے علاوہ نماز کے بے شمار فضائل کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے پنج وقتہ نمازوں کا اہتمام زندگی کا جزو لاینفک ہونا چاہئے۔اسی میں اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت کی بھلائیاں رکھی ہیں، ہمارے اکابرین نے نمازوں کا بہت اہتمام کیا ہے اور بڑے شوق ولگن سے نمازیں پڑھا کرتے تھے، بلکہ بعض اکابر تو وہ تھے جو قبر اور جنت میں نماز پڑھنے کی تمنا کیا کرتے تھے اور اس کی توفیق مانگا کرتے تھے۔

مولانا عبدالواحد لاہوریؒ کا واقعہ:

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نامِ نامی سے کون شخص ہندوستان میں ناواقف ہوگا؟ ان کے ایک خلیفہ مولانا عبدالواحد لاہوریؒ نے ایک دن ارشاد فرمایا: کیا جنت میں نماز نہ ہوگی؟ کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں نماز کیوں؟ وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی، اس پر ایک آہ کھینچی

اور رونے لگے اور فرمایا کہ بغیر نماز کے جنت میں کیوں کر گزرے گی ایسے ہی لوگوں سے دنیا قائم ہے اور زندگی کو وصول کرنے والی حقیقت میں یہی مبارک ہستیاں ہیں۔ (فضائل نماز در فضائل اعمال: جلد اول: ۲۲۲)

حضرت ثابت بنانیؒ کا واقعہ:

حضرت ثابت بنانیؒ حفاظ حدیث میں ہیں وہ اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے، ابو سنان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابتؒ کو دفن کیا، دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے، اس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ، جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا؟ اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو؟ ہم نے قصہ بیان کیا، اس نے کہا کہ پچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطاء کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔ (فضائل نماز: جلد اول ص: ۲۶۵ بحوالہ اقامۃ الحجۃ)

تنبیہ: جو لوگ نماز نہ پڑھ کر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، یا حمیت اسلام کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ ارشادات پر غور کریں اور جن اسلاف کی کامیابیوں تک پہنچنے کے خواب دیکھتے ہیں ان کے

حالات کی بھی تحقیق کریں کہ وہ دین کو کس مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔ (جیسا کہ واقعات مذکورہ سے معلوم ہوا) پھر دنیا ان کے قدم کیوں نہ چومتی؟ (حوالہ بالا ص:۲۳۹)

اس لئے ہر ایک مسلمان کو ان اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نماز کا خوب اہتمام کرنا چاہیئے اور دوسروں کو بھی نماز کی طرف بلانا چاہیئے، خصوصا اپنی آل اولاد پر نماز کی تاکید کرتے رہنا چاہیئے تا کہ بڑے ہو کر نماز کے پابند بن جائے، اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو اہتمام سے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

فوائد نماز:

یہاں نماز کے چند فوائد لکھے جاتے ہیں تا کہ اس کو پڑھ کر دلوں میں نماز کا شوق پیدا ہو۔

حافظ ابن قیمؒ زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ

(۱) نماز روزی کو کھینچنے والی ہے۔ (۲) صحت کی محافظ (حفاظت کرنے والی) ہے۔ (۳) بیماریوں کو دفع (دور) کرنے والی ہے۔ (۴) دل کو تقویت (طاقت) پہنچاتی ہے۔ (۵) چہرہ کو خوبصورت اور منور (روشن) کرتی ہے۔ (۶) جان کو فرحت (تازگی) پہنچاتی ہے۔ (۷) اعضاء میں نشاط (چستی) پیدا کرتی ہے۔ (۸) کاہلی (سستی) کو دفع کرتی ہے۔ (۹) شرح

صدر (دل کے اطمینان) کا سبب ہے۔ (۱۰) روح کی غذا ہے۔ (۱۱) دل کو منوّر (روشن) کرتی ہے۔ (۱۲) اللہ کے انعام کی محافظ ہے۔ (۱۳) عذاب الٰہی سے حفاظت کا سبب ہے۔ (۱۴) شیطان کو دور کرتی ہیں۔ (۱۵) رحمن سے قرب (نزدیکی) پیدا کرتی ہے، غرض روح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دخل ہے اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ (۱۶) نیز دنیا اور آخرت کی مضرتوں (نقصان والی چیزوں) کے دور کرنے میں اور دونوں جہاں کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیت ہے۔

(فضائل نماز در فضائل اعمال: ۱/ ۲۲۳)

ذکر خداوندی:

حضرت مفتی صاحبؒ صوم وصلوۃ اور کثرت تلاوت کے پابند تھے، ہر وقت یاد الٰہی میں ڈوبے رہتے تھے بلکہ استغراق کا عالم یہ تھا کہ وہ یاد الٰہی میں مست رہنے کی وجہ سے اپنی بیوی کا نام تک بھول چکے تھے۔

یا اللہ یا اللہ کا ورد:

حضرت مفتی صاحبؒ کی زبان پر اکثر یا اللہ یا اللہ کا ورد جاری رہتا تھا، جب پانی پیتے تو ہر گھونٹ پر یا اللہ یا اللہ کہتے تھے، اور فرماتے تھے کہ وہ پانی کے ساتھ دل میں اتر جاتا ہے۔ کسی موقع پر آپ اپنے خادم کے ساتھ گھوڑا گاڑی میں بیٹھ کر کہیں جا رہے تھے کہ اچانک گھوڑا گاڑی کا پہیا نکل گیا، جس

سے آپ اور خادم دونوں کھڈے میں گر گئے تو فوراً آپ یا اللہ یا اللہ کا ورد کرنے لگے پھر کھڑے ہوکر اپنے خادم سے پوچھا کہ کچھ لگا تو نہیں ہے نہ؟ خادم نے کہا حضرت کچھ بھی نہیں لگا ہے، پھر آپ نے فرمایا چلو! یہاں تو شیطان ہے اور آگے بڑھ گئے، غرض ہر موقع پر خواہ فرحت وشادمانی ہو یا تکلیف اور کرب والم کا موقع ہو، ہر حال میں یا اللہ یا اللہ کا ورد زیادہ تر جاری رہتا تھا اور چونکہ آپ پر توحید کا غلبہ تھا اس لئے اس کا اثر یا اللہ یا اللہ کے ذریعہ زبان پر ظاہر ہوتا تھا۔ آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے اسکا نام لینے میں مزہ آتا ہے۔ آپ کو اللہ سے کامل محبت تھی اس لئے اللہ کا نام لینے میں مزہ آتا تھا، اسلئے آپ ہر وقت یا اللہ یا اللہ کہتے تھے۔

ذکر خداوندی کی جلالت سے دل جل کر راکھ ہوگیا:

مفتی صاحب کو آخری عمر میں پتھری کی شدید بیماری لاحق ہوگئی تھی جس کی وجہ سے وہ بہت ہی پریشان اور تکلیف زدہ رہتے تھے۔ کافی علاج ومعالجہ کے بعد بھی کوئی افاقہ نہیں ہورہا تھا۔ اس لئے حضرت مفتی صاحبؒ کو علاج کے لئے راجکوٹ لے جایا گیا، وہاں ڈاکٹر نے معمولی تشخیص کے بعد رقعہ لکھ دیا کہ آپ بمبئی میں جے۔جے۔ اسپتال چلے جاؤ، چنانچہ آپ بمبئی جے۔جے۔ اسپتال لائے گئے اور وہاں آپریشن طے ہوا۔ وقت متعینہ پر ڈاکٹر شروف صاحب نے حضرت کا آپریشن کیا، جب پیٹ چیرا گیا تو سوائے راکھ کے کچھ نہ

ملا، ڈاکٹر سمجھ گیا کہ یہ کوئی کرامتی بزرگ ہے۔ڈاکٹر نے کہا کہ پیٹ میں سوائے راکھ کہ کچھ ہے ہی نہیں تو آپریشن کس چیز کا کیا جائے؟ یہ کہہ کر پیٹ کو واپس بند کردیا گیا۔ اللہ اکبر! یہ کیا تھا؟ یہ درحقیقت یادالٰہی کی کثرت کی وجہ سے اندرون بطن کا پورا حصہ جل کر راکھ ہو گیا تھا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ہروقت یادالٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ یہ واقعہ ''ہمارے اکابر'' نامی کتاب کے صفحہ ۸۹ پر بھی لکھا ہوا ہے، اس کے بعد مفتی صاحب کو دو سال تک افاقہ رہا، پھر درد نے ستایا، یہاں تک کہ چھ ماہ گزر گئے اور اس کی وجہ سے بہت بلبلاتے اور کڑھتے تھے، تو پھر آپ ویراول عثمانیہ اسپتال میں لائے گئے، اور وہاں ۸/ دن تک ایڈمٹ (داخل) رہے، ڈاکٹر غلام محمد دَل صاحب اور ڈاکٹر عباس وہورا صاحب نے آپ کا علاج کیا مگر کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا، اس لئے واپس مانگرول آگئے۔

غلبۂ ذکر سے کھانے میں بے التفاتی:

جمعہ کے دن عام طور پر حضرت مفتی صاحبؒ کی کہیں نہ کہیں دعوت طے ہوتی تھی، اس لئے آپ جمعہ کی نماز پڑھانے کے بعد وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی نے دعوت دی اور اس میں گوشت کا سالن اور چاول وغیرہ پکایا تھا، آپ کو لینے کے لئے اپنے بیٹے کو بھیج دیا، جب آپ تشریف لائے تو ابھی دستر خوان پر کھانا لگانا باقی تھا، اتنے میں آپ ذکر

خداوندی میں مست ہوگئے ، تھوڑی دیر بعد دسترخوان پر کھانا تیار کرکے میزبان نے کہا حضرت کھانا کھالیں گے؟ آپ نے فرمایا جی اور پھر واپس استغراقی کیفیت میں چلے گئے اور ذکر میں مست ہوگئے، جب دو تین مرتبہ میزبان نے کہا تو آپ نے فرمایا جی اب کھالیتے ہیں ، کھانے کے لئے دسترخوان پر تشریف لائے ،آپ کے سامنے گوشت کا سالن رکھا ہوا تھا،آپ صرف اسی کو کھاتے جارہے تھے، میزبان نے جب دیکھا کہ حضرت صرف سالن ہی کھاتے جارہے ہیں تو اس نے چاول آپ کے سامنے کردئے تو آپ نے صرف چاول کھانا شروع کیا۔ میزبان نے چاول میں سالن ملاکر آپ کے سامنے پیش کیا، پھر آپ نے اس کو کھانا شروع کیا،آپؒ بہت ہوشیار سمجھدار اور بڑے عقلمند تھے لیکن غلبۂ ذکراور یادالٰہی میں استغراقی کیفیت طاری ہوجانے کی وجہ سے کھانے میں اس قدر بے التفاتی ہوجاتی تھی کہ صرف سالن یا صرف چاول ہی کھائے جارہے تھے اور ملاکر کھانے کا احساس تک پیدا نہیں ہو پارہا تھا، یہ تھے اللہ کے کامل ولی کہ کبھی اس کی یاد میں ایسے غرقاب ہوجاتے تھے کہ کھانے کی طرف ادنی سی توجہ بھی نہیں ہوتی تھی۔ جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ کھانے میں ایسے مشغول رہتے ہیں کہ ذرہ برابر دوسری چیزوں کی طرف التفات نہیں ہوتا ہے، ہمارے اور اللہ والوں کے درمیان یہی فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ذکر دوام اور کثرت ذکر کی توفیق عطا فرمائے۔

خوف خدااور گریہ وزاری:

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ انہوں نے اللہ کے خوف وخشیت کی وجہ سے پوری زندگی میں کبھی آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھائی، ٹھیک یہی صفت حضرت مفتی صاحبؒ میں موجود تھی کہ خوفِ خداوندی کے غلبہ سے آپ کبھی آسمان کی طرف نہیں دیکھتے تھے، نیز رات ۱۱/بجے سے ۳/بجے تک آپ اللہ کے حضور آہ وزاری میں مشغول رہتے تھے اور یہ آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ یہی وہ راز تھا جس کی وجہ سے اللہ نے آپ کو بلند مقام تک پہنچا دیا تھا، بڑے بڑے اہل اللہ آپ کے اکرام میں کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔

اسلاف کا رونا:

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ عشاء کی نماز کے بعد مصلی پر بیٹھ جاتے اور دعاء کے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے حتی کہ اسی میں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی پھر جب کھل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دعاء میں مشغول رہتے تھے۔

☆ حضرت ثابت بنانیؒ اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں۔

☆ حضرت ہنادؒ ایک محدث ہیں ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ

بہت ہی زیادہ روتے تھے۔

☆ ابو عتاب سلمیؒ چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ (فضائل نماز در فضائل اعمال: ص ۲۶۴ تا ۲۶۶)

☆ حضرت خواصؒ جو مشہور بزرگ ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت رحلہ عابدہ روتے روتے نابینا ہوگئی تھی۔ (فضائل صدقات: ۵۰۱/۲)

☆ حضرت شعوانہؒ عورت ہیں وہ اللہ کے سامنے بہت روتی تھی، کسی نے رونے میں کمی کا مشورہ دیا تو کہنے لگی میری تو یہ تمنا ہے کہ میں اتنا روؤں کہ آنکھ میں آنسوں نہ رہے، پھر خون کے آنسوں سے رونا شروع کردوں، یہاں تک کہ میرے بدن کا سارا خون آنکھوں سے نکلے ایک بھی قطرہ خون کا نہ رہے اور کہنے لگی کہ مجھے رونا کہاں آتا ہے، مجھے رونا کہاں آتا ہے، بار بار اسی لفظ کو کہتی رہی کہ مجھے رونا کہاں آتا ہے، یہاں تک کہ بیہوش ہوگئی۔ (مستفاد از فضائل صدقات: حصہ دوم: ۵۰۰)

ان کے علاوہ بے شمار واقعات ہیں ہمارے اسلاف کے جو اللہ کے سامنے خوب آہ وزاری کرتے تھے۔

مفتی صاحب کا رونا:

حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ بھی انہیں رونے والے بزرگوں میں سے تھے، آپ خوف خداوندی اور خشیت الٰہی کی وجہ سے بکثرت رویا کرتے تھے،

آپ کے متعلق منقول ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد رات گیارہ بجے سے تین بجے تک اللہ کے سامنے آہ وزاری کرتے تھے اور خوب گڑگڑاتے تھے اور یہ آپ کا روزانہ کا معمول تھا، نیز آپ بیانوں میں بھی بہت روتے تھے، دوران بیان جنت کا تذکرہ آجاتا تو مسکرا کر اس کی نعمتوں کو بیان فرماتے، گویا جنت کے مناظر آپ کے سامنے ہوتے اور جب جہنم کے احوال بیان کرنا شروع کرتے یا موت و مابعد الموت کی کوئی بات آجاتی تو آپ دھاڑے مار مار کر روتے تھے، حتی کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوجاتی تھی، آپ کا کوئی بیان ایسا نہ ہوتا تھا جس میں آپ نہ روئے ہو، رورو کر لوگوں کو دین کی باتیں بتلاتے تھے اور ان پر ترس کھاتے تھے، یہ دراصل خشیت الٰہی اور فکر آخرت ہی کا نتیجہ تھا، جو رونے کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا، بکثرت رونے کی وجہ سے آنکھوں میں کمزوری آگئی تھی، جس کی وجہ سے آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا، اس لئے جونا گڈھ آنکھ کی اسپتال میں اس کا آپریشن بھی کرایا گیا تھا، جو الحمد للہ کامیاب رہا۔

بکثرت رونے کی وجہ سے آنکھوں کا کمزور ہونا صلحاء کی علامت میں سے ہے، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ صلحاء کی علامت رات کے جاگنے سے چہروں کا زرد ہوجانا اور راتوں کو رونے کی وجہ سے آنکھوں کا چوندھا ہوجانا اور روزوں کی کثرت سے ہونٹوں کا خشک ہوجانا ہے۔

(فضائل صدقات: ۲/۴۹۶)

ہماری حالت:

آجکل ہمارا تو حال یہ ہو گیا ہے کہ ہم نے اللہ کے سامنے رونا ہی چھوڑ دیا ہے اور اگر کچھ لوگ روتے ہیں، اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں تو وہ آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ اکثر طبقہ اس نعمت سے محروم ہے، پھر ہم کہتے پھرتے ہیں کہ حالات و پریشانیاں سروں پر منڈلا رہی ہیں، بیماریوں نے گھیر رکھا ہے، ظلم وزیادتی کے بھنور میں پھنس چکے ہیں ، روزی کی برکات ختم ہوگئی، گھریلو زندگی خانہ جنگی کی شکار ہے، اولاد نافرمان ہے وغیرہ غرضیکہ طرح طرح کی باتیں زبان پر آتی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کے سامنے جھولی پھیلا دیں، ہاتھوں کو اٹھا دیں اور خوب دلجمعی کے ساتھ اللہ سے دعائیں مانگیں، خوب آہ وزاری کریں، خوب روئیں ، خوب گڑگڑائیں، اگر رونا نہیں آتا تو رونے کی شکل بنائیں اور ایک دن نہیں روزانہ کا معمول بنائیں ، پھر دیکھیں کہ مسائل کیسے حل ہوتے ہیں، پریشانیاں کیسے دور ہوتی ہیں۔

رونے کے فضائل:

اللہ کی یاد میں رونا یا اس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہ میسر فرمادیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب

تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے، پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتی کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے، ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہوگئی ہو اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

(فضائل ذکر جلد اول: ۳۵۹)

روایات بالا میں رونے کے بڑے عجیب فضائل بیان کئے گئے ہیں، اس لئے ہمیں چاہئے کہ اللہ کے سامنے خوب روئیں، آج وقت ہے جتنا مانگنا ہے مانگ لے، جتنا رونا ہے اللہ کے سامنے رو لیوے، کل قیامت کے دن رونا کچھ کام نہ آئے گا، حضرت مفتی صاحبؒ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے کہ زندگی بھر راتوں کو روتے رہے، بیانوں میں روتے رہے، اور اللہ سے مانگتے

رہے، آج جو کچھ دین کی باغ و بہار ہمیں اس شہر میں نظر آ رہی ہے، وہ حضرت کی آہ وزاری کا طفیل ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی حقیقت سمجھا دیں اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

استحضار آخرت:

منارہ مسجد (مانگرول) میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ جمعرات کے دن عشاء کی نماز کے بعد تفسیر کیا کرتے تھے اور اس میں لوگوں کو قرآنی احکام سمجھایا کرتے تھے، بہت سارے لوگ اس میں شرکت فرماتے تھے اور حضرت کے علم سے محظوظ ہوتے تھے، چونکہ آپ قاضی واڑہ میں رہتے تھے، اس لئے تفسیر کے بعد ایک خادم آپ کو وہاں چھوڑنے آتے تھے، آپ پر فکر آخرت کا غلبہ تھا اور خوف خداوندی اور خشیت الٰہی سے آپ کا سینہ معمور تھا اس لئے راستہ چلتے ہوئے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں اپنے خادم کے سامنے یہ الفاظ بار بار دہراتے تھے کہ بندہ عمل کرتے کرتے جنت کے قریب پہنچ جائے اور پھر ایسا عمل کر بیٹھے کہ جہنمی بن جائے، اور گناہ کرتے کرتے جہنم کے قریب پہنچ جائے اور پھر ایسا عمل کر لیوے کہ وہ جنتی بن جائے، قلم چل گئی اور سیاہی سوکھ گئی۔ اللہ خاتمہ بالخیر کرے۔ پھر اپنے خادم کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے: ٹھیک ہے نہ بھائی؟ اور یہی کلمات کہتے کہتے قاضی واڑہ پہنچتے تھے، اس سے پتہ چلا کہ آپ کو آخرت کا کتنا استحضار تھا اور اللہ کے خوف وخشیت کا کس قدر

غلبہ تھا کہ ان کلمات کو بار بار دہرا کر اپنے بارے میں ڈرا کرتے تھے، استحضار آخرت کی دولت بہت بڑی دولت ہے۔ ہر کس و ناکس کو یہ دولت عطا نہیں کی جاتی جو بندہ اللہ کو پانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتا ہے دنیا سے منھ موڑ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کو اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرما دیتے ہیں، جس کے سامنے ہر وقت آخرت کا تصور رہتا ہے وہ اللہ سے بہت ہی زیادہ ڈرتا ہے ، پھر دنیا اس کے سامنے کوئی چیز نہیں ہوتی ہے، حضرت مفتی صاحبؒ اس صفت عظمیٰ کے حامل تھے، ہر وقت استحضاری کیفیت میں غرقاب رہتے تھے، اللہ پاک ہمیں بھی اس صفت عظمیٰ سے مالا مال فرمائے۔

ورع وتقوی کے پیکر:

آپ کے استاذ حضرت مفتی سلطان حسن صاحب آگرویؒ نے ایک مرتبہ آپ کے ورع وتقوی کو دیکھ کر فرمایا، ابراہیم ! تو تقوی میں مجھ سے بہت آگے نکل گیا ہے، اللہ اکبر! استاذ جب اپنے شاگرد کے بارے میں یہ جملہ کہہ دے اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ واقعۃً تقوی وطہارت کے پیکر تھے۔

ایک آدمی نے ہرا ناریل آپ کو پیش کیا، آپ نے پینے سے انکار کر دیا، کسی نے کہا حضرت یہ آدمی بچارا بہت دور سے آیا ہے اور اس کے کھیت سے ناریل اتار کر لایا ہے، اس لئے آپ قبول کر لیجئے، حضرت نے کہا: یہ اپنے

پڑوس کے کھیت سے بغیر اجازت پانی لیکر کھیت میں پلاتا ہے جو جائز نہیں ہے اور اس سے تیار شدہ پیداوار (ناریل) یہ بھی جائز نہیں تو پھر میں کیسے قبول کروں؟ گویا آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا، یہ تھا آپ کا کامل تقوی کہ دوسرے کے کھیت سے پلائے ہوئے پانی کے نتیجہ میں جو ناریل تیار ہوا تھا، اس کو محض اس وجہ سے قبول نہ کیا کہ وہ بغیر اجازت پلایا گیا تھا۔ آپ کھانے پینے کے معاملہ میں بہت محتاط تھے، ہر کس و ناکس کی دعوت بھی قبول نہیں فرماتے تھے۔ جہاں کہیں حرام آمدنی کا شبہ ہوتا تو آپ فوراً انکار کر دیتے تھے اور کیوں نہ ہو کہ قرآن میں بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اللہ فرماتے ہیں۔ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (سورۂ بقرہ:۵۷)

ترجمہ: کہ تم پاکیزہ رزق کھاؤ جو ہم نے تم کو دیا ہے۔

ایک مرتبہ ایک بینک مینیجر نے ۵۰۰ روپئے بطور ہدیہ پیش کئے، آپ نے فوراً منع کر دیا، کیوں کہ بینک کا پورا نظام سود پر چلتا ہے اور اس کی آمدنی بھی اسی پیسے کی تھی، اس لئے آپ نے قبول نہ کیا اگر ہما شما میں سے کوئی ہوتا تو قبول کرنے میں دریغ نہ کرتا اور ادھر ادھر کی تاویلات کر کے اس کو جواز کے زمرہ میں شامل کر دیتا، لیکن یہ تو حضرت مفتی صاحب تھے جو ورع و تقوی کے پیکر تھے اور ایسی ناجائز اور شبہات والی چیزوں سے بہت ہی پہلو تہی

کرتے تھے گویا مفتی صاحب آیت مذکورہ کے صحیح معنی میں عامل تھے، آپ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہیں، ہمیں چاہئے کہ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حرام آمدنی اور ناجائز چیزوں کے قبول کرنے سے گریز کریں، حتی کہ حرام کا شائبہ بھی ہو تو اسے ترک فرمادیں، کیوں کہ جب حرام اور ناجائز لقمہ پیٹ میں چلا جاتا ہے تو پھر بارگاہ ایزدی میں دعائیں قبول ہونے کا سلسلہ رک جاتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ بہت سے بندے جو بدحال اور پراگندہ حال ہوتے ہیں، اللہ سے مانگنے کے لئے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں، اے میرے رب! اے میرے رب! جب کہ اس کی غذا حرام ہے۔ اس کا کپڑا حرام آمدنی سے تیار ہوا، اس کے جسم کی پرورش اور اس کی نشوونما حرام مال سے ہوئی ہے تو کیسے اس کی دعاء قبول کی جائے گی۔

(کنزالعمال بحوالہ رزق حلال کی برکات اور حرام کی نحوست: ص ۱۲)

اور آج کل لوگ مال بٹورنے میں اس قدر تساہل سے کام لیتے ہیں کہ جائز اور ناجائز میں ذرہ برابر تمیز نہیں کرتے ہیں، بس! مال آرہا ہے نہ؟ چاہے کیسا بھی آئے، یہ مال ان کے حق میں فتنہ بن جاتا ہے، پھر نہ زکوۃ نکالنے کی توفیق ہوتی ہے نہ کسی کار خیر میں صرف کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس مال کی بنیاد پر آپس میں جھگڑے، فساد اور اختلافات ہوتے ہیں اور عام طور پر

ایسا مال بیماری اور ناجائز راستوں میں صرف ہوتا ہے اس لئے حرام مال سے خوب بچنا چاہئے اور حلال کی تلاش میں رہنا چاہئے کیوں کہ حلال کی طلب و جستجو ایک طرح کا فریضہ ہے، چنانچہ حدیث میں:

''طلب الحلال فريضة بعد الفريضة''

کہ حلال اور پاکیزہ مال کو حاصل کرنا دیگر فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔

(تہذیب التھذیب: ۱۰۲/۵، الترغیب والترھیب: ۱۶/۳، مجمع الزوائد: ۲۹۴/۱۰)

حضرت سعدؓ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے اس بات کی دعاء کردیں کہ حق تعالیٰ شانہ مجھے مستجاب الدعوات (یعنی جو دعاء کرے وہ قبول ہوجائے) بنادے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی روزی کو پاک بنالو۔ (مشتبہ مال نہ کھاؤ) مستجاب الدعوات بن جاؤں گے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے کہ آدمی ایک حرام کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے جس سے اس کی چالیس دن کی عبادت نامقبول بن جاتی ہے اور جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو جہنم اس کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ (ترغیب، فضائل صدقات: ۳۹۴)

حلال اور پاکیزہ رزق کے فوائد:

علماء نے حلال اور پاکیزہ غذا کھانے کے بہت سے فوائد لکھے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ (۱) حلال اور طیب غذا استعمال کرنے سے دعائیں قبول

ہوتی ہیں۔(۲)دلوں میں اللہ کی خشیت پیدا ہوتی ہے۔(۳)عبادتوں میں حلاوت پیدا ہوتی ہے۔(۴)برکتیں حاصل ہوتی ہے۔(۵)ایمان ویقین کی کیفیت نصیب ہوتی ہے۔(۶)قلب پر انوارات کا نزول ہوتا ہے، چنانچہ حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہیں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے دل میں خشیت خداوندی پیدا ہو اور صوفیاء اور بزرگان دین کی طرح قلبی واردات نصیب ہوں تو اسے چاہئے کہ وہ حلال اور طیب غذا استعمال کرلے اور زندگی میں سنتوں کا اہتمام کرے۔ (اتحاف السادۃ المتقین) (۷) گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (۸)اللہ تعالیٰ بندے کی بخشش فرماتے ہیں، چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جو شخص حلال کمائی کے لئے ذلت برداشت کرتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ (احیاء علوم الدین)
(۹) مسلسل حلال اور پاکیزہ رزق استعمال کرنے سے دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ (۱۰) طاعات اور نیکیوں میں خاص قسم کی لذت محسوس ہوتی ہے۔ (۱۱)شریعت کے احکام پر عمل کرنے میں سرور حاصل ہوتا ہے۔ (۱۲)ذکر واذکار میں قلبی اطمینان وسکون نصیب ہوتا ہے۔(۱۳)حلال رزق اور طیب غذا کی برکت سے اللہ تعالیٰ انسان کے قلب میں حکمت کے چشمے جاری فرمادیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کو حق وباطل میں تمیز کرنے کی غیر معمولی قوت حاصل ہوتی ہے۔(۱۴) دین ودنیا کے شعبے میں اللہ تعالیٰ ایسے

انسان کو غیر معمولی بصیرت عطا کرتے ہیں، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص چالیس دن تک حلال مال استعمال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو منور فرماتے ہیں، اور حکمت کے سر چشمے اس کے دل میں جاری فرماتے ہیں۔

(احیاء علوم الدین، رزق حلال کی برکات: ۱۲، ۱۳ بفرق یسیر)

اس لئے حلال اور پاکیزہ روزی کی تلاش میں خوب کوشش کرنی چاہئے اور حرام اور مشتبہ مال سے بچنا چاہئے جیسا کہ حضرت مفتی صاحبؒ میں یہ خوبی بوجہ الکمال کو پہنچی ہوئی تھی کہ حرام تو درکنار مشتبہ مال سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوری امت مسلمہ کو حرام اور مشتبہ مال سے بچائے اور حلال و پاکیزہ رزق کا بہترین انتظام فرمائے۔ آمین۔

زہد وقناعت:

زہد وقناعت اور دنیا سے بے رغبتی آپ کا خاص وصف تھا۔ دنیا کی چیزوں کی طرف ذرہ برابر بھی التفات نہیں فرماتے تھے۔ اسی لئے منقول ہے کہ برسہا برس شہر مانگرول کی جامع مسجد میں خطابت کا فریضہ انجام دیا اور اسی جامع مسجد میں صدر دروازہ سے داخل ہوتے ہوئے بائیں طرف والے حصہ میں حوض تک پہلے آم کے کافی درخت لگے ہوئے تھے جو کہ اب نہیں ہے، جب ان کی اجارہ داری کی بات آئی تو مفتی صاحب نے کہا کہ کیا یہاں آم کے درخت بھی ہیں؟ یعنی حضرت کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہاں آم کے درخت

لگے ہوئے ہیں، یہ حضرت کی دنیا سے بے رغبتی کا عالم تھا، اگرچہ یہ بات دنیا پرستوں کی عقل وفہم سے بالاتر ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ زاہدوں، متقیوں اور خدارسیدہ بزرگوں کے لئے یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کیونکہ یہ حضرات باوجود عقل وفراست کے دنیا سے اس قدر بے رغبت ہوتے ہیں کہ انہیں دائیں ربائیں کا پتہ تک نہیں ہوتا اور ایسے ہی لوگوں سے دنیا کا نظام قائم ہے، ان کے مقام ومرتبہ تک پہنچے بغیر ان کی باتیں ہر کس وناکس سمجھ بھی نہیں سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض نادان بلا وجہ ان کی بعض باتوں پر اعتراض چھیڑ دیتے ہیں جو کہ صحیح نہیں۔ فضائل اعمال میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیائے کرام کے ایسے کئیں واقعات نقل کئے ہیں جو ہماری فہم وفراست سے ماوراء ہے لیکن وہ مبنی بر حقیقت ہے۔

نیز آپ کھانا بہت کم تناول فرماتے تھے، چونکہ آپ شہر مانگرول میں اکیلے ہی رہتے تھے اس لئے جو کھانا آپ کے لئے بھیجا جاتا اس کو آپس میں ملادیتے تاکہ کسی طرح سے بھی کھانے کی لذت محسوس نہ ہو اور کمر سیدھی رہنے کے بقدر پیٹ بھی بھر جائے۔

آپؒ کی زاہدانہ زندگی کا ایک سبق اور سن لیجئے جب آپ دنیا سے پردہ فرماگئے تو آپ کے ترکہ میں سوائے دس پیسے کہ اور کچھ نہ تھا، آپ **''لم یورّثوا دینارا ولا درهما''** کی جیتی جاگتی تصویر تھے، مفتی عبداللہ صاحب پٹنی مدظلہ

العالی آپ کی زاہدانہ زندگی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضرت کا انتقال ہوا تو میں نے آپ کے متروکہ اموال کی چھان بین کی تو آپ کی شیروانی کے جیب سے دس پیسے ملے، اس کے سوا کچھ نہ تھا، یہ ماجرا دیکھ کر میری آنکھیں اشکبار ہوگئی کہ آج کتنے بڑے زاہد اور فنا فی اللہ کا انتقال ہوا ہے کہ ان کے ترکہ میں سوائے دس پیسے کے کچھ نہیں ہے، پھر فرماتے ہیں کہ میرا اپنا خیال تو یہ ہے کہ وہ دس پیسے بھی بے خبری میں جیب میں رہ گئے ہونگے، ورنہ آپ کا زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا عالم تو یہ تھا کہ اپنے پاس بلاضرورت متاع دنیا رکھنا پسند ہی نہیں فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے پاس ضروریات زندگی کی چند چیزوں کے علاوہ جو کچھ تھا وہ آپ کی علمی و دینی کتابوں کا انبار اور آپ کے علمی وروحانی تلامذہ تھے اور بس۔ باقی سب کچھ اللہ کے لئے قربان کر چکے تھے، اس واقعہ سے اندازہ لگایئے کہ آپ اللہ کے لیے ایسے فنا ہو گئے تھے اور دنیا سے اس طرح منہ موڑ لیا تھا کہ انتقال کے بعد آپ کے ترکہ میں سوائے دس پیسے کے کچھ نہ ملا، ایسے ہی زاہدوں سے دنیا کا نظام چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے زہد کا کچھ شمہ ہمیں بھی نصیب فرمادے تو زہِ قسمت۔

سوکھی، باسی، آدھی روٹی پر قناعت:

حضرت مفتی عبداللہ صاحب پٹنی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے پاس گیا، دوپہر کا وقت تھا، ایک جگہ سے

روزانہ حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے لئے کھانا آیا کرتا تھا، اتفاق سے اس دن نہیں آیا، ہوسکتا ہے کہ وہ بھی بھول گیا ہو یا اور کوئی بات پیش آ گئی ہو، حضرت نے مجھ سے کہا کہ عبداللہ کھانا تو آیا نہیں ہے، دیکھو فلاں الماری پر کچھ پڑا ہے؟ جب میں نے دیکھا تو پرانی سوکھی روٹی پڑی ہوئی تھی، حضرت نے کہا اللہ نے ہمارے لئے بہترین رزق کا انتظام فرمادیا، پھر کہنے لگے اس میں پانی چھڑکو اور پرائمس جلاکر اس پر روٹی گرم کرو اور تھوڑا سا گھی اور شکر بھی ڈالدو، جب روٹی اچھی طرح گرم ہوگئی تو آپ نے مجھ سے کہا اس کے دو حصے کردو، آدھی آپ کھالو اور آدھی مجھے دیدو، ہم نے آدھی آدھی روٹی کھائی، اور اللہ کا شکرادا کیا۔ حضرت مفتی عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس روٹی میں پتہ نہیں کیا نورانیت اور برکت تھی کہ تین دن تک مجھے بھوک نہیں لگی۔ حضرت مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صرف آدھی روٹی اور وہ بھی سوکھی اور باسی تھی، قناعت کر کے اللہ کا شکرادا کیا اور اس کو بہترین رزق فرمایا، آپؒ تھوڑے پر راضی رہتے تھے ناشکری نہیں کرتے تھے اور بہت کم کھاتے تھے۔

ایثار و ہمدردی:

صوفیائے کرام کا ایک خلق ایثار و مواسات بھی ہے، اس جذبہ پر ان کو قوتِ ایمانی رحم وشفقت آمادہ کرتی ہے وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اس کو

قربان کردیتے ہیں، اور جو چیز نہیں ہوتی اس پر صبر کرتے ہیں، شیخ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ فراخ دل زاہد میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہیں اس کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جمع کردہ چیز کو خرچ کرتا ہے، (۲) گمشدہ چیز کی تلاش نہیں کرتا، (۳) اپنی غذا اور خوراک دوسروں کو کھلا دیتا ہے۔

(عوارف المعارف: ۴۲۳)

حضرت مفتی صاحبؒ ایثار ومواسات کے پیکر تھے اور مذکورہ صفات کے حامل تھے اپنی ضرورت کی چیزوں کو دوسروں پر قربان کردیتے تھے، خود بھوکے رہتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے، غرض ہر چیز میں آپ لوگوں کے ساتھ ایثار ومواسات اور ہمدردی کا معاملہ فرماتے تھے۔

سارا کھانا سائل کو دے دیا:

حضرت مفتی صاحبؒ فیاض وسخی تھے، فقراء کے بارے میں بڑی ہمدردی رکھتے تھے، کبھی کوئی سائل آجاتا تو اپنا کھانا اس کو کھلا دیتے اور خود بھوکے رہتے تھے، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک آدمی آپ کے لئے کھانا لایا اس میں آم بھی تھے، ابھی کھانا شروع نہیں کیا تھا کہ آپ نے اس آدمی سے کہا جاؤ دیکھو! نیچے کوئی سائل بیٹھا ہوا ہے؟ جاکر دیکھا تو وہاں سائل موجود تھا، حضرت نے اس سے کہا کہ یہ کھانا لے جاؤ اور سائل کو دے دو۔ حضرت خود بھوکے رہے اور سارا کھانا سائل کو کھلا دیا، یہ تھے ہمارے اکابر جو خود بھوکے

رہتے اور لوگوں کا پیٹ بھرتے تھے، اسی طرح کے بے شمار واقعات صحابہ وصحابیات اور اہل اللہ کے کتابوں میں ملتے ہیں جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ حضرات ایثار وہمدردی میں اس قدر آگے تھے کہ ان کی مثالیں ملنا مشکل نہ سہی تو نوادرات کی قبیل سے ضرور ہے، جبکہ ہمارا حال تو بالکل ان کے برعکس ہے، ہمارا ایثار وہمدردی سے دور دور تک بھی کوئی واسطہ نظرنہیں آتا، ہم تو اپنا پیٹ بھرنا جانتے ہیں، بھوکوں کی بھوک کا احساس ہمارے دلوں سے نکل چکا ہے جس کے نتیجہ میں بہت سے فقیر ونادار فقر وفاقہ کی موت کے شکار ہورہے ہیں، تاہم اسلاف کی یاد تازہ کرانے والے لوگ اب بھی موجود ہے، جن کی برکت سے نظام دنیوی قائم ہے، حضرت مفتی صاحب رحؒ بھی اسلاف کی یادگار تھے، آپ میں ایثار وہمدردی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، جس سے صحابہ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی ، اللہ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقراء کی شکایت اور آپ کی نصیحت:

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فقراء وسائلین کے ساتھ نرم روی سے پیش آتے تھے، کبھی ان کو جھڑکتے نہیں تھے اور یہی قرآنی ہدایت ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (سورۃ الضحیٰ: آیت:۱۰)

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی کو حکم فرمارہے ہیں کہ آپ

سائل کو نہ جھڑکئے، یہ حکم دراصل نبی کے واسطے سے امت کو دیا جارہا ہے کہ کسی بھی سائل اور فقیر کو نہیں جھڑکنا چاہئے۔ آج کل مصنوعی سائلوں کی بھرمار ہے اور لوگوں میں جھڑکنے کا رواج عام ہوتا جارہا ہے، جو سراسر قرآنی ہدایت کے خلاف ہے اپنے در پر آئے ہوئے سائل کو ہرگز نہیں جھڑکنا چاہئے، خواہ وہ مصنوعیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے کیوں نہ ہو، دل چاہے تو دے دے ورنہ آگے راستہ بتادے، لیکن برا بھلا نہ کہے، ان کے ساتھ سختی کا معاملہ نہ کرے، کیوں کہ قرآن نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ جامع مسجد میں جمعہ پڑھاتے تھے اور وہاں لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم رہتا تھا، خصوصیت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ لوگ وہاں جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے، اس لئے فقراء وسائلین بھی اس موقع کو غنیمت سمجھ کر جامع مسجد کے باہر بھیک مانگنے کے لئے پہنچ جاتے تھے اور کبھی کبھار تو مسجد کے اندر بھی داخل ہوجاتے ان کی اس حرکت پر لوگ ان کو ڈانٹ کر مسجد سے باہر نکال دیتے تھے جب بارہا ایسا ہوا تو لوگوں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے شکایت کی کہ فقیر لوگ مانگتے مانگتے مسجد میں بھی گھس جاتے ہیں جب کہ ان کو یہاں آنے کی ممانعت ہے، اُس پر حضرت مفتی صاحب نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ دیتے نہیں ہو اس لئے وہ مسجد میں آجاتے ہیں، اگر نہیں دوگے تو وہ تمہارا دامن پکڑ کر کسی بھی طرح لے جائیں گے، خیر! حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فقراء وسائلین کو دینے کے

سلسلہ میں لوگوں کو اس طرح ترغیب دیتے تھے اور کبھی ان کو نہیں جھڑکتے تھے، اس لئے ہمیں بھی اس پر عمل کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائے۔

غریبوں اور یتیموں سے محبت و ہمدردی:

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یتیموں اور غریبوں کے ساتھ بہت محبت فرماتے تھے، ان کے جنازے میں شریک ہوتے، ان کی عیادت فرماتے، ان کی دعوت قبول فرماتے، اپنی حیثیت کے مطابق ان کی اعانت فرماتے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ شریفہ بھی یہی تھی کہ آپ غریب اور بے سہارا لوگوں کی عیادت کو تشریف لے جاتے اور خود ان کا کام کاج کرتے، ہمیشہ غریبوں کے جنازے میں شریک ہوتے، کمزور، فاقہ مست اور مفلس لوگوں کے پاس خود جاتے اور ان کی اعانت فرماتے، غریب سے غریب آدمی کی بھی دعوت قبول فرمالیتے، غریبوں اور تنگدستوں کی مدد کرتے تھے۔

(اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۷۵)

گویا مفتی صاحبؒ اپنے نبی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے غریبوں کا بہت خیال فرماتے تھے، اگر کوئی آدمی آپ کو کپڑا ہدیہ میں دیتا تو اسے سنت سمجھ کر قبول فرمالیتے اور اس کی دلداری کے لئے ایک دن زیب تن فرماتے اور پھر کسی غریب کو دے دیتے آپ بقدر ضرورت ہی کپڑے رکھتے تھے، ضرورت سے زائد کپڑے غریبوں کی نظر کردیتے۔ اگر کبھی کھانا زیادہ آجاتا تو

بقدر ضرورت رکھ لیتے اور باقی سارا کھانا لیکر خود ہی غریبوں کے گھر دینے جاتے تھے اور ان کے ساتھ بڑی ہمدردی فرماتے تھے۔

ملنساری:

حضرت مفتی صاحبؒ بہت ہی کشادہ دل اور وسیع الظرف تھے، ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے جھلتے تھے، خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو، یا کسی بھی مذہب کا پیروکار ہو، بلاتفریق مذہب ومسلک ہر ایک سے یکساں طور پر ملتے تھے، یہی وجہ تھی کہ اپنے تو اپنے دوسرے فرقے کے لوگ بھی آپ کی بہت عزت وتعظیم کیا کرتے تھے اور اپنے یہاں مدعو کرتے تھے اور غیر مسلم تو آپ کو مہا پروش اور اپنے اعتقاد میں بھگوان تصور کرتے تھے کہ یہ انسانی شکل میں گویا کہ بھگوان ہے، آپ کی ملنساری میں وہ کشش تھی کہ لوگ آپ کی طرف کھنچے کھنچے چلے آتے تھے، آپ کے یہاں فقراء واغنیاء کے درمیان کوئی تخصیص نہیں تھی۔ آپ جس طرح مالداروں سے ملتے تھے اسی طرح غریبوں سے بھی ملتے تھے بلکہ غریبوں سے مل کر بہت خوش ہوتے تھے، یہی وہ خوبی تھی کہ جب آپ دنیا سے پردہ فرما گئے تو ہر ایک مذہب ومسلک کے لوگوں پر سوگ کا ماحول برپا ہو گیا تھا، حتی کہ غم فرقت میں ڈوب کر بہت سے غیر مسلموں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ہمارے بھگوان اور ہمارا سہارا چلا گیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ملنساری کی وہ خوبی عطا فرمائی تھی کہ لوگ آپ سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

تواضع وسادگی:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک سادگی پسند بندہ کو محبوب رکھتا ہے جسے یہ بھی پرواہ نہیں کہ اس نے کیا پہنا ہے۔
(بیہقی، کنز العمال: ۳/ ۸۷)

حضرت مولانا مفتی ارشاد صاحب قاسمی تحریر فرماتے ہیں: خدا کو سادگی اور سادہ بندہ بہت پسند ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے ہی ہوتے ہیں اور رہے ہیں۔ سادگی کا مطلب ظاہر ہے۔ خوش عیش اور خوش پوشاک نہ ہونا، نہ خوشنما عمدہ کپڑے کا اہتمام ہو نہ عمدہ قیمتی کھانوں کا ذہن ہو، نہ خوشنما شاندار بہترین مکان ہو، نہ مؤثر کار سواری کا التزام وخواہش طلب ہو۔ نہ زندگی کے رہن سہن میں مال کی فراوانی کا اثر ہو یعنی متوسط یا غریب طبقہ کا مومن ہو، کھانا بھی موٹا، کپڑا بھی موٹا، رہنا سہنا بھی، شادی بیاہ بھی۔ غرض کہ زندگی کے تمام پہلو میں سادگی، اگرچہ آج کے اس دور میں ایسا آدمی عزت ووقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا ہے؛ مگر اپنے مالک ومولیٰ کی نگاہ میں محبوب وپسندیدہ ہے۔ آخرت میں تو بازی لے جانے والا ہے۔ بندۂ خدا کے لئے یہی کافی ہے، دنیا کی عزت ووقعت کا کیا اعتبار، دنیا تو خوب لحیم وشحیم موٹے جسم اور خوشنما پوشاک والے کو عالم اور بزرگ سمجھتی ہے، ایسوں کا کیا اعتبار؟ (شمائل کبریٰ: ۳/ ۲۸۳)

حضرتؒ مذکورہ تحریر کے بالکل صحیح مصداق تھے، کھانے پینے، رہنے سہنے، لباس و پوشاک غرض ہر چیز میں سادگی کا اہتمام فرماتے تھے۔

اپنا کام خود ہی کرتے تھے:

اکثر اکابرین علماء وصلحاء کا مزاج یہ رہا ہے کہ وہ اپنا کام خود ہی کر لیتے تھے، جہاں ضرورت ہوتی وہیں پر دوسروں کو واسطہ بناتے تھے، ٹھیک اسی طرح مفتی صاحبؒ کا مزاج تھا کہ وہ اپنا کام خود ہی کرتے رہتے تھے۔ چائے خود بنا لیتے، اپنے کمرے وغیرہ کی صفائی بھی خود کر لیتے تھے، برتن وغیرہ خود دھوتے تھے۔ غرض جو کام بآسانی کرسکتے تھے وہ خود ہی کر لیتے تھے۔ دوسرے کو تکلیف دینا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ یہ حضرت مفتی صاحبؒ کی سادگی اور تواضع تھی۔

نعمت کی قدردانی:

حضرت مفتی صاحبؒ قاضی واڑہ میں اکیلے ہی رہتے تھے، لوگوں کے گھروں سے جو کھانا آتا اسے کھا لیتے اور کچھ روٹیاں بچ جاتی تو اسے پھینکتے نہیں تھے بلکہ اس کو محفوظ جگہ پر رکھ دیتے، ظاہر سی بات ہے کہ کچھ وقت کے بعد وہ سوکھ جاتی ہے، پھر بھوک لگنے پر ان سوکھی روٹیوں کو کبھی چائے تو کبھی پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے، اللہ اکبر، یہ تھی حضرتؒ کی زاہدانہ زندگی جس سے ہم محروم ہیں۔ ہمارے یہاں تو اب نعمتوں کی قدر کا تصور ہی ختم ہوتا ہوا نظر

آتا ہے۔ضرورت سے زائد بے لگام کھانا بنا کر اکثر وبیشتر کو پھینک دیا جاتا ہے، جبکہ اڑوس پڑوس کے محلوں میں بہت سے لوگ بھوکے سوتے ہوں گے،اس سے بڑی ناقدری کیا ہوگی۔اللہ ہمیں مفتی صاحب کی زندگی سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

منکر پر نکیر کا عجیب انداز:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے، پس اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے (اس کام کو) برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

(مسلم: کتاب الایمان ص: ۳۵، رقم الحدیث: ۴۹، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان۔
ابن ماجہ، کتاب الفتن: ص ۶۱۹، رقم الحدیث: ۴۰۱۳ باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیئے جائیں گے جس طرح ان لوگوں کے کر دئے گئے، اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہوگی جس طرح ان پر یعنی بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔

(فضائل تبلیغ: جلد اول، ص: ۲۹۶، ۲۹۷)

حضرت قدس سرہ حدیث بالا کے صحیح معنی میں عامل تھے۔لوگوں کو اچھی بات کی طرف گامزن فرماتے اور بری باتوں، بری رسموں، اور برے عقائد سے روکتے تھے۔آپ کے سامنے جب بھی کوئی منکر کام کیا جاتا تو آپ فوراًاس پر نکیر فرمادیتے، لیکن آپ کی نکیر کا انداز ہی کچھ ایسا نرالا تھا کہ ہنستے ہنستے ایسی بات کہہ دیتے کہ سامنے والا خوشی خوشی قبول کر لیتا اور اس کو برا بھی نہ سمجھتا۔ یا کوئی ایسی مبہم مگر مفید اور بامعنی بات ارشاد فرمادیتے جس میں گویا کہ روکنے کا اشارہ مخفی ہوتا تھا جس سے وہ بخوبی سمجھ جاتا کہ حضرت اس سے روکنا چاہتے ہیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب آپ سے ملنے آئے، دوران گفتگو انہوں نے کہا کہ میں وکالت کا کورس کر رہا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ وکالت کی ڈگری تو ٹھیک ہے اس میں سچ اور جھوٹ بہت ہوتا ہے۔اگر آپ چاہتے تو صاف لفظوں میں کہہ سکتے تھے کہ وکالٹ کی ڈگری کی پڑھائی چھوڑ دو، یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں عام طور پر سچ اور جھوٹ کا بہت ہی زیادہ خلط ہوتا ہے لیکن حضرت نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس انداز سے نکیر فرمائی کہ بعد میں جا کر بہت مؤثر ثابت ہوئی۔صاحب واقعہ خود کہتے ہیں کہ حضرت کے انتقال کے بعد میرے دل میں یہ بات راسخ ہوگئی کہ اب وکالت کی پڑھائی چھوڑ دینی ہے اور شریعت کے دائرے میں رہ کر ایسی ڈگری حاصل کرنی ہے جس کے ساتھ ساتھ دین سے بھی وابستگی رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس نیک نیتی کو قبول فرمالیا اور وہ

پوری زندگی ماسٹری کرتے رہے اور اس کے ساتھ پورے انہماک ولگن کے ساتھ اپنے آپ کو اخیر تک دین سے وابستہ رکھا۔ خیر اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت کی نکیر کا انداز ایسا تھا کہ سامنے والا منکر کو چھوڑ دیتا تھا اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم سرے سے کسی برائی پر نکیر ہی نہیں کرتے جس سے معاشرے میں بے انتہاء خرابیاں وجود میں آرہی ہیں، کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتا ہوا دیکھ کر ہاتھ سے روک دیتے ہیں یا فقط زبان سے اس کی برائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کر دیتے ہیں یا کم از کم اس ایمان کے ضعیف درجہ کے موافق دل ہی دل سے اس کو برا سمجھتے ہیں یا اس کام کو ہوتا ہوا دیکھ کر دل تلملاتا ہے؟ تنہائی میں بیٹھ کر ذرا تو غور کیجیے کہ کیا ہونا چاہئے تھا اور کیا ہو رہا ہے؟ اللہ ہم سب کو برائیوں سے بچائے اور برائیوں کو روکنے کی توفیق مرحمت فرمائے نیز حضرت قدس سرہ کی زندگی کو ہمارے لئے مشعل راہ بنائے۔

حمیتِ دینی وغیرتِ اسلامی:

حضرت مفتی صاحبؒ سنت وشریعت کے پیکر تھے، قرآن وحدیث کے عامل تھے، احکام ربانی کے پاسدار تھے، شریعت کا ایک ایک حکم آپ کی نظر میں معظم ومحترم تھا، یہی وجہ ہے کہ کوئی بدنصیب شریعت کے کسی حکم کو ہلکا سمجھتا یا استہزاء کرتا تو آپ کی حمیتِ اسلامی اور غیرتِ دینی جوش میں آجاتی اور آنکھیں سرخیوں سے پر ہو جاتی اور جب تک اس کو تشفی بخش جواب یا اس کے متعلق کوئی

حکم صادر نہ فرماتے چین سے نہیں بیٹھتے تھے،ایک آدمی مقروض تھا،باربارمطالبہ کرنے کے باوجود پیسے نہیں لوٹا رہا تھاتو قرض دینے والے نے عاردلاتے ہوئے اس کی ڈاڑھی کونشانہ بنایا اورغصہ میں آکر کہنے لگا یہ گھاس کا پوڑا کیا لگارکھاہے،اتاردے،گویااس نے ڈاڑھی کی توہین کی،پھر جب اس کواحساس ہوا کہ میں نے غلط کہہ دیاتو وہ حضرت مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیااور کہا میں نے فلاں آدمی کواس طرح کے الفاظ کہہ دیئے ہیں،پھرکیا تھا؟ حضرت مفتی صاحب جلال میں آگئے،فوراً انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھااورغوروفکر میں ڈوب گئے کہ معاملہ بڑا سنگین ہے،(یعنی یہ آدمی ڈاڑھی کامذاق اڑانے کی وجہ سے عندالشرع کافرہوچکاہے) حضرت مفتی عبداللہ صاحب پٹنی مدظلہ العالی اس وقت وہاں بیٹھے ہوئے تھے،آپ نے ان سے کہا کہ سید حکیم علی احمد صاحب کوآئندہ کل یہاں بلالینااوراس آدمی سے بھی کہا کہ کل یہاں آجانا،دوسرے دن سب آئے،آپ نے مفتی عبداللہ صاحب سے کہا:اس آدمی کوکلمہ پڑھاکرتجدیدِ نکاح کرادو،چنانچہ مفتی عبداللہ صاحب نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس آدمی کوکلمہ پڑھایااورتجدیدِنکاح بھی کروایا کیونکہ ڈاڑھی رکھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اورسنت کا مزاق اور استہزاءکفرہے۔اورباعتبارحکم کے ڈاڑھی رکھناواجب ہےاورشعائراسلام میں سے ہےاس لئےاس کا مزاق اڑانا بدرجۂ اولی کفرہوا۔احسن الفتاویٰ میں ہے

کہ کسی ادنی سے ادنی سنت کو برا سمجھنا یا اس کا مزاق اڑانا درحقیقت اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ استہزاء ہے جس کے کفر ہونے میں کچھ شبہ نہیں جب سنت سے استہزاء کفر ہے، تو ڈاڑھی تو واجب اور شعائر اسلام ہے ایک مشت سے کم کرنا بالاجماع حرام ہے۔ اس کا مزاق اڑانا بطریق اولیٰ کفر ہے اسے دوبارہ مسلمان کر کے نکاح بھی دوبارہ کیا جائے اگر دوبارہ اسلام قبول نہ کرے تو حاکم (بادشاہ) پر فرض ہے کہ اس کے قتل کا حکم دے۔

(احسن الفتاویٰ: ۱/ ۴۲، کتاب الایمان والعقائد)

یہ تھی آپ کی غیرت دینی کہ شریعت کے خلاف اٹھنے والی آواز کو روک دیا اور فتاویٰ کی روشنی میں اس پر کفر کا حکم صادر فرمایا، تب جا کر رعب وجلال سے بحال ہوئے، جب کہ اپنی ذات کے متعلق معاملہ بالکل اس کے برعکس تھا، اگر کوئی آپ کو ستاتا، برا بھلا کہتا تو صبر وتحمل کا دامن تھام لیتے تھے، انتقام نہ لیتے تھے اور نہ بددعا دیتے تھے گویا دینی معاملہ میں ادنی کوتاہی گوارا نہ تھی جبکہ ذاتی معاملہ میں سب کچھ برداشت تھا۔

آپ فتنہ وفساد سے بہت دور رہتے تھے:

آپ جس زمانے میں یہاں مقیم تھے اس وقت لوگوں میں دینداری بہت کم تھی اور جہالت زیادہ تھی اس لئے آپ لوگوں میں حکمت ومصلحت سے کام کرتے تھے۔ اختلافی مسائل سے گریز کرتے تھے، اسی طرح ہر وہ چیز

جس سے فتنہ کا اندیشہ ہوتا اس سے احتراز کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک صاحب نے بیان میں کہا کہ حی علی الصلوۃ کے وقت جماعت کھڑی ہونی چاہئے اور اس پر کافی دلائل وشواہد بھی پیش کئے جب یہ بات آپ کو پہنچی تو آپ نے ان سے کہا کہ بھائی آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن یہاں کی عوام مسائل سے بہت ناواقف اور جاہل ہے اگر اس طرح کے مسائل کو رائج کرنے جائیں گے تو اختلاف وانتشار پیدا ہوجائے گا، اس لئے اسے ابھی رہنے دو، اس سلسلہ میں حضرت نے ان کو شریعت کی روشنی میں جوابات بھی دیئے ، خیر ! آپ اختلافات وانتشار سے بہت دور رہتے تھے۔

آج سے بہت عرصہ پہلے یہاں کی عورتوں میں چوٹی بنانے کا رواج نہیں تھا بلکہ اکثر عورتیں بالوں کو ایک ساتھ جمع کر کے سروں پر باندھ دیتی تھی، جس کی حدیث میں بھی ممانعت وارد ہوئی ہے، صاحب احسن الفتاوی لکھتے ہیں کہ عورتوں کا بالوں کو جمع کر کے سر کے اوپر جوڑا باندھنا ناجائز ہے، حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے کہ ایسی عورتوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی ، اس کے سوا دوسرے طریقے جائز ہیں، مثلا چوٹی بنانا یا گدی پر جوڑا باندھنا جائز ہے بلکہ حالت نماز میں افضل ہے اس لئے کہ اس سے بالوں کے پردے میں سہولت ہوتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ کتاب الحظر والاباحۃ جلد:۸ ص ۴۷، ۵۷، مسلم کتاب اللباس والزینۃ ص:۰۰۷ رقم ۲۱۲۸)

دو آدمی کے درمیان اس بابت بحث و مباحثہ ہوا، ایک نے کہا کہ عورتوں کو بال سر پر جوڑنے نہیں چاہیے، چوٹی بنانی چاہیے، دوسرے نے کہا چوٹی تو غیر مسلم کی عورتیں بناتی ہیں، خیر دونوں مفتی صاحب کے پاس آئے اور اپنی اپنی باتیں پیش کردی، مفتی صاحب نے کہا عورتوں کے لئے سر پر بالوں کو جوڑنا منع ہے اور یہی صحیح بات ہے مگر لوگوں کے درمیان یہ مسئلہ مت چھیڑنا ورنہ فتنہ ہوگا، نااتفاقیاں پیدا ہوگی، اس لئے ایسا کرو تم لوگ اپنے گھر ہی سے اس کا رواج ڈالو تاکہ آہستہ آہستہ تمام گھروں میں چوٹی بنانے کا رواج عام ہوجائے یہ تھی آپ کی حکمتِ عملی کہ جھگڑا فساد بھی نہ ہو اور غلط چیز کا وجود بھی ختم ہوجائے، آپؒ شہر مانگرول میں سالہا سال تک دین کی خدمات انجام دیتے رہے، کبھی آپ کی ذات سے کوئی فتنہ وفساد برپا نہیں ہوا، کیوں کہ آپ حکمت عملی، موقع شناسی اور مردم شناسی کے ساتھ اس طرح کام کرتے تھے کہ جھگڑے، فساد کی کبھی نوبت ہی نہیں آتی تھی بلکہ آپ ایسی چیزوں سے بہت ہی دور رہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ بریلوی، دیوبندی حتی کہ غیر مسلم بھی آپ کو اپنا بزرگ اور پیشوا تسلیم کرتے تھے۔

پاکیزگی میں کمال احتیاط:

حضرت قدس سرہ قاضی واڑہ میں قیام فرماتے تھے اور وہاں آپ کے ساتھ ایک خادم بھی رہتے تھے۔ ایک مرتبہ سخت سردیوں کے موسم میں تقریباً

رات کو تین بجے خادم کو اٹھا کر فرمایا کہ مجھے پیشاب کا قطرہ گرنے کا شک ہو گیا ہے۔آپ جلدی سے غسل خانہ میں جا کر کسی برتن میں پانی بھر لو، مجھے غسل کرنا ہے۔خادم نے کہا کہ پانی گرم کرلیا جائے تو بہتر ہے۔حضرت نے کہا: نہیں جلدی کرو، ٹھنڈا پانی ہی بھر لو، اس کے بعد حضرت نے سخت سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے غسل فرمایا۔ یہ آپ کی اعلیٰ قسم کی پاکیزگی تھی ورنہ سب ہی جانتے ہیں کہ پیشاب کے قطرے سے غسل فرض نہیں ہوتا، لیکن احتیاط اور پاکیزگی دیکھئے کہ حضرت نے فوراً غسل فرمالیا۔ اللہ اکبر۔

مقروضوں کے بارے میں حسن ظن:

حضرت مفتی صاحبؒ بہت اچھی حکمت جانتے تھے، آپ نے منارہ مسجد کے قریب حکمت کی دوکان لگائی تھی، مریض آتے اور آپ ان کی تشخیص کر کے دوائیاں دیتے تھے۔ بعض لوگ دوائیوں کے پیسے فوراً دے دیتے تھے اور بعض لوگ آج کل پر ٹال دیتے تھے۔ اس طرح ہوتے ہوتے کافی پیسے رک گئے، جس کی وجہ سے دوکان کا مال منگوانے میں دشواری پیش آنے لگی۔ بالآخر حضرت نے دوکان بند کر دی تو لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ نے دوکان کیوں بند کر دی؟ تو کہا کہ بھائی میرے پاس تو پیسے ختم ہو گئے ہیں۔ مال کہاں سے لاؤں اور جو لوگ ادھار دوائیاں لے گئے ہیں ان کے پاس پیسے نہیں ہے۔ اگر ان کے پاس پیسے ہوتے تو وہ مجھے دیتے اور جب میرے پاس

پیسے آتے تو میں دوائیاں خریدتا۔ نہ ان کے پاس پیسے ہیں اور نہ میرے پاس، اس لئے میں نے دوکان بند کردی ہے۔ اس واقعہ سے عجیب سبق ملتا ہے کہ اپنے مقروضوں کے بارے میں حضرت کا حسن ظن کیسا تھا، حالانکہ ان میں بہت سے وہ ہوں گے جن کے پاس پیسے ہونے کے باوجود نہیں دیتے ہوں گے، لیکن حضرت نے کبھی ان کے ساتھ بدسلوکی کا معاملہ نہیں فرمایا اور مقروض کومہلت دینے کی حدیث میں بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کسی کا دوسرے کے اوپر کوئی حق (قرض وغیرہ) ہو اور وہ اس کو وصول کرنے میں تاخیر کرے یعنی قرضدار کومہلت دے تو اُسے ہر دن کے بدلے صدقہ کا ثواب ملے گا۔

(مسند احمد: ۴/ ۴۴۲، مشکوۃ شریف: ۳۵۳ رقم: ۲۹۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی تنگ دست کومہلت دے یا اسے معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے، اس دن جس دن کے اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(ترمذی، کتاب البیوع: ص ۲۷۰، رقم ۱۳۰۶، باب ماجاء فی انظار المعسر والرفق بہ)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ایک آدمی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اس نے اپنے ملازم سے کہا ہوا تھا کہ جب تم کسی تنگ دست کے پاس آؤ تو اس سے نرمی اور درگزر کا معاملہ کیا کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے بھی درگزر سے کام لے، پس جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا۔

(بخاری، کتاب البیوع، باب من انظار المعسر، مسلم کتاب البیوع باب فضل انظار المعسر، مصنف ابن ابی شیبہ: ج/۸،ص/۱۹۶، بیہقی فی شعب الایمان: ۳/۳۵۶)

ان روایات بالا پر حضرت مفتی صاحبؒ کا عمل بوجہ اتم موجود تھا اس بناء پر آپ مقروضوں کو مہلت دیتے ان کے ساتھ حسن سلوک فرماتے اور کبھی کبھار عفو و درگزر کا معاملہ بھی فرمادیا کرتے تھے، اس لئے ہمیں بھی اس پر عمل کرنا چاہئے اور حتی الامکان مقروضوں کے ساتھ حسن سلوک اور یسر و آسانی کا معاملہ کرنا چاہئے، تاہم آج کے دور میں لوگوں کے معاملات کو مدنظر رکھتے ہوئے سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہئے، کیوں کہ آج کل لوگ پیسے لینا تو بہت جانتے ہیں مگر واپس لوٹانا نہیں جانتے، اسلئے جہاں واپس آنے کی قوی امید ہو وہاں تو کوئی حرج نہیں لیکن جہاں عدم امکان ہو، وہاں پہلوتہی سے کام لینا چاہئے اور بلاوجہ پھنسنے سے پہلے ہی اپنی دانشمندی وعقلمندی سے کام لینا چاہئے۔

حاضر جوابی پر بریلوی مولوی لاجواب ہوگیا:

حضرت قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے استحضارِ ذہن اور حاضر جوابی کی عجیب

نعمت عطا فرمائی تھی، جب بھی کوئی معترض اعتراض کرتا آپ فوراً ایسا جواب دیتے تھے کہ معترض لاجواب ہوجاتا۔ایک مرتبہ جامنگر (گجرات) سے ایک بریلوی مولوی آیا اس کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی تھا۔اس نے آکر حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کی اور معانقہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ آپ بھی زندہ اور میں بھی زندہ پھر کہنے لگا کہ میں آپ سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔مفتی صاحب نے کہا ظہر کی نماز کا وقت قریب ہے اس لئے ظہر کی نماز کے بعد ملتے ہیں، آپ بھی ساتھ میں نماز پڑھ لو، اس نے کہا ہم آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، حضرت نے کہا کوئی بات نہیں الگ سے پڑھ لو۔نماز سے فارغ ہوکر آپ ان دونوں کو اپنے حجرہ میں لے آئے، چنانچہ اس بریلوی مولوی نے کہا کہ کونسی زبان میں سوال کروں؟ عربی، انگریزی، ہندی، گجراتی یا اور کوئی زبان میں؟ حضرت نے کہا جس زبان میں چاہو سوال کرو؟ ان شاء اللہ تعالیٰ میں اس کا جواب دوں گا۔ اس نے ہندی میں پوچھا کہ آپ حضرت تھانویؒ کو کافر کیوں نہیں کہتے؟ حضرت نے فوراً جواب دیا کہ قرآن اور حدیث میں ایسا کچھ لکھا ہے؟۔(یعنی حضرت تھانویؒ کو کافر کہنے کے بارے میں قرآن اور حدیث میں کچھ لکھا ہے؟) یہ سنتے ہی وہ لاجواب ہوگیا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہندی میں ہی سب کچھ جواب دے دیا، پھر پیٹ نہیں بھرا تو دوسرا سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب تھا؟ حضرت نے فوراً کہا کہ اللہ نے جتنا دیا تھا

اتنا تھا، یہ جواب سن کر حیران وششدر رہ گیا اور اپنے ساتھی کو لے کر وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اتباعِ سنت:

ولئ کامل کی نشانی یہ ہے کہ وہ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع کرے اور زندگی کے کسی بھی شعبہ میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلاف ورزی کا ارتکاب نہ کرے۔اس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، کھانا پینا غرضیکہ ہر حرکت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ہو، حضرت مفتی صاحبؒ کی پوری زندگی سنتِ نبوی کی آئینہ دار تھی، زندگی کے ہر شعبہ میں سنتوں کا بڑا اہتمام کرتے تھے بلکہ یوں کہئے کہ آپ کا ہر کام سنتوں کو اپنے اندر سمویا ہوا تھا راہِ سنت سے ہٹ کر قدم رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا، اتباعِ سنت میں آپ ہمیشہ نیچے دیکھ کر چلتے تھے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکثر عادتِ شریفہ یہی تھی، اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بحوالہ نشر الطیب لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نگاہ نیچی رکھتے، آسمان کی طرف نگاہ کرنے کی بنسبت زمین کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ زیادہ رہتی تھی۔ (اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۱۳۱)

آپؒ یتیم وغریب انسانوں سے بہت محبت کرتے تھے، غریبوں کی دعوت ان کی دل داری کے لئے بہت جلد قبول فرماتے تھے، ہر ایک بیمار کی عیادت کرتے اور کوئی غریب انسان بیمار ہوتا تو بڑے اہتمام سے اس کی

عیادت کے لئے جایا کرتے تھے،غرضیکہ روزمرہ کی سنتوں کے علاوہ دوسری سنتیں جس کا موقع کبھی کبھار آتا ہے،جس میں عام طور پر لوگ تساہل سے کام لیتے ہیں اور سنت سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔آپؒ ایسی سنتوں کو بھی بڑے اہتمام سے ادا فرماتے تھے اور لوگوں کو بھی سنتوں کی طرف گامزن فرماتے تھے۔ جنہوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کو دیکھا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ عاشق رسول اور سنت وشریعت کے پیکر تھے،سنت سے ادنی سی غفلت وخلاف ورزی برداشت نہیں کرتے تھے،ایسے ہی عاشقوں سے دنیا کا نظام چل رہاہے اوران کی برکت سے ہمیں بھی جینے کا موقع مل رہاہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی کامل اتباع سنت نصیب فرمائے۔

ایفاءعہد:

کسی مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ وعدہ خلافی کرے کیوں کہ وعدہ خلافی منافق کا کام ہے،حدیث میں ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں:

(۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے، (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، (۳)اور جب امانت اس کے پاس رکھی جائے تو خیانت کرے۔

(مسلم،کتاب الایمان:ص۳۹،رقم الحدیث۵۹،باب بیان خصال المنافق،بخاری ،کتاب الایمان ص:۱۷،رقم الحدیث:۳۳،باب علامۃ المنافق)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن وعدہ خلافی کرنے والا نہیں ہوسکتا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ اس حدیث کے بڑے عامل تھے، جب بھی کسی سے وعدہ کرتے پورا کرتے، خود حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی وعدہ خلافی نہیں کی ہے، ایک مرتبہ ایک آدمی قاضی واڑہ میں آیا، جہاں آپ کی قیامگاہ تھی، اور اپنی والدہ کے بیمار ہونے کا بہانہ بنا کر آپ کو منارہ مسجد لے آیا، آپ نے کہا میں وضوء کر لیتا ہوں اتنے میں وہ آپ سے یہ کہہ کر گھر گیا کہ میں والدہ کو اطلاع دیدوں کہ حضرت آچکے ہیں، اس کے بعد وہ ایسا غائب ہوا کہ ایک ہفتہ تک نظر نہیں آیا، آپ اس کے انتظار میں ایک ہفتہ تک منارہ مسجد میں قیام پذیر رہے او کہتے تھے کہ فلاں آدمی کہاں چلا گیا اس کو بلا کر لاؤ، جب ہفتہ پورا ہوا تو آپ کے پاس آیا، آپ اس پر بہت خفا ہوئے اور فرمایا: ماں کے بیمار ہونے کا بہانہ بنا کر مجھے یہاں لایا اور ہفتہ بھر غائب ہو گیا؟ تو نے کہا تھا کہ میں ابھی آتا ہوں اس لئے میں تیرے انتظار میں رکا رہا ، یہاں تک کہ ہفتہ ہو گیا، اب مت جانا، جلدی سے مجھے قاضی واڑہ پہنچا دے، چنانچہ وہ آپ کو قاضی واڑہ چھوڑ آیا، اس واقعہ سے پتہ چلا کہ جب مفتی صاحب نے وعدہ دے دیا کہ میں وضوء کر کے یہاں مسجد ہی میں ہوں تو جلدی سے واپس آجا، لیکن جب وہ آدمی نہیں آیا تو آپ اپنا وعدہ نبھانے کے لئے ہفتہ بھر اس کا انتظار کرتے رہے، لیکن مسجد سے باہر نہیں نکلے، اللہ اکبر یہ تھے ہمارے

اکابر جو ایفاء عہد کی ایسی مثالیں قائم کر گئے ہیں جس کا کرنا تو بہت دور کی بات اس کا تصور بھی ہم جیسوں کے لئے مشکل ہے۔

یہ تو ایسا عجیب وغریب واقعہ ہے جو ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ کرادیتا ہے کہ ایک آدمی آپ کو روک کر چلا گیا اور آپ اس کے انتظار میں تین دن تک اسی جگہ پر جلوہ افروز رہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی الحماد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز خریدی کچھ رقم باقی رہ گئی، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا کہ اسی جگہ لیکر حاضر ہوتا ہوں پھر میں بھول گیا، تین دن بعد مجھے یاد آیا تو میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ تشریف فرماہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا، تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤدؒ نے اس کو روایت کیا ہے) اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور ایفاء عہد کی انتہاء ہے۔

(مدارج النبوۃ، اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۵۸)

آپؒ اپنے نبی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایفاء عہد کا بڑا پاس ولحاظ رکھتے تھے جیسا کہ مضمون بالا سے بخوبی معلوم ہوگیا، آج کل ہمارے معاشرہ اور سوسائٹی میں وعدہ خلافی کو معمولی سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے اور منافقوں کا کام ہے، اس لئے ہر ایک فرد مومن کو ایفاء عہد کی پاسداری کرنی

چاہئے اور وعدہ خلافی جیسے جرم عظیم اور علامت منافقت سے بے حد پرہیز کرنا ضروری ہے، اللہ پاک ہر ایک کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

حسنِ اخلاق:

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلند اخلاق کے مالک تھے، ہر ایک کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتے اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے، یہی حسن اخلاق ہے۔ شیخ عبداللہ بن مبارکؒ نے حسن اخلاق کی تعریف وتفسیر اس طرح کی ہے کہ حسن خلق کا مفہوم یہ ہے کہ شگفتہ روی اور خندہ پیشانی کے ساتھ بھلائی کی جائے اور لوگوں کو اذیت نہ پہنچائی جائے۔ شیخ ابوبکر الکتانیؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف سراپا اخلاق کا نام ہے، جس نے کسی حسنِ خلق کا اضافہ کیا اس نے تصوف میں اضافہ کیا، یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام اپنے نفوس کو ریاضتوں اور مجاہدوں سے اس میں یہ صلاحیت پیدا کرتے ہیں کہ وہ تہذیب واخلاق سے بہرہ یاب ہوجائے یعنی ان کے اخلاق سدھر جائے۔

(عوارف المعارف: ص، ۴۰۸)

آپؒ ابدال تھے:

دنیا میں ہر وقت چالیس ابدال رہتے ہیں جو اللہ کے خاص اور مقرب بندے ہوتے ہیں اگر ایک کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی جگہ ان کے آپسی مشورہ سے کسی دوسرے کا انتخاب کرلیا جاتا ہے، چالیس سے کم کبھی نہیں ہوتے ہیں،

اللہ نے ان کے لئے زمین کو لپیٹ دیا ہے وہ لوگ آناً فاناً کہیں سے کہیں نکل جاتے ہیں، اور ہر وقت دین کی خدمت میں لگے رہتے ہیں، انہیں لوگوں میں سے ایک حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی ذات بابرکت تھی کہ آپ ابدال تھے اور آناً فاناً دور دراز کا سفر کر کے واپس آجاتے تھے، آپ کے اس سلسلہ میں بے شمار واقعات ہونگے مگر یہاں صرف دو واقعات لکھے جاتے ہیں، جس سے بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ آپ واقعۃً ابدال تھے ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب کسی دینی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یک لخت اٹھ کھڑے ہوئے اور ارباب مجلس سے کہا کہ میں ابھی آتا ہوں، بس آپ گئے اور تھوڑی دیر میں واپس آگئے، جب گئے تھے تو کپڑے صاف شفاف تھے لیکن جب واپس آئے تو آپ کی داہنی آستین پر کالے دھبے لگے ہوئے تھے، مجلس میں سے کسی نے پوچھا حضرت آپ کے کپڑے تو صاف شفاف تھے یہ دھبے کہاں سے لگ گئے، حضرت نے اپنا راز چھپاتے ہوئے کہا کہ اس بات کو چھوڑو، اس آدمی نے جب بار بار اصرار کیا تو فرمانے لگے، ایک جگہ حادثہ ہوگیا تھا تو گاڑی کو سہارا دینے گیا تھا جس کی وجہ سے کالے دھبے پڑے ہوئے ہیں، اللہ اکبر! تھوڑی ہی دیر میں گاڑی کو سہارا دے کر واپس آجانا کہ عموماً اتنی دیر میں کوئی آدمی واپس آہی نہیں سکتا ہے، یہ ابدال ہی کی شان ہوسکتی ہے۔

اسی طرح کا اور ایک واقعہ منقول ہے کہ تقسیم ہند کے موقع پر قومی فساد عروج پر تھا، بڑے بڑے لیڈروں کو گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا جاتا تھا،

شہر مانگرول سے بھی چند لیڈر قسم کے لوگوں کو گرفتار کر کے جونا گڈھ کی قید میں بند کر دیا تھا، نہ ان کی صحیح دیکھ بھال کرنے والا کوئی تھا اور نہ ان کی خلاصی کا کوئی امکان تھا، حالات اور مصیبت کے ساتھ زندگی کے قیمتی ایام بسر ہو رہے تھے، اس کے باوجود تمام ساتھی نمازیں پڑھتے، تہجد پڑھتے، قرآن کی تلاوت کرتے اور دعائیں مانگتے تھے، ایک دن ایک صاحب جو اس وقت بیت المال کے خزانچی تھے اور انہیں لوگوں کے ساتھ قید و بند میں محبوس ہوئے تھے، تہجد کی نماز پڑھ کر بہت خوش تھے، ساتھیوں نے کہا آپ بہت خوش ہے کیا بات ہے، انہوں نے کہا کہ آج دس بجے ہماری رہائی کا حکم نافذ ہو جائے گا اور کا غذات وغیرہ مکمل کر کے ۱۲ بجے کے قریب جیل سے نکل کر مانگرول جائیں گے، ساتھیوں نے کہا: تم کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا بعد میں بتاؤں گا چنانچہ دس بجے رہائی کا حکم آ گیا اور ۱۲ بجے کے قریب خلاصی پا کر بذریعۂ بس مانگرول پہنچے، دوران سفر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو رہائی کا سبب بتایا کہ آج رات حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ جیل میں تشریف لائے تھے اور کہہ کر گئے تھے کہ کل صبح دس بجے رہائی کا حکم آجائے گا اور بارہ بجے کے قریب کا غذات مکمل ہونے کے بعد جیل سے خلاصی مل جائے گی اور واقعۃً اللہ نے سب کو بآسانی رہا کر دیا۔ آپؒ رات کے آخری پہر میں مانگرول سے جونا گڈھ جیل خانہ میں جا کر خوشخبری سنا کر فوراً واپس آ گئے، آخر یہ کیا چیز تھی یہ وہی چیز تھی جو اللہ نے

آپ کو عطا فرمائی تھی کہ آپ زمانہ کے ابدال تھے، اور ابدال وقطب کے لئے
زمین کا لپیٹ دیا جانا اظہر من الشّمس ہے، آپ ہر وقت دین کی ترویج
واشاعت میں لگے رہتے تھے، افسوس کہ ہم حضرت مفتی صاحب کو پہچان نہ
سکے، آپ وہ ہستی تھے کہ آپ کی زندگی کے اوراق پلٹنے سے متقدمین صوفیاء کی
یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

آپ مستجاب الدعوات تھے:

آپ نے اللہ سے وہ تعلق قائم کرلیا تھا کہ اللہ کی بارگاہ میں جو دعاء مانگتے
قبول ہوجاتی تھی، لوگ آپ سے دعاء کرنے کو کہتے آپ ان کے حق میں دعاء
فرمادیتے تھے وہ قبول ہوجاتی اور لوگوں کے پیچیدہ معاملات حل ہوجایا کرتے
تھے، کبھی مشکل ترین کاموں کی آسانی کے لئے لوگ آپ کے پاس آتے اور
کہتے حضرت کیا کرے معاملہ بڑا مشکل ہے تو آپ کہتے گھبراؤ نہیں آپ کا کام
ہوجائے گا اور آناً فاناً ایسے کام ہوجاتا، جس کو تصور میں نہیں لایا جاسکتا ہے،
غرضیکہ آپ کی زبان سے نکلا ہوا بول رائیگاں نہیں جاتا تھا یہ عنداللہ آپ کی
مقبولیت تھی، ایک مرتبہ شہر مانگرول میں پوسٹ کی جگہ خالی ہوئی تو ملازمت کے
لئے اخبار میں اشتہار شائع ہوا، ایک آدمی اس کا خواہش مند تھا مگر کان سے
بہرا تھا اس لئے ملازمت ملنا بظاہر مشکل تھا وہ حضرت مفتی صاحب کے پاس آیا
اور کہا میں پوسٹ میں نوکری کرنا چاہتا ہوں، جگہ بھی خالی ہے مگر میں کان سے

بہرا ہوں تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں آپ اس کا فارم بھر دیجئے، ملازمت مل جائے گی، چنانچہ چند ہی دنوں میں اس کو ملازمت مل گئی، حالانکہ بہروں کو اس طرح ملازمت ملنا مشکل ہوتا ہے، مگر یہ حضرت مفتی صاحب کی دعاء تھی جو مؤثر ثابت ہوئی اور مشکل ترین کام بھی بے انتہاء آسان ہو گیا اور وہ آدمی مدتِ ملازمت تک برابر ملازمت کرتا رہا، کبھی کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوئی۔

اسی طرح قبولیت دعاء کا اور ایک واقعہ منقول ہے: ایک صاحب کی سرنیم بلی تھی، مفتی صاحب مذاقاً ان کو بلی شیطان کہتے تھے کیونکہ وہ بھی مفتی صاحب سے بہت بے تکلفی سے پیش آتے تھے، ایک مرتبہ مفتی صاحب نے کہا تو اپنی سرنیم بدل دے، انہوں نے کہا حضرت اتنے پیسے نہیں ہے، مفتی صاحب نے کہا: ارے کچھ تو پیسے ہوں گے نہ؟ تو انہوں نے کہا ۲۰، ۳۰ روپئے ہیں، مفتی صاحب نے کہا: جا سرنیم بدل کرآ، چنانچہ وہ شہر مانگرول کی سیکریٹری میں گئے، اور وکیل سے کہا: مجھے اپنی سرنیم بدلنی ہے وکیل نے کہا: کوئی بات نہیں ۱۰۰ روپئے دیدو، سرنیم بدل جائے گی، انہوں کہا: ۱۰۰ روپئے تو نہیں ہے، وکیل نے کہا: ۵۰ روپئے دیدو، انہوں نے کہا: ۵۰ روپئے بھی نہیں ہے، وکیل نے کہا تو پھر کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا ۲۵ روپئے ہیں، وکیل غضبناک ہو کر کہنے لگا، جا جا اتنے میں کام نہیں ہوگا، وہ واپس جانے لگے، ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ وکیل نے ان کو واپس بلایا اور کہا کتنے ہیں؟ انہوں

نے بیس کی نوٹ نکال کر بتائی، وکیل نے وہ نوٹ لے لی اور کہا کس نے بھیجا ہے؟ وہ کہنے لگے، مفتی ابراہیم صاحب نے جو قاضی واڑہ میں رہتے ہیں، وکیل نے کہا کوئی بات نہیں پھر سرنیم بدل دی، ان کی سرنیم بلی تھی اس کی جگہ صوفی کردی اور آج بھی وہ صوفی سے مشہور ہے، پھر وہ مفتی صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے، وکیل نے تو مجھے واپس کردیا تھا جس سے میری بے عزتی ہوئی، آپ ہنس کر کہنے لگے، تیرا کام ہوگیا نہ؟ بس! پھر مفتی صاحب نے کہا جب تک تیری سرنیم صوفی رہے گی تب تک مجھے ثواب ملتا رہے گا، کیوں کہ آپ ہی کے حکم پر انہوں نے بلی سرنیم کو صوفی سے تبدیل کیا تھا، گویا آپ کے حکم پر ایک اچھا کام وجود میں آیا جس پر ثواب کا ملنا یقینی ہے۔ اور عجب بات یہ ہے کہ ان کی سرنیم بدلنے سے ان کے والدین، ان کے تمام بیٹوں کی سرنیم خود بخود صوفی ہوگئی، اس کے لئے الگ سے دوڑ بھاگ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی، حالانکہ ایسا ہوتا نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے الگ الگ ڈوکیومینٹ دے کر سرنیم بدلوانا پڑتی ہے، یہ درحقیقت حضرت مفتی صاحب کی دعاء کی برکت ہے کہ صرف اتنا ہی کہا جا سرنیم بدل کرآ اور کام ہوگیا، اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ دعاء کا اثر اتنا متعدی ہوا کہ ان کے علاوہ دوسروں کی سرنیم بغیر ڈوکومینٹ کے اور بغیر بدلائے خود بخود بدل گئی اور ہمیشہ کے لئے صوفی ہوگئی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے زمانہ میں جب کبھی قحط ہوتا، بارش رک جاتی تو

سید امیر میاں اور دیگر سادات حضرت مفتی صاحب کے ساتھ باون صبوری کے میدان میں پہنچتے تھے نیز مانگرول کے اکثر و بیشتر لوگ بھی وہاں پہنچ جاتے تھے، وہاں نماز استسقاء پڑھی جاتی تھی اس کے بعد سید امیر میاں کے حکم پر حضرت مفتی صاحب دعاء فرماتے تھے، دعاء میں اس قدر تضرع و عاجزی اور آہ وزاری فرماتے کہ مجمع میں شریک لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتی تھی ، آپ کی دعاء میں وہ تاثیر تھی کہ لوگ ابھی گھر پر پہنچے بھی نہ ہوتے کہ راستے میں موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی اور لوگوں کی امیدیں برآتی، قحط کی مشکل سے لوگوں کو نجات مل جایا کرتی تھی، آخر اللہ نے آپ کی دعاء میں وہ قبولیت رکھی تھی کہ جس مقصد کے لئے بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھا دیتے وہ مقصد پورا ہو جاتا تھا، آپ اپنی زبان سے جو کہہ دیتے وہ قبول ہو جاتا تھا، لوگ آپ کے پاس دعائیں کرانے آتے تھے، آپ کہہ دیتے کہ جاؤ اللہ آپ کا کام پورا کر دیگا تو بالیقین وہ کام ہو ہی جاتا تھا، واقعۃً آپ مستجاب الدعوات تھے۔

غیر مسلم بھی آپ کا احترام کرتے تھے:

حضرت مفتی صاحبؒ جب جمعہ پڑھانے کے لئے جامع مسجد جاتے تھے تو راستے میں بعض غیر مسلم اپنے گھروں کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ابھی مہا پُروش یعنی بڑے آدمی آرہے ہیں، پھر جب مفتی صاحب وہاں سے گزرتے تو بعض لوگ حضرت کے پیروں پر ہاتھ لگا کر بطور

تبرّک اپنے چہروں پر پھیر لیتے تھے، گویا غیر مسلم بھی حضرت کو جیتا جاگتا ولی تصور کر کے آپ کے احترام میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے، یہ حضرتؒ کی بے انتہاء مقبولیت تھی جو اپنوں سے متجاوز ہو کر غیروں تک منتقل ہو چکی تھی۔

بریلوی لوگ بھی آپ کا اکرام کرتے تھے:

آپ کے زمانہ میں علم غیب کے مسئلے پر لوگوں کے درمیان اختلاف ہوا، بعضوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا، جبکہ دوسرے کچھ لوگوں نے کہا کہ اللہ کے نبی کو علم غیب تھا۔ آخر کار دونوں جماعتوں کے لوگ حضرت مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قاضی واڑہ مسجد (مانگرول) میں آئے، اور یہ مسئلہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت نے دونوں جماعتوں کی باتیں سن کر فرمایا: اللہ نے جتنا دیا تھا اتنا تھا تم تمہارا کام کرو۔ یہ کہہ کر آپ نے ان سب کو وہاں سے رخصت کر دیا۔ اس کے بعد جو بریلوی خیالات کے لوگ تھے ان کو اس مسئلہ میں شرح صدر ہو گیا اور جو بات حضرت نے بتائی تھی وہ انہوں نے قبول کر لی، پھر کچھ دنوں بعد انہوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کو اپنے گھر خصوصی طور پر مدعو کیا، بہترین کھانا کھلایا اور عمامہ پہنایا اور بہت کچھ اکرام و تعظیم کا معاملہ کیا۔ پھر وہ لوگ حضرت کو ان کی جائے قیام قاضی واڑہ مسجد میں چھوڑنے بھی آئے۔

مفتی صاحبؒ وہ ہستی تھے کہ اپنے تو اپنے دیگر فرقے کے لوگ بھی آپ

کا اکرام کیا کرتے تھے، عام طور پر فرقہ پرستی اور تفرقہ بازی کی مسموم ہواؤں کی زد میں آ کر لوگ ایک دوسرے کو برا بھلا حتی کہ کافر تک کہہ دیتے ہیں، اور منافرت وعصبیت کی دیوار حائل کر کے انسانیت کھو بیٹھتے ہیں، ایسے وقت میں آپؒ کی ہر دل عزیزی کسی کرامت سے کم نہیں ہے۔ ہر فرقہ کا آدمی آپ سے محبت کا اظہار فرماتا تھا حتی کہ غیر بھی آپ سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور آپ کی تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے۔

حضرت مصلح الامت کی نظر میں آپ کا مقام:

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب کسی کام سے بمبئی تشریف لے گئے، اتفاق سے وہاں کسی جگہ پر مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان چل رہا تھا، آپ وہاں تشریف لے گئے، حضرت مولانا وصی اللہ صاحب کی جب آپ پر نظر پڑی تو فرمایا: اوہو (یعنی اس انداز سے آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا گویا کہ آپ حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی آمد پر مجلس میں ایک طرح کا نور محسوس کرتے ہوئے اظہار تعجب فرما رہے ہو) اس کے بعد مصلح الامت نے حضرت مفتی صاحب کو بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ اپنے پاس بٹھالیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ ولایت کے کس درجے پر فائز تھے اور آپ کا مقام ومرتبہ کیا تھا وہ حضرت مصلح الامت جان چکے تھے اور قاعدہ ہے ’’ولی را ولی می شناس‘‘ کہ ولی کو ولی پہچان لیتا ہے، خود حضرت مصلح

الامت ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں ان کا شمار ہے، ایک مرتبہ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ تم میری تربت پر پھول تو کیا خاک بھی نہیں ڈال سکو نگے، ولی کی زبان سے نکلا ہوا جملہ رائیگا نہیں جاتا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ سمندر کے راستے سے جہاز میں حج کے لئے جا رہے تھے اور آپ کا وصال ہو گیا، آپ کے جسد خاکی کو تجہیز و تکفین کے بعد سمندر کے حوالے کر دیا گیا، نہ پھول ڈال سکے اور نہ مٹی ڈال سکے۔ یہ تھے حضرت مصلح الامت جن کو آج پوری دنیا جانتی ہے وہ حضرت مفتی ابراہیم صاحب کا اعزاز و اکرام فرماتے تھے۔

حضرت مولانا سید عبدالحی حسنی لکھنویؒ کی نظر میں آپ کا مقام:

مفتی صاحب جب حج کے لئے گئے تو حضرت مولانا سید عبدالحی حسنی لکھنویؒ کا حلقہ لگا ہوا تھا اور کافی علماء و صلحاء حضرات بھی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، مولانا عبدالحی صاحب ان میں وعظ و تذکیر فرما رہے تھے، جب مفتی صاحب وہاں پہنچے تو مولانا عبدالحی صاحب نے آپ کو پہچان لیا اور اکراماً آپ کو اپنے پاس بٹھا لیا، مجلس میں سے کسی نے مولانا عبدالحی صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کون ہیں؟ تو حضرت نے کہا کہ یہ مانگرول کے مفتی ابراہیم صاحب ہے اور بہت بڑے صوفی بزرگ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت کا مقام کیا تھا کہ آپ بڑے بڑے لوگوں کے دلوں کی دھڑکن تھے، یہ

حضرات آپ کے لئے اکراماً کھڑے ہوجایا کرتے تھے اور آپ کی عزت کرتے تھے، کوئی بھی آپ کی تعریف وتوصیف کئے بغیر نہیں رہتا تھا۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی نظر میں آپ کا مقام:

جب شہر مانگرول میں پہلا اجتماع ہوا، اس وقت حضرت شیخ زکریاؒ کے داماد حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ تشریف لائے تھے اور حضرت کا جامع مسجد میں بیان چل رہا تھا تو کچھ لوگوں نے حضرت مفتی ابراہیم صاحب سے کہا کہ چلو اجتماع میں چلتے ہیں، حضرت جی کا بیان ہو رہا ہے، مفتی صاحب نے کہا کہ میں بوڑھا انسان ہوں میں وہاں کیسے آؤں گا، تم حضرت جی کو کہہ دینا کہ وہ میرے لئے دعا کرے، پھر جب لوگوں نے اصرار کیا تو حضرت اجتماع گاہ (یعنی جامع مسجد) میں چلے آئے، جیسے ہی جامع مسجد میں داخل ہوئے، حضرت جی کی نظر ان پر پڑ گئی، فوراً حضرت جیؒ بیان چھوڑ کر آپ کے استقبال میں کھڑے ہو گئے اور آپ کو لینے کے لئے آگے بڑھ گئے۔ آپ کو اسٹیج پر بٹھایا اور کہا کہ آپ بیان کرو کیونکہ یہاں افریقہ، لندن اور دیگر ملکوں کی جماعتیں آئی ہیں وہ آپ کی زیارت اور آپ کا بیان سننا چاہتی ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے سامعین کو وعظ ونصیحت سے نوازا۔ اس واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ بڑے بڑے حضرات آپ کے استقبال وتعظیم میں کھڑے ہوجایا کرتے تھے، گویا آپ ”من تواضع للہ رفعہ اللہ“ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

حضرت مولانا سعید احمد راندیریؒ کی نظر میں آپ کا مقام:

مولانا موسیٰ صاحب اور ان کے بھائی مولانا اسماعیل صاحب سیتپونی مدظلہما العالیہ جو بعد میں لندن چلے گئے، آج سے بہت عرصہ پہلے شہر مانگرول میں دینی خدمات انجام دیتے تھے، اس وقت مانگرول میں حفاظ کرام کی بہت ہی قلت تھی، تراویح کے لئے دوسری جگہوں سے حفاظ کرام کو بلایا جاتا تھا، مولانا موسیٰ صاحب نے بڑی عرق ریزی و جفاکشی اور فکر و محنت سے اولاسولہ یا سترہ طلبائے کرام کو مسجد ابراہیم کے مکتب سے حافظ بنایا اور یہی وہ پہلی باسعادت جماعت تھی جن کی برکت سے آج مانگرول میں جگہ جگہ حفاظ کرام کی چہل پہل ہے، اس جماعت میں حافظ یوسف صاحب شیخ لعلؒ بھی تھے، جنہوں نے مانگرول کے معروف و مشہور دینی ادارہ مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان میں تادم آخر دینی خدمات انجام دیں، اور ۱۲ ؍ اکتوبر ۲۰۱۹ء سنیچر کی رات میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر ہمیشہ کے لئے اپنی جان جانِ آفریں کے حوالے کر گئے، اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے، آپ کی سوانح ''حیات شیخ لعل'' کے نام سے لکھی جا چکی ہے، امید ہے کہ شائقین حضرات استفادہ کے لئے اپنی توجہ مبذول فرمائیں گے۔

الغرض جب مولانا موسیٰ صاحب اور ان کے بھائی یہاں مانگرول میں تھے، اس وقت ان کے استاذ حضرت مولانا سعید احمد صاحب راندیریؒ (سابق

مہتمم: جامعہ حسینیہ راندیر، سورت) یہاں تشریف لائے تھے اور ان کے ساتھ چند علمائے کرام بھی تھے، ایک صاحب نے ''سندور یا باغ'' میں ان تمام مہمانوں، شہر کے دیگر چند علمائے کرام اور خصوصاً حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کو کھانے کی دعوت دی تھی، کھانے کا وقت ہوا، تمام حضرات کھانے کے لئے بیٹھے، مفتی ابراہیم صاحبؒ نے کہا کہ مجھے تو تھوڑا ہی کھانا ہے، چنانچہ آپ کو پیالہ میں کھیر پیش کی گئی، آپ نے اس میں سے تھوڑی کھیر نوش فرمائی اور جو بچ گئی تھی اس کو تبرک سمجھ کر وہاں موجود ہر ایک ساتھی نے نوش فرمائی اور خصوصاً حضرت مولانا سعید احمد صاحب راندیریؒ نے بھی نوش فرمائی اور کہا یہ برکت کہاں ملے گی، پھر حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کے بارے میں فرمانے لگے کہ یہ تو بہت اونچے پایہ کے بزرگ ہیں گویا آپ کے دل میں حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کا بڑا مقام ومرتبہ تھا، آپ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔

حضرت علامہ محمد پالن حقانیؒ کی نظر میں آپ کا مقام:

علامہ پالن حقانیؒ کی شخصیت سے کون ناواقف ہوگا۔ آپ بین الاقوامی شہرت یافتہ شخصیات میں سے تھے۔ اور آپ نے دین کی بہت بڑی خدمات انجام دی ہے۔ بدعات اور رسومات کو تار تار کردیا اور غیر مقلدین کی گرفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، خیر آپ مختلف ممالک میں بیان کے لئے جاتے تھے، آپ کے دل میں حضرت مولانا ابراہیم اولیاءؒ جامنگری اور مفتی ابراہیم صاحب

مانگرولی کی بہت ہی عظمت تھی اس لئے آپ اپنے بیانوں میں جا بجا ان کا تذکرہ فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ اپنے زمانے کے زندہ ولیوں کی زیارت کرنی ہو تو شہر مانگرول میں حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی زیارت کرو۔ اور جامنگر میں حضرت ابراہیم اولیاءؒ کی زیارت کرو۔ یہ زندہ ولی ہیں۔ اللہ اکبر! آپ کا کیا مقام تھا کہ بڑے بڑے لوگ آپ کے مداح تھے اور آپ کی ولایت کے قائل تھے۔

گھانچی قوم کے متعلق پیشین گوئی:

حضرت مفتی صاحبؒ کسی مسجد میں گھانچی برادری کے لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے اتنے میں کچھ مہذب لوگ آئے اور مفتی صاحب سے کہنے لگے کہ آپ گھانچی لوگوں کے پاس کیوں بیٹھتے ہو؟ گویا انہوں نے ان لوگوں کو حقیر سمجھا۔ (کیوں کہ اس وقت چند گنے چنے افراد کے علاوہ پوری قوم دین سے ناواقف تھی، جہالت کا غلبہ تھا اور غربت بھی کافی تھی لیکن اس کے باوجود سخاوت وفیاضی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ مہمان کی مدارات کرنا ان کا خاص شیوہ تھا اور یہ لوگ علماء وبزرگوں کی بہت تعظیم کرتے تھے، اور آج بھی یہ ساری چیزیں موجود ہیں، اس لئے وہ حضرت مفتی صاحب کو بہت چاہتے تھے اور حضرت بھی ان کے ساتھ رہنا اس لئے پسند فرماتے تھے کہ اس بہانہ سے ہی ان تک دین پہنچایا جاسکے، اور آپ تو اشاعت دین کے حریص تھے اس لئے

موقع بموقع لوگوں کو دین سکھاتے تھے) آپ نے فرمایا مجھے ان لوگوں میں خوشبو آرہی ہے اور میری وفات کے بعد ان میں بکثرت حفاظ اور علماء پیدا ہونگے، اور یہی لوگ تمہارے امام اور مقتدا بنیں گے، گرچہ اس وقت ان مہذب لوگوں کو یہ بات سمجھ میں نہ آئی ہوگی لیکن تقدیر ازلی میں یہی لکھا ہوا تھا، چنانچہ آپؒ کی وفات کے بعد یہ پیشین گوئی ہو بہو پوری ہوئی کہ آج اس گھانچی برادری میں بکثرت حفاظ اور علماء ہیں جو قوم کی رہبری کررہے ہیں جگہ جگہ مکاتب ومدارس، مساجد وعبادت خانے کا بہترین نظام ہے، دعوت وتبلیغ کا کام بام عروج کو پہنچا ہوا ہے، تصوف وطریقت سے لوگوں کو کافی شناسائی ہے، اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے دارالعلوم حسنیہ میں ہر سال رمضان المبارک میں خانقاہ کا انعقاد ہوتا ہے تاکہ شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر راہِ سلوک طے کرسکیں، جس سے دین میں استقلال وثبات پیدا ہو، نیز جمعیۃ علماء جوناگڈھ، اصلاح معاشرہ، بیت المال فنڈ ٹرسٹ اور دیگر تنظیموں کے ذریعہ ملی وسماجی غرضیکہ ہر طرح کی امکانی کوششیں ہورہی ہیں یہ دراصل حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی پیشین گوئی اور ان کی بابرکت دعاؤں کا صلہ وثمرہ ہے۔

ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی امامت کے قابل نہ ہوگا:

مسجدوں میں عام طور پر بلیک بورڈ ہوتا ہے، اس میں یومیہ کچھ نہ کچھ دینی باتیں لکھی جاتی ہیں تاکہ لوگ آتے جاتے اس کو پڑھے اور اپنی زندگی میں دین

حاصل کریں، ٹھیک اسی طرح قاضی واڑہ جس کو مفتی صاحب کی مسجد کہا جاتا ہے، اس میں بورڈ پر لکھا ہوا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ سواونٹ ہوں گے مگر ایک بھی سواری کے قابل نہ ہوگا، ایک آدمی نے جب یہ بات پڑھی تو اسے سمجھ میں نہ آئی وہ فوراً حضرت مفتی صاحب کے پاس آیا اور کہا بورڈ پر اس طرح بات لکھی ہوئی ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جس میں بہت سے حفاظ آئیں گے، مگر اس میں ایک بھی امامت کے قابل نہ ہوگا، اللہ کا شکر ہے کہ ابھی وہ زمانہ نہیں آیا، لیکن ایسے برے وقت سے اللہ ہماری حفاظت فرمائے، آج الحمدللہ جگہ جگہ حفاظ اور علماء کی بہتات ہیں اور اکثر وبیشتر طبقہ خدمتِ دین میں کوشاں ہیں، گرچہ بعض حفاظ وعلماء امت کی ناقدری کی بناء پر یا تو دنیا ہی سے چل بسے یا خدمت دین چھوڑ کر دنیا کے دھندھے وکاروبار میں لگ گئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ علماء کی ناقدری کرتے کرتے ''وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ'' کی جھلک دیکھنی پڑے، کیوں کہ جو لوگ حفاظ اور علماء کی بے عزتی اور تذلیل کرتے ہیں وہ خود تو برباد ہوتے ہیں، لیکن ان کی نسلیں بھی علم سے محروم ہوجاتی ہیں، اس لئے اس برے وقت کے آنے سے پہلے کہ لوگوں کی نماز جنازہ پڑھانے والے اور قیادت وامامت کرنے والے بھی نہ ملیں گے، جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے اس سے پہلے حفاظ اور علماء کی قدر کرلینی چاہئے تاکہ دنیا وآخرت برباد نہ ہو۔

’’دادا بن گیا‘‘ میں موت کا اشارہ مخفی تھا:

عبدالرحمن صاحب بیڑی والا، آپ کی خدمت کرتے رہتے تھے، جب ان کے بیٹے کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو مفتی صاحب نے کہا کہ اب تو عبدالرحمٰن دادا بن گیا اور ایک ہفتہ تک یہ الفاظ وقتاً فوقتاً دہراتے رہتے تھے۔ خادم نے کہا حضرت یہ کیا رٹ لگا رکھی ہے؟ تو آپ کہنے لگے: اب تو عبدالرحمن دادا بن گیا! دادا بن گیا! یہ دراصل اشارہ تھا کہ اب ان کو دنیا میں رہنے کی ضرورت نہ رہی کیوں کہ اب تو دادا بن گیا ہے اور کافی عمر دنیا میں گزار چکے ہے، اور واقعۃً ایسا ہی ہوا کہ عبدالرحمن سیٹھ پوتے کی پیدائش کے ۸ ویں دن دنیا سے پردہ فرما گئے۔

فنائیت کا ایک عجیب وغریب واقعہ:

نہروالا پٹن جس کو آج سدھپور پاٹن کہتے ہیں، یہ پرانا اور تاریخی شہر ہے اور اولیائے کرام کا مسکن ہے، یہاں پر بہت سے اہل اللہ اور اولیائے کرام تشریف لائے اور بہت سوں نے اسی سرزمین کو اپنا مدفن بنالیا اور آج بھی کئی مزارات وہاں موجود ہے، مشہور صوفی بزرگ اور ولیٔ کامل حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ بھی یہاں تشریف لائے، یہ خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے پوتے شیخ رکن الدین کے خلیفہ تھے، شیخ رکن الدین کے خلفاء میں شیخ جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاریؒ بھی شامل ہے اس لئے مولانا یعقوب

صاحب اور مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ دونوں پیر بھائی بھی ہوتے ہیں، مولانا یعقوب صاحبؒ نے پوری زندگی اشاعت دین میں گزاردی اور پٹن ہی کو اپنا مدفن بنالیا، آپ نے ایک مسجد بھی تعمیر کروائی تھی جو آج بھی موجود ہے آپکا مزار اسی مسجد کے قریب ندی کنارہ پر واقع ہے۔اور ''مولانا یعقوب کا مزار'' کے نام سے اس وقت مشہور ہے، حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ نے اپنے شاگرد مفتی عبداللہ صاحب پٹنی سے ایک دن فرمایا: عبداللہ دل چاہتا ہے، پٹن جائیں اور مولانا یعقوب صاحب کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز ادا کریں، چنانچہ ایک دن پٹن جانا طے ہوا، دونوں حضرات بذریعہ بس مانگرول سے پٹن پہنچے پھر وہاں سے رکشا میں بیٹھے ابھی رکشا تھوڑا ہی دور چلا تھا کہ سامنے سے ایک گاڑی والے نے زبردست ٹکر ماردی جس سے دونوں حضرات رکشا سے باہر آ گئے، مفتی عبداللہ صاحب پٹنی فرماتے ہیں کہ حضرت نیچے گرے اور میں ان کے اوپر گرا تو حضرت مجھ سے فرمانے لگے، عبداللہ ابھی تو ہم رکشا میں بیٹھے ہوئے تھے، باہر کیوں آ گئے؟ اللہ اکبر حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی فنائیت کا یہ عالم تھا کہ اس قدر تصادم وٹکراؤ کی زد میں آ کر رکشا سے باہر آ گئے اور ایک دوسرے کے اوپر گرے پھر بھی آپ کو پتہ نہیں تھا۔



ساتواں باب

انتقال پر ملال

موت سے پہلے موت کا اشارہ دے گئے:

مفتی صاحب کے دور میں مانگرول میں یہ ماحول تھا کہ اگر کسی کا انتقال جمعہ کے دن ہوتا تو اس کی تجہیز وتکفین کے بعد جنازہ جامع مسجد میں رکھ دیا جاتا اور بعد نماز جمعہ حضرت مفتی صاحب نماز جنازہ پڑھا دیتے، اس کے بعد تدفین عمل میں آتی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ لگا تار تین چار جمعہ تک جنازہ جامع مسجد میں آتا رہا، اس کے بعد ایک جمعہ کو جنازہ نہیں آیا تو مفتی صاحب نے بعد نماز جمعہ ان کے کسی متعلق سے پوچھا کہ کیا آج کسی کا جنازہ نہیں آیا؟ تو کہا کہ نہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ آئندہ جمعہ کو جنازہ جامع مسجد میں آئے گا، گویا اپنی موت کی طرف اشارہ تھا، چنانچہ اگلے ہفتہ حضرت مفتی صاحب بروز جمعرات ۱۹۷۶ء کو انتقال فرما گئے اور تجہیز وتکفین کے بعد آپ کا جنازہ جامع مسجد میں لایا گیا اور بعد نماز جمعہ مفتی عبداللہ صاحب پٹنی نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

انتقال کے ایک ہفتہ پہلے جمعہ میں معافی کا اعلان:

حقوق دو طرح کے ہیں: حقوق اللہ اور حقوق العباد اور دونوں کی ادائیگی کما حقہ ہر عاقل بالغ مسلمان مرد اور عورت پر لازم اور ضروری ہے، جن کو خوف خدا اور آخرت کی فکر دامن گیر ہوتی ہیں وہ ہر وقت ان کی ادائیگی کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور حقوق العباد کا معاملہ تو اور بھی نازک ہے جب کہ اسی میں لوگ تساہل وغفلت برتتے ہیں، لیکن اللہ کے نیک اور مخلص بندے اس کی ادائیگی میں بھی تادم آخر کوشاں رہتے ہیں، حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ پر خوف خدا اور فکر آخرت کا غلبہ تھا کہ جس کی وجہ سے وہ بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی فکریں کرتے تھے، اس میں کمی، کوتاہی سے خوب بچتے تھے، یہی وجہ تھی کہ انتقال کے ایک ہفتہ قبل لوگو کے سامنے معافی کی جھولی پھیلا دی تھی، چنانچہ جامع مسجد میں جمعہ کے آخری بیان میں آپ رو رو کر کہہ رہے تھے کہ اے لوگو! میری طرف سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو معاف فرمادے۔ اے لوگو! میں نے کسی کو کچھ کہہ دیا ہو تو مجھے معاف فرمادے۔ اے لوگو! کسی کا کوئی پیسہ میرے ذمہ باقی ہو اور مجھے یاد نہ ہو وہ آکر مجھ سے اپنا حق وصول کرلے۔ اے لوگو! مجھ سے دانستہ وغیر دانستہ جو تکلیف بھی آپ کو پہنچی ہو آج میں اس کی معافی کا عام اعلان کرتا ہوں، بس یہ اعلان سننا تھا کہ

لوگ دھاڑے مار مار کر رونے لگے اور پوری جامع مسجد میں آہ وبکا اور گریہ وزاری کا سما قائم ہوگیا۔

یہ فکر آخرت کا نتیجہ تھا کہ آپ چھوٹے بن کر لوگوں سے رورو کر معافی کی بھیک مانگ رہے تھے، حالانکہ آپ حسنِ اخلاق کے مجسم پیکر تھے۔ انسان تو کیا اللہ کی کسی بے زبان مخلوق کو بھی تکلیف دینا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ اللہ والوں کی شان ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ بندوں سے اپنے معاملات صاف رکھتے ہیں، ان کے حقوق میں کمی کوتاہی کرنے سے خوب بچتے ہیں، اگر کبھی کمی کوتاہی ہو بھی جائے تو فوراً معافی مانگ لیتے ہیں، جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ کوتاہی پر کوتاہی ہو رہی ہے، معاملات مکدر ہوگئے ہیں، پھر بھی تلافی کی فکر نہیں، معافی کی توفیق نہیں، اس لئے حضرت مفتی ابراہیم صاحبؒ کی زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے لئے لازمی اور لابدی ہے کہ آپس کے معاملات صاف رکھیں، اتفاق سے کبھی کوئی کسر واقع ہوجائے تو فوراً معافی تلافی کرلیں، کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اور آخرت تلافی کی جگہ نہیں، اس لئے دنیوی زندگی کو غنیمت سمجھ کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں ہر وقت کوشاں رہیں، اللہ تعالیٰ ہر ایک کے معاملات درست فرمائے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی کمی کوتاہیوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

انتقال کے بعد دونوں ہونٹ ذکر الٰہی میں متحرک تھے:

حضرت قدس سرہ انتقال سے قبل چند روز مسلسل سکرات کی حالت میں رہے، حضرت مولانا اسماعیل صاحب اور مولانا موسیٰ صاحب سیتپونی مدظلھما اپنے تلامذہ کو لے کر حضرت کے پاس آتے تھے اور قرآن کی تلاوت کرتے تھے تاکہ بآسانی روح قبض ہوجائے، اس طرح چھ دن گزر گئے، ساتویں دن ایک صاحب نے کہا جو حضرت قدس سرہ کے خاص خادم تھے، تین پیالے لاؤ اور اس میں پانی ڈال کر ہر ایک میں سات سات عدد گلاب کے پھول ڈال دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بچوں سے کہا گیا کہ قرآن شریف پڑھ کر اس میں دم کر دیا کریں، اس عمل کی برکت سے تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ حضرت کی روح پرواز کرگئی، اس وقت عصر کی اذان ہو رہی تھی، اور جمعرات کا دن تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انتقال کے بعد حضرت کا چہرہ گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا، آنکھوں میں نورانی چمک اور جسم بابرکت میں تازگی و لطافت نمایاں تھی، منہ سے لعاب کے ہلکے جھاگ نکل رہے تھے، اور دونوں ہونٹ ذکر الٰہی میں متحرک تھے اور کیوں نہ ہو کہ آپ زندگی بھر ذکر خداوندی میں مستغرق رہتے تھے، جس کا اثر موت کے بعد ظاہر ہوا، کئی احباب وہاں موجود تھے، ان میں دو، تین ڈاکٹر بھی تھے،

ایک ڈاکٹر صاحب ویراول سے آئے تھے (اور یہ ڈاکٹر انور حسین صاحب ہیرانی داؤدی وہورا کے بھائی تھے) انھوں نے جب حضرت قدس سرہ کو دیکھا تو آنکھوں کی روشنی سے معلوم ہورہا تھا کہ وہ ابھی زندہ ہے اور ہارٹ چیک کیا تو وہ حقیقۃ دنیا سے جاچکے تھے۔اسی لئے اس مجلس میں سے ایک صاحب نے کہا کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے بلکہ خدا کا برگزیدہ اور کرامتی بزرگ ہے۔ہائے آپ کی وفات سے شہر مانگرول کی ہر گلی سنی ہوچکی تھی اور بلاتفریق مذہب مسلم وغیر مسلم ہرایک کے چہرے پر اُداسی چھائی ہوئی تھی۔

(شعر)

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

(خالدشریف)

آپ کے جنازہ کا دلکش منظر:

شہر مانگرول اولیاء اور صوفیاء کرام کی نگری ہے، اس نے سینکڑوں جنازے دیکھے ہوں گے مگر جو ماتمی شان، امتیازی شان، علمی عظمت ورفعت، تفقہ فی الدین اور معرفت الٰہی کی جھلک حضرتؒ کے جنازہ کی تھی وہ شاید ہی کسی خوش نصیب کے حصہ میں آئی ہو،تقریبا تمام مسلم برادریاں مثلاً سید سادات، گھانچی، شیخ میمن، کانوگا، راٹھوڑ، دربار، میر، تائی وغیرہ جن میں عوام و

خواص سب ہی آپ کے جنازہ میں شریک تھے۔ہجوم بڑھتا ہی جارہا تھا۔آسانی کے لئے جنازہ پر لمبے لمبے بانس باندھے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کندھا دینے کا موقع ملے۔مجمع اس قدر کثیر تھا کہ کوئی ایسی جگہ خالی نہ تھی جہاں پر لوگوں کا ازدحام نہ ہو۔اللہ کے بندے کندھوں پر جنازہ لادے ہوئے تھے اور آگے پیچھے، دائیں بائیں جانثار ٹوٹے جارہے تھے، ہر شخص جنازہ کے قریب پہنچنے اور کندھا دینے کے لئے مرمٹ رہا تھا، پیچھے مڑ کر دیکھا جاتا تو انسانی سروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔نماز جنازہ آپ کے علمی و روحانی جانشین حضرت مولانا عبداللہ صاحب پٹنی مدظلہ العالی نے پڑھائی اور یہ علم ومعرفت کا آفتاب ۲۳/ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۵/مارچ ۱۹۷۶ء بروز جمعرات ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا اور سب کو داغ مفارقت دے گیا۔مانگرول کے جہانیاں قبرستان میں ہمیشہ کے لئے آپ کے جسد خاکی کو سپرد خاک کردیا گیا۔

شعر

چھپ گیا ماہ علم زیر زمین
گل ہوا آہ آہ چراغ دین
آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتاہی رہے گا

اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، جنت میں درجات رفیعہ سے مالا مال فرمائے۔امید ہے کہ لوگوں کی کثرت آپ کی مغفرت کا باعث بنی ہوگی کیوں کہ مومن کے جنازہ میں کثیر تعداد میں جمع ہوکر نماز پڑھنا باعث مغفرت ہے۔حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی نمازِ جنازہ میں مسلمانوں کی تین صفیں ہوں اس کے لئے جنت واجب ہے۔

(ابوداؤد:۴۵۱، رقم ۳۱۶۶)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس میت پر چالیس ایمان والے نماز جنازہ پڑھیں تو ان کی سفارش اس کے حق میں بلاشبہ قبول کرلی جاتی ہے۔

(مسلم شریف:۹۴۸، بحوالہ کتاب المسائل: ج،۲،ص ۷۵)

ظاہر ہے کہ آپؒ کے جنازہ میں کافی صفیں لگی ہوئی تھی اور کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے۔اس سے امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو آپ کی مغفرت کا ذریعہ بنادیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مؤمن کے انتقال پرزمین وآسمان کا اشکبار ہونا:

خدا کے بعض محبوب بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے انتقال پر انسان سے لیکر جانور حتی کہ زمین وآسمان بھی آنسوں بہاتے ہیں، جیسا کہ

حضرت علیؓ کی روایت ہے: جب انسان مرجاتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ جب مؤمن کا انتقال ہوتا ہے تو زمین کا وہ حصہ جس پر وہ نماز پڑھا کرتا تھا روتا ہے اور آسمان کا وہ حصہ جہاں سے اس کے اعمال آسمان پر جاتے تھے روتا ہے، پھر قرآن کریم کی آیت: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ} پڑھی۔ (شمائل کبری: ۳۶۵/۵)

اس آیت کی تفسیر میں صاحب جلالین تحریر فرماتے ہیں:

بخلاف المؤمنين يبكي عليهم بموتهم مصلاهم من الارض ومصعد عملهم من السماء۔

مذکورہ تفسیر وحدیث کی روشنی میں بندہ عرض گزار ہے کہ حضرتؒ کے چلے جانے سے وہ کمرہ جہاں وہ آرام فرمایا کرتے تھے، وہ مسجد جہاں منصب امامت پر فائز تھے، وہ جامع مسجد جہاں لوگوں کو وعظ ونصیحت اور خطابت سے سرفراز فرماتے تھے، وہ گلیاں جہاں سے حضرتؒ گزرا کرتے تھے، وہ خلوت گاہ جہاں بیٹھ کر یادالٰہی میں مستغرق رہتے تھے یقیناً رورہے ہوں گے اور زبان حال سے کہہ رہے ہوں گے:

شعر

بھیڑ میں دنیا کی جانے وہ کہاں گم ہوگئے
کچھ فرشتے بھی رہا کرتے تھے انسانوں کے ساتھ

(یادگار باتیں: ۱)

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو اعلیٰ علّییّن میں جگہ مرحمت فرمائے، صلحاء وصدیقین کے ساتھ حشر فرمائے اور آپ کے بعد آنے والی آزمائشوں اور فتنوں سے خصوصا ہم اہل مانگرول کی حفاظت فرمائے۔

وفات کے بعد کرامت کا ظہور:

حضرت مفتی صاحبؒ بہت ہی زیادہ موحد تھے۔شرک وبدعات سے متنفر تھے اور آج کل اللہ والوں کی قبر کو پختہ بنانے کی جو بدعت چلی ہے اس کے بہت ہی زیادہ مخالف تھے،اس لئے بار بار اپنے بیانوں میں لوگوں کو باخبر کرتے کہ میرے مرنے کے بعد قبر کو پختہ نہ بنانا۔جب انتقال کے بعد آپ کو دفن کیا گیا اس وقت آپ کی قبر مٹی کی تھی اور سادی تھی لیکن آپ کے کسی عقیدت مند نے کچھ عرصہ بعد آپ کی قبر کے برابر کا پتھر بنوا کر آپ کی قبر پر رکھا۔ دوسرے دن دیکھا تو وہ پتھر لڑھک کر قبر سے نیچے کی طرف گرا ہوا تھا،اور اس کا کچھ حصہ ٹوٹ بھی گیا تھا،لیکن اس نے دوبارہ پھر وہ پتھر آپ کی قبر پر رکھا، پھر نہیں گرا اور آج بھی وہ اپنی حالت پر موجود ہے۔



آٹھواں باب

اقتباسات از تالیفات وتصنیفات

تیسرے باب میں آپؒ کی تمام تر تصنیفات وتالیفات کا تذکرہ مختصر تعارف کے ساتھ پیش کردیا گیا ہے، اب یہاں انہیں تالیفات سے انتخاب کر کے چند ضروری اور اہم اقتباسات تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ جو آدمی آپؒ کی مکمل تالیفات وتصنیفات کو زیر مطالعہ نہ لاسکتا ہو تو وہ کم از کم ان ضروری اقتباسات پڑھ کر استفادہ کرسکتا ہے۔

شرک سب سے بڑا گناہ ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا یعنی ذات وصفات اور اس کی عبادت میں دوسرے کو ملانا یہ بے حد بڑا گناہ ہے۔

(۲) مسلمانوں کو شرک سے بچنا بے حد ضروری ہے، اور توحید خالص اختیار کرنا نہایت لابدی ہے۔

(۳) ایک جگہ پر مشرک کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: شرک کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آقا کا ایک غلام ہو، آقا نے اس کی پرورش کی اور بہت سامال ونعمت دے کر اسے کاروبار میں لگادیا، اب وہ غلام کاروبار سے

جو نفع ہوتا ہے وہ آقا کے دشمن کو دیتا ہے اور خود اپنی ذات سے بھی آقا کے دشمن کی مدد کرتا ہے تو یہ غلام کیسا نالائق، بے وفا اور مجرم ہے۔ کیا ایسا غلام قابل رحم ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی لئے سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں مغفرت کرتا اس بات کی کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔

(۴) ایک جگہ لکھتے ہیں کہ خدا کے سوا کسی کو حاضر و ناظر عالم خفی و جلی سمجھنا شرک ہے۔ (مستفاد از تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان، ص: ۳، ۵، ۷، ۱۲)

معجزہ اور کرامت:

ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: بیشک انبیاء علیہم السلام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامتیں برحق ہیں یہ ان کے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تب ان کے ہاتھ پر معجزہ و کرامت ظاہر کرتا ہے۔ (مستفاد از تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان، ص: ۱۹)

غیر اللہ کے نامزد کی ہوئی چیزیں کھانا حرام ہے:

تفسیر بیان السبحان کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا گیا ہو اور خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے نامزد کر دیا گیا ہو اس کا کھانا اور استعمال کرنا قطعی حرام ہے مثلاً مدار صاحب کا بکرا، خواجہ صاحب کے کونڈے یا کسی شیطان خبیث یا بت پر چڑھائے ہوئے نذرانے،

قبروں پر چڑھائے ہوئے مانڈے وغیرہ سب کا کھانا اور استعمال کرنا حرام ہے۔ (مستفاداز تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان، ص:۲۹)

دنیا کی حقیقت:

فرمایا: دنیا چندروزہ ہے اوراس کا مال وزر پتھر کی سفید وسرخ کنکریاں ہیں جو عنقریب ہاتھ سے نکل جانے والی ہیں، اگر کوئی شخص قارون کے برابر بھی خزانہ فراہم کرلے تو اپنے ساتھ نہ لے جاسکتا ہے نہ اس خزانہ سے فلاح پاسکتا ہے، خوش قسمتی اس شخص کی ہے جس کی کمائی مخلوق کی دینی بہبودی (کامیابی) کا وسیلہ بنی۔ (مستفاداز تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان:ص:۴۷)

اہل ثروت کو کارِ خیر کی ہدایت:

اہل ثروت کو کارِ خیر کی طرف متوجہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: اہل ثروت جہاں ہزار ہا روپے اپنی لذت وسہولت میں برباد کرتے ہیں کچھ رقم دینی کتابوں کی اشاعت میں بھی لگا دیا کریں، جس کی بدولت ان کا کارنامہ اسلامی دنیامیں مدتوں تک قائم رہے اور نامۂ اعمال میں صدقۂ جاریہ بنے اور دار آخرت میں مزید ثواب ودرجات کا باعث ہو۔ اشاعت وتبلیغ کی قدر آج نہیں معلوم ہوتی؛ مگر لحد میں پہنچ کر جب آنکھیں کھلیں گی تو وہاں ان شاء اللہ تعالیٰ اشاعت وتبلیغ کی قدر معلوم ہوجائے گی۔

(مستفاداز تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان، ص:۴۷)

تصوف:

تصوّف ماخوذ ہے صفاء سے اور اس سے مراد ہے باطن کو شہوات وکدورات سے پاک کرنا۔ جو امور ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں ان میں نظر کرنا تفقہ ہے اور جو امور باطن سے تعلق رکھتے ہیں ان میں نظر کرنا تصوف ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس نے تصوف حاصل کیا اور تفقہ حاصل نہیں کیا وہ زندیق بے دین ہوا اور جس نے تفقہ حاصل کیا اور تصوف حاصل نہیں کیا وہ فاسق سخت دل ہوا اور جس نے دونوں کو حاصل کیا اس نے ٹھیک کیا۔

(حقیقۃ التصوف: ص،۳۹،۴۰)

تعریف تصوف:

تصوف کی تعریف از روئے علم یہ ہے کہ ایسے اصول کو جاننا جس سے قلب اور سائر حواس کی اصلاح ہو اور از روئے عمل یہ ہے کہ مامورات میں سے احوط کر لینا اور منہیات سے بچنا اور مباحات میں سے ضروریات پر اکتفا کرنا اور بعض نے کہا ہے کہ تصوف حفظ الحواس اور مراعاۃ الانفاس ہے یعنی حواس کو ایسی باتوں سے روکنا جس سے اللہ تعالی کا غصہ ہوتا ہو اور ہر سانس کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں رکھنا اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی نے رسالہ ''ایہا الولد'' میں تصوف کی تعریف میں لکھا ہے کہ '' الاستقامۃ مع اللہ والسکون عن الخلق ''یعنی اللہ تعالی کے ساتھ معاملہ درست رکھنا۔ اسکے اوامر کو بجالانا

اور نواہی سے بچنا اور خلق کی تکالیف کو برداشت کرنا اور ان سے حسن اخلاق برتنا اور انکی مراد پر چلنا بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہو۔ الحاصل تصوف کا مقصد ہے قلب سائرحواس کی اصلاح اور حسن اخلاق اور تقوی اور تعلق باللہ اور وصول الی اللہ اور حضور مع اللہ۔ وصول الی اللہ اور حضور مع اللہ کو نسبت بھی کہتے ہیں۔ (حقیقۃ التصوف: ص، ۴۰)

اقسام توحید:

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ ایک بالشت میرے پاس آتا ہے تو میں اس کے پاس ایک ہاتھ آتا ہوں اور جب وہ میرے پاس ایک ہاتھ آتا ہے تو میں اس کے پاس دو ہاتھ آتا ہوں اور جب وہ میرے پاس دو ہاتھ آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑتا (ہوا) آتا ہوں۔ اللہ تعالی کے آنے سے مراد اللہ تعالی کی رحمت کا آنا ہے جب سالک ذکر و فکر ومجاہدہ وریاضت میں مشغول ہوتا ہے تو جس قدر ذہن میں صفائی ہوتی جاتی ہے اسی قدر جمال وکمال ربوبیت کا پرتو اس کے دل پر پڑتا جاتا ہے اور چونکہ پروردگار عالم کا جمال وکمال بالذات ہے اس لئے عشق ومحبت بڑھتی جاتی ہے اور جب عشق ومحبت الٰہی کا غلبہ ہوجاتا ہے تب عشق ومحبت کی قوت سے سالک مراحل کو بہت جلد طے کرتا ہے اور اولاً توحید آثار پر پہنچتا ہے اور سالک پر مکشوف ہوتا ہے کہ ''لا مؤثر الا اللہ'' یعنی کوئی تاثیر کرنے والا نہیں ہے سوائے

اللہ کے۔ اس مرتبہ میں اگرچہ افعال وصفات وذات کوخلق کی طرف منسوب کرتا ہےلیکن آثار میں بالیقین جانتا ہے کہ ہم بندے ہیں اور وہ ہمارا رب ہے اور جوآثار کہ بظاہر ہماری طرف منسوب ہیں حقیقت میں اُسی ذات واحد کی طرف سے ہیں۔ اس کے بعد ثانیہً سالک پر توحید افعال مکشوف ہوتی ہے سالک افعال کی نسبت مخلوق سے منقطع کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ''لا فاعل الی اللہ'' یعنی کوئی فاعل نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ اس مرتبہ میں نسبت صفات وذات کی خلق کی طرف باقی رہتی ہے اس کے بعد ثالثاً توحید صفات سے سالک مشرف ہوتا ہے اور معائنہ کرتا ہے کہ حیات ،قدرت، ارادہ، علم، سمع ،بصر وغیرہ صفات کے جو بظاہر ہماری طرف منسوب ہیں فی الحقیقت اس کی صفات کا پرتو ہیں، رابعاً ذات مکشوف ہوتی ہے اور سالک دیکھتا ہے کہ ''لاموجود الا اللہ'' یعنی کوئی موجود نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

(حقیقۃ التصوف،ص: ۳۳، ۳۴)

ایمان کی قسمیں:

ابن عربیؒ نے کہا ہے کہ ایمان کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) ایمان تقلید: وہ یہ ہے کہ اپنے بزرگوں سے عقائد لینا اور بغیر معرفت دلیل کے ان پر یقین کر لینا۔ (۲) ایمان علم: عقائد کو دلائل سے جاننا اور ان پر یقین کرنا یہ علم الیقین ہے اور یہ دونوں ایمان والے محجوب ہیں۔ (۳) ایمان

عیان: وہ یہ ہے کہ دل کے مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کو جاننا، پس ایک پل جھپکانے کے برابر بھی دل سے خدا کی یاد نہ جائے بلکہ اسکی ہیبت دل میں لگی رہے گویا اسکو دیکھتا ہے اور یہ مقام مراقبہ اور عین الیقین کا ہے (۴) ایمان حق: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دل سے دیکھنا اور یہی معنی ہیں انکے اس قول کے کہ عارف ہر چیز میں اللہ کو دیکھتا ہے اور یہ مقام مشاہدہ کا ہے اور حق الیقین کا ہے اور اس مقام والا اور اس سے پہلے کا مقام والا دلیل پکڑتا ہے حق کے ذریعہ سے مخلوق کے اوپر (۵) ایمان حقیقت: اور وہ یہ ہے کہ ماسوا سے فنا ہونا اور اس کی محبت کا نشہ لگا رہنا، پس نہ دیکھے مگر اسی کو جیسے وہ آدمی جو ڈوب گیا سمندر میں اور اس کا کوئی کنارہ نہیں دکھتا اور نہ اس کے لیے کوئی دلیل ہے نہ مدلول۔ پس آدمی پر پہلی دو قسموں میں سے ایک قسم واجب ہے لیکن اخیر کی تین قسمیں پس یہ علوم ربانی ہیں اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ان کے ساتھ خاص کرے۔

(حقیقۃ التصوف: ۳۵،۳۶)

تخلیہ اور تحلیہ:

بدن میں دل بادشاہ ہے اور اعضاء رعیت، بادشاہ درست تو رعیت درست اور بادشاہ خراب تو رعیت خراب، فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تمہارے بدن میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو گیا تو تمام بدن درست ہو گیا اور اگر وہ بگڑ گیا تو تمام بدن بگڑ گیا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ وہ قلب ہے اسلئے قلب کی اصلاح

مقدم ہے، لہذا قلب کو صفات رذیلہ سے خالی کرنا اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

قلب کو خالی کرنا صفات رذیلہ سے اسکو تخلیہ کہتے ہیں اور قلب کو آراستہ کرنا اوصاف حمیدہ سے اسکو تحلیہ کہتے ہیں۔ (حقیقۃ التصوف: ص،۹)

قلب ونفس کی جنگ:

آدمی کے بدن میں ایک بادشاہ دل ہے اور دوسرا بادشاہ نفس ہے جیسے بادشاہوں کا کوئی مقصود ہوتا ہے جس کے لیے وہ لڑتے ہیں اور لشکر ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ لڑتے ہیں اسی طرح بادشاہ دل کا مقصود قرب خداوندی ورضائے الٰہی ہے اور بادشاہ نفس کا مقصود شہوات فانی ولذات نفسانی ہے اور دل کا لشکر انوار ریاضت دطاعات ہے اور نفس کا لشکر ظلمات معصیت ومنکرات ہے۔

آدمی کے بدن میں ہمیشہ ان دو بادشاہوں کی لڑائی ہوتی رہتی ہے اور دونوں اپنی اپنی فوجیں لاکر کھڑی کرتے ہیں اور زبردست جنگ ہوتی ہے۔ کامیابی کے لئے سوائے اسکے کہ اللہ تبارک وتعالی کی طرف رجوع کیا جائے اور اس سے مدد طلب کی جائے کوئی چارہ نہیں ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالی اپنے فضل وکرم سے قلب کے لشکر کی مدد کرے اور نفس کے لشکر کو ہٹادے تب ہی قلب کی فتح ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔ اسلئے ہر کام میں اللہ تعالی سے مدد مانگنی چاہئے اور اسکی پناہ پکڑنی چاہئے اور اس پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ (حقیقۃ التصوف: ص،۱۰)

نفس مثل شتر مرغ کے ہے:

نفس حیلے بہانے بہت کرتا ہے مثل شتر مرغ کے ہے اگر اس سے کہا جائے کے اڑ تو وہ کہتا ہے میں پرندہ نہیں ہوں، اونٹ ہوں کیسے اڑوں؟ پھر اگر اس سے کہا جائے کہ اچھا تو اونٹ ہے تو بوجھ اٹھا تو وہ کہتا ہے کہ میں اونٹ نہیں ہوں پرندہ ہوں بوجھ کس طرح اٹھاؤں۔ اس لئے نفس کے داؤ پیچ اور حیلوں بہانوں سے واقف رہنا چاہئے۔ (حقیقۃ التصوف: ص،۱۱)

اقسام نفس:

نفس تین قسم کا ہے: (۱) امارہ، (۲) لوّامہ، (۳) مطمئنہ، جو نفس برائی کا حکم دے اور معصیت پر ندامت نہ کرے وہ امارہ ہے اور جو نفس برائی کرے اور پھر نادم ہو وہ لوّامہ ہے اور جو نفس طاعات میں قرار پکڑے وہ مطمئنہ ہے۔ ریاضت ومجاہدہ پابندئ سنت کے ساتھ کرنے سے نفس مطمئنہ بن جاتا ہے جیسے جنگلی گھوڑا کہ اسکو بھوکا رکھ کر مار کر سدھانے سے سدھ جاتا ہے۔ نفس سے کام بھی لینا چاہئے اور اسکا حق بھی ادا کرنا چاہئے اور اسکو غذا بھی پہنچانا چاہئے، اتنی زیادہ غذا بھی نہ دینا چاہئے کہ وہ لاغر اور بیکار ہو جائے۔

(حقیقۃ التصوف: ص،۱۱)

اللہ تعالی پر حجاب نہیں ہے:

اللہ تبارک وتعالی ہر جگہ موجود ہے اس پر حجاب نہیں ہے۔ بندہ پر بوجہ

صفات نفسانیہ مذمومہ کے حجاب ہے اسلئے وہ بندہ اللہ تعالی کونہیں دیکھ سکتا۔ بندہ جب اپنے اندر سے صفات مذمومہ ظاہرہ جیسے غیبت، کذب، زنا اور باطنہ جیسے حسد، عجب، ریا وغیرہ نکال ڈالے اور تخلیہ وتحلیہ کرے تو دل کی آنکھوں سے بفضل تبارک وتعالی حق سبحانہ کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔ (حقیقۃ التصوف: ص، ۲۰)

بیعت کا مسنون ہونا:

قال اللہ تبارك وتعالی: إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً۔

ترجمہ: بیشک جولوگ تجھ سے اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے سو جو عہد شکنی کرتا ہے وہ اپنی ذات کی مضرت پر عہد توڑتا ہے اور جس نے پورا کیا اس چیز کو جس پر اللہ سے عہد کیا تھا سو عنقریب اسکو اجر عظیم عنایت کرے گا۔

اور احادیث مشہورہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ لوگ بیعت کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی ہجرت اور جہاد پر اور گاہے اقامت ارکان اسلام پر اور گاہے ثبات وقرار پر معرکۂ کفار میں جیسے بیعت الرضوان اور کبھی سنت نبوی کے تمسک اور بدعت سے بچنے پر اور عبادات کے حریص اور مشتاق ہونے پر، چنانچہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی انصار کی عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند محتاج مہاجرین سے بیعت لی اس پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں سو انمیں سے کسی شخص کا یہ حال تھا کہ اس کا کوڑا اگر جاتا تھا تو اپنے گھوڑے سے اتر کر اسکو اٹھالیتا تھا، اور کسی سے کوڑا اٹھا کر دینے کا بھی سوال نہ کرتا تھا اور اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فعل بطریق عبادت واہتمام کے نہ برسبیل عادت کے ثابت ہوتو وہ فعل سنت دینی سے کمتر نہیں ہیں۔ اور چونکہ بیعت لینا امور مذکورہ کا بطریق عبادت بکمال اہتمام تھا تو بیعت کے مسنون ہونے میں کچھ شک وشبہ نہ رہا۔

(حقیقۃ التصوف: ص، ۲۳)

بیعت کا فائدہ:

عادت الٰہی یوں جاری ہے کہ مراد نہیں ملتی جب تک کہ مراد پائے ہوؤں کی صحبت اختیار نہ کی جائے اور ان سے سیکھا نہ جائے جیسے انسان کو علم حاصل نہیں ہوتا ہے مگر علماء کی صحبت وخدمت وتعلم واستفادہ سے اور اسی قیاس پر ہیں اور پیشے یعنی آہنگری بدون صحبت وخدمت آہنگر کے یا نجاری بدون صحبت و خدمت نجار کے نہیں آتی، اس طرح بدون صحبت وخدمت کاملین کے نور باطن حاصل نہیں ہوسکتا، قانون قدرت اسی طرح جاری ہے۔

(حقیقۃ التصوف: ص، ۲۴)

ضرورتِ مرشد:

پس صفائی قلب ونور باطن حاصل کرنے اور تصوف سیکھنے اور سلوک طے کرنے کے لئے مرشد کی اشد ضرورت ہے بغیر مرشد کامل کے یہ کام مشکل ہے۔ اگر بالفرض خود حکیم کسی مرض میں مبتلا ہو جائے تو اسکو بھی اپنے مرض کی تشخیص و دوا کی تجویز کیلئے دوسرے حکیم کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے کہ ''رای العلیل علیل'' اور جب مریض حکیم نہ ہو تب تو بدرجۂ اولیٰ اس کو حکیم کی ضرورت ہے۔ اس لئے اس کٹھن وسخت راہ میں مرشد کامل کی سخت ضرورت ہے، تاکہ تشخیص و تجویز مرض باطن ہو کر شفایابی ہو۔ (حقیقۃ التصوف: ص، ۲۴)

اقسامِ سالک:

سالک یعنی اللہ کی راہ چلنے والا جب تک کہ سلوک میں ہے اور چل رہا ہے تو وہ کمال پر پہنچتا جاتا ہے اور ترقی کرتا جاتا ہے لیکن سالک کبھی سالک ہے کبھی واقف ہے کبھی راجع ہے، سالک وہ ہے جو راستہ طے کر رہا ہے اور واقف وہ ہے جو سلوک میں ٹھہر جائے آگے نہ بڑھے مثلاً ذکر وفکر میں فتور واقع ہو اور جب توبہ کر کے حال درست کرلے اور بدستور ذکر وفکر میں لگ جاوے اور چلنے لگے تو پھر وہ سالک بن جاتا ہے۔ اور راجع وہ ہے جو توبہ کر کے حال درست نہ کرے الٹا پھرے۔ العیاذ باللہ۔ (حقیقۃ التصوف: ص، ۲۸)

مثالِ سالک:

سالک کی مثال مثل باز کے ہے جب باز کو پکڑتے ہیں تو پہلے اس کی آنکھیں اور پَر سی لیتے ہیں تا کہ آدمیوں سے اُنس پکڑے اور وحشت زائل ہو اور کہیں اڑکر چلا نہ جائے پھر تھوڑی تھوڑی کر کے آنکھیں کھول دیتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ اسکو پورا انس حاصل ہو گیا ہے تو اسکی آنکھیں پوری کھول دیتے ہیں، پھر پر بھی کھول دیتے ہیں۔ ایسے ہی ایک باز کہ سالک بے بصر ہے اس کی آنکھیں سی دی گئی ہیں کہ مطلوب حقیقی کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا اور ابھی ریاضت ومجاہدہ میں لگا ہوا ہے کیونکہ اس کی رغبت اغیار کی طرف ابھی باقی ہے اور یہ عین وحشت اور دوری ہے مطلوب حقیقی سے اور دوسرا باز کہ عارف کامل ہے اس کی آنکھیں سینے کے بعد کھول دی گئی ہیں مگر پر ابھی بندھے ہوئے ہیں۔ آنکھیں ہر طرف نظارہ کرتی ہیں۔ اس کی وحشت بالکل زائل ہوگئی ہے اور اسے پورا انس حاصل ہو گیا ہے مگر پر بندھے ہونے کے سبب اُڑ نہیں سکتا۔ تیسرا باز کہ عارف کامل مکمل ہے جو مامور ہے ارشاد طالبین کیلئے اسکی آنکھیں اور پر دونوں کھول دئے گئے ہیں اور وہ اپنے مقام سے تنزل کر کے طالبوں کی تعلیم میں مشغول ہوا ہے اور ان کو اغیار نہیں سمجھتا بلکہ مظاہر باری تعالی سمجھتا ہے اور یہ تنزّل تنزّل نہیں بلکہ عین ترقی ہے جیسے باز کو بعد تعلیم کے شکار کے پیچھے بھیجتے ہیں اور اس کا شکار کی طرف دوڑنا چونکہ سلطان کے حکم ورضا

سے ہوتا ہے اس لئے یہ اُسکا سلطان سے دور ہونا عین سلطان کے نزدیک آنا اور زیادتی قرب کا باعث ہے بستان التفاسیر ترجمہ اردو تفسیر فتح العزیز سورۃ الجن ص:۱۲۱ میں ہے مخلوقات الٰہی کی طرف رجوع کرنا جو اس کے حکم سے ہے اور اسی کے کام کے واسطے ہے تو حقیقت میں یہ بھی عین رجوع اور استغراق ہے۔ (حقیقۃ التصوف:ص،۳۳)

فائدۂ سلوک:

فائدہ سلوک کا وصول ہے اور وصول سے مراد یہ ہے کہ دل کی آنکھوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے مشاہدہ کی طرف رسائی ہو اس طرح پر کہ دلیل وبرہان کی ضرورت نہ رہے اور اس کی یاد دل میں بس جائے اور طاعت کا ملکہ راسخہ ہو جائے۔ (حقیقۃ التصوف:ص،۳۹)

درجات سلوک:

سلوک میں اول اصل یقین ہے اس کے بعد خوف ورجاء یعنی اس یقین کے زائل ہو جانے کا خوف اور باقی رہنے کی امید ہے۔ اسکے بعد صبر کا مقام ہے اسلئے کہ صبر ہی سے مجاہدہ وذکر الٰہی وفکر دائمی وغیرہ حاصل ہوتے ہیں اور بعد مجاہدہ کے ہدایت ہے چنانچہ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

ترجمہ: جن لوگوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا ہم ضرور ان کو اپنی راہ کی ہدایت کریں گے۔

اور ہدایت کے بعد معرفت حاصل ہوتی ہے اور معرفت کے بعد انس ومحبت الٰہی کا مقام ہے اور انس ومحبت کے بعد رضاء وتوکل کے مقامات حاصل ہوتے ہیں چنانچہ مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد چار باب سوم صفحہ: ۱۹۲ میں ہے، اول اصل یقین ہے اس کے بعد کوئی مقام بجز خوف ورجاء کے نہیں نہ اس کے بعد سوا صبر کے کوئی مقام ہے۔ (یعنی خوف ورجاء کے بعد صبر ہی کا مقام ہے) اور مجاہدہ اور خدا کیلئے ظاہر و باطن میں مجرد ہونا صبر ہی سے حاصل ہوتا ہے اور بعد مجاہدہ کے اگر کسی کو راہ کھلتا ہے تو سوا ہدایت اور معرفت کے کوئی مقام نہیں اور معرفت کے بعد انس ومحبت کے سوا کوئی مقام نہیں اور محبت کیلئے ضروری ہے کہ محبوب کے فعل پر راضی رہے اور اسکی عنایت پر اعتقاد رکھے جس سے رضا وتوکل کے مقامات حاصل ہوں۔ (حقیقۃ التصوف: ص، ۳۹)

نماز میں حضوری حاصل ہونے کے طریقے:

نماز کو سمجھ کر اور حضوریٔ قلب کے ساتھ پڑھنا چاہیئے، اور اس طرح پڑھنا چاہیئے کہ گویا اللہ تبارک وتعالی کو دیکھ رہا ہے اور قرۃ عین آنکھ کی ٹھنڈک وفرحت وسرور حاصل ہو۔

تعلیم الدین ص: ۸۹ میں ہے کہ نماز میں حضوری حاصل ہونے کے کئی طریق ہیں ایک یہ خیال کرنا کہ میں اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہوں۔

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں، تیسرا یہ کہ معنی کا خیال رکھنا،

چوتھا یہ کہ ہر لفظ کو بقصد منہ سے نکالنا کہ کوئی لفظ محض یاد سے نہ پڑھے، ہر ہر لفظ پر قصد کرتا جائے کہ اب یہ کہوں گا، پھر اس کے بعد یہ کہوں گا۔ پانچواں طریق یہ سمجھنا کہ میری عمر کی یہ آخری نماز ہے شاید اب عمر کا خاتمہ ہو جاوے۔ ان طریقوں میں سے جو طریق آسان اور دلچسپ ہو اسکو اختیار کرے۔

(حقیقۃ التصوف: ص، ۵۰، ۵۱، ۵۲)

نماز میں خطرات کا آنا مضر نہیں:

نماز میں جو خطرات آتے ہیں اس کے متعلق یہ جاننا ضروری ہے کہ نماز میں خود سے خطرات کا لانا یا نماز میں از خود آئے ہوئے خطرات کے پیچھے لگنا مضر ہے اور مانع حضور ہے اور جو خطرات کے از خود آویں اور ان کی طرف التفات نہ کیا جاوے اور ان کے پیچھے نہ لگا جاوے وہ مضر نہیں اور مانع حضور نہیں ۔اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی معشوق نے اپنے ایک عاشق کو طلب کیا وہ عاشق اپنے معشوق کی ملاقات کے خیال میں چلا جا رہا ہے اور راستے میں اسکو بہت خوبصورت آدمی اور بہت نفیس گھوڑے اور بہت عمدہ ہاتھی وغیرہ ملتے ہیں مگر وہ کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور سیدھا معشوق ہی کی دُھن میں چلا جاتا ہے تو وہ خوبصورت آدمی، اور نفیس گھوڑے اور عمدہ ہاتھی وغیرہ اس کا کچھ بھی نقصان نہیں کرتے اور اگر ان خوبصورت آدمی، اور نفیس گھوڑے وغیرہ دیکھنے میں رہ جائے یا ان کی طرف التفات کرے تو البتہ نقصان ہے ایسے ہی نماز میں جو شخص کہ

معشوق حقیقی کے مشاہدے میں لگا رہے، پھر اگر خطرات وارد بھی ہوں مگر ان کی طرف التفات نہ کرے اور انکے پیچھے نہ لگے تو کچھ بھی نقصان نہیں اسلئے خطرات کی طرف التفات ہی نہ کرنا چاہیئے۔ (حقیقۃ التصوف: ص، ۵۲)

معنیٔ فناء:

فناء کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سالک کا ظاہری وجود نیست ونابود ہوجاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت وجلال کا اس قدر سالک پر ظہور ہوتا ہے کہ سالک تمام مخلوقات سے بے خبر ہوجاتا ہے اور کوئی شیئ سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد کے اس کے دھیان میں نہیں رہتی اور اللہ عزوجل کی عظمت وجلال کا اتنا نور اس پر ظاہر ہوتا ہے کہ اسکے تمام ذرات وجود اس نور عظمت وجلال کی روشنی میں پوشیدہ ہوجاتے ہیں جس طرح ستارے نور آفتاب کی روشنی میں پوشیدہ ہوجاتے ہیں اور ستاروں کا پوشیدہ ہوجانا اس وجہ سے نہیں ہے کہ ستارے نیست ہوجاتے ہیں یا ستارے آفتاب بن جاتے ہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ نور آفتاب کی چمک کے آگے ستاروں کا وجود معلوم نہیں ہوتا اس طرح مرتبۂ فنا میں سالک نہ نیست ومعدوم ہوجاتا ہے اور نہ سالک خدا بن جاتا ہے بلکہ اللہ عزوجل کی عظمت وجلال کے نور میں خود کو اور تمام عالم کو گم کردیتا ہے اور اس گم کرنے کو بھی گم کردیتا ہے جیسے سوئے ہوئے آدمی کو اپنے سونے کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ (حقیقۃ التصوف: ص، ۷۷)

سالک کے لئے چند ہدایات:

(۱) سالک کو چاہئے کہ پہلے علم دین حاصل کرے اور عقائد درست کرے، بغیر علم دین حاصل کئے اور بغیر عقائد درست کئے اس راہ میں قدم نہ رکھے۔

(۲) شرک و بدعات سے بچے۔

(۳) مشتبہات سے بچے۔

(۴) ہر وقت توبہ کرتا رہے۔

(۵) مراقبہ ومحاسبہ کرتا رہے۔

(۶) دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال ڈالے۔

(۷) سالک کو اپنے نفس پر ہرگز بھروسہ نہیں کرنا چاہئے اور اس سے راضی وخوش نہیں رہنا چاہئے، نفس پر بھروسہ کرنا اور اس سے راضی وخوش رہنا یہ معصیت کی جڑ ہے۔

(۸) سالک کو کوئی وقت طاعت وعبادت و یاد الٰہی سے خالی نہیں جانے دینا چاہئے۔

(۹) توحید کو ٹھیک کرے اور اسے لازم پکڑے اور ہر کام میں چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا اسی ہستی کا پہلے خیال کرے کیوں کہ حقیقۃً ہر کام کا خالق وفاعل وہی اللہ تعالیٰ ہے۔

(۱۰) کوئی کام کرے تو اس میں اپنی قوت وطاقت کو نہ دیکھے اور یہ نہ سمجھے کہ میں اپنی قوت وطاقت سے یہ کام کرتا ہوں بلکہ یہ سمجھے اور یہ دیکھے کہ اسی ذات پاک حق سبحانہ کی قوت وطاقت سے یہ کام ہوتا ہے جب تک یہ بات سالک میں پیدا نہ ہوگی، کام میں فلاح وبہبودی وکامیابی نہ ہوگی۔

(۱۱) سالک کو چاہیے کہ اگر اس سے کوئی نیک کام سرزد ہو تو حقیقۃً وادباً کسی طرح اپنی طرف منسوب نہ کرے، مثلاً نماز پڑھے تو یوں نہ کہے کہ میں نے نماز پڑھی بلکہ یوں کہے کہ اسنے (اللہ نے) اپنے فضل سے مجھ سے نماز پڑھوائی اور اگر کوئی بد کام سرزد ہو تو حقیقۃً نہیں بلکہ ادباً اپنی طرف منسوب کرے اور کہے کہ یہ بد کام میں نے کیا۔ توبہ وندامت واستغفار کرے، کیوں کہ اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔

(۱۲) سالک کو اپنے قلب کی نگہبانی کرنی چاہئے اگر طاعت سے فرحت وسرور اور معصیت سے حزن وغم پیدا ہو تو یہ قلب کے زندہ ہونے کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس سے خوش ہونے کی علامت ہے اور اگر طاعت سے فرحت وسرور اور معصیت سے حزن وغم پیدا نہ ہوتا ہو تو یہ قلب کے مردہ ہونے کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس سے ناخوش ہونے کی علامت ہے، اس لئے سالک کو چاہئے کہ طاعت سے مسرور ہووے اور ارتکاب معصیت سے مغموم ہووے۔

(۱۳) سالک کو اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور اسی سے مدد مانگنا چاہئے اور اسی سے امید وخوف رکھنا چاہئے، اعمال صالحہ کو بجالاوے اور افعال منکرہ سے بچے اور ظاہر وباطن میں شریعت وسنت کی پابندی کرے۔

(۱۴) سالک کو چاہئے کہ نیت درست رکھے۔

(۱۵) سالک کے لئے صبر وشکر لازم ہے، نعمت پر شکر کرنا چاہئے (اور مصیبت پر صبر کرنا چاہئے)

(۱۶) سالک کو چاہئے کہ سب کو اپنے سے اچھا سمجھے اور خود کو سب سے برا جانے، اگر بچہ کو دیکھے تو کہے کہ یہ ابھی نابالغ ہے اس لئے اس نے گناہ نہیں کئے، میں نے تو بہت گناہ کئے ہیں لہذا وہ مجھ سے اچھا ہے اور اگر بڑے کو دیکھے تو کہے کہ اس نے مجھ سے زیادہ عبادتیں وطاعتیں کی ہوگی، اس لئے وہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر عالم کو دیکھے تو کہے کہ اس نے بہت علم پڑھا ہے، وہ بہت بزرگی رکھتا ہے لہذا وہ مجھ سے افضل ہے اور اگر جاہل کو دیکھے تو کہے کہ اگر اس نے کوئی برا کام کیا ہوگا تو جہالت سے انجان سے کیا ہوگا وہ سادہ لوح ہے، مجھ سے اچھا ہے اور اگر فاسق کو دیکھے تو کہے کہ شاید اس کے اندر کوئی اچھی صفت ہو مثلاً دل میں کینہ نہ رکھتا ہو، یا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو درگزر کرے، اس کے ساتھ فضل کا معاملہ کرے، اسلئے وہ مجھ سے بہت اچھا واعلیٰ ہے۔

(۱۷) سالک کو چاہئے کہ اللہ کے واسطے دوستی اور اللہ کے واسطے دشمنی رکھے یعنی اللہ سے اور اللہ کے دوستوں سے اور وہ کام جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اس سے دوستی رکھے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے اور وہ کام جن سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے ان سے دشمنی رکھے۔

(۱۸) سالک کو امید وخوف دونوں رکھنا ضروری ہے، طاعت کے وقت امید کو غالب رکھنا چاہئے اسلئے کہ امید سے محبت بڑھتی ہے اور معصیت کے اندیشہ کے وقت خوف کو غالب رکھنا چاہئے تاکہ معصیت سے بچے اور مرنے کے وقت امید کو غالب رکھنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے۔

(۱۹) سالک کو اسباب سے گزر کر مسبّب الاسباب کی طرف ہمیشہ نظر رکھنی چاہئے، اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

اے لڑکے ہر خیر وشر مسبب الاسباب سے پہنچتا ہے، اسباب وذرائع سے نہیں پہنچتا، جب نظر کامل ہوتی ہے تو آدمی اصل کو دیکھتا ہے اور جب نظر میں خرابی ہوتی ہے تو آدمی فرع کو دیکھتا ہے۔

(۲۰) سالک کو چاہئے کہ اپنے گناہ کو بڑا سمجھے، خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور اپنی طاعت کو چھوٹا سمجھے خواہ وہ بڑی ہی کیوں نہ ہو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مومن اپنے گناہوں کو ایسا دیکھتا ہے کہ گویا پہاڑ کے نیچے کھڑا ہے

کہ اس پر گر پڑے اور فاجر اپنے گناہوں کو مثل مکھی کے سمجھتا ہے جو ناک پر بیٹھی ہے کہ اس کو ہاتھ سے اڑا دیتا ہے۔ (ماخوذ از حقیقۃ التصوف بصفحات متفرقہ)
(تصنیف: مفتی ابراہیم صاحبؒ، مفتئ مانگرول، کاٹھیاواڑ)

تصوف کی کتاب داخل درس نہ ہونے پر اظہار تأسف:

حضرت اقدس مولانا مفتی ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتئ مانگرول، کاٹھیاواڑ اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''حقیقۃ التصوف'' کے مقدمہ میں اہل مدارس پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''نہایت افسوس ہے کہ دینی مدارس میں تصوف کی کوئی کتاب درس میں نہیں رکھی گئی ہے، حالانکہ تصوف دین کا بہت بڑا جزء ہے، تصوف سے توحید کامل ہوتی ہے، اخلاق درست ہوتے ہیں، اصلاح باطن ہوتی ہے اور اسی کو نہیں پڑھایا جاتا، بہت بڑا افسوس ہے، دینی درسگاہوں کے تعلیمی نصاب میں ضرور ایک تصوف کی کتاب بھی ہونی چاہئے۔ (ماخوذ از حقیقۃ التصوف: ص ۵)

اللہ تعالیٰ پاک اور بے مثال ہے:

مکتوبات امام ربّانی صفحہ نمبر ۱۲۶ جلد دوم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز یا مادہ کے ساتھ حلول نہیں کرتا ہے۔ نیز کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ حلول نہیں کرتی۔ اسی طرح کوئی چیز نہ تو اس کی ذات میں حلول کرتی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کسی میں حلول کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وہ

الگ الگ اور بکھری ہوئی نہیں ہے اور نہ ہی وہ بکھر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ذرات سے بنے ہوئے مادہ کے مانند بھی نہیں ہے وہ تو بے مثال اور عجیب وغریب طاقت کا نام ہے۔ (نور محمدی:١٦)

شفاعت کے اقسام:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات قسم کی شفاعت فرمائیں گے:

(١) قیامت کے دن تمام لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس شفاعت طلب کرنے کے لئے جائیں گے، لیکن کہیں بھی شفاعت حاصل نہیں ہوگی، اخیر میں رسول اکرم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے، لہذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی یہ شفاعت اللہ کے دربار میں مقبول ہوگی۔

(٢) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے کچھ لوگ تو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

(٣) ایک گروہ وہ ہوگا جن پر جہنم واجب ہوچکی ہوگی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے انہیں جہنم سے نجات حاصل ہوجائے گی۔

(٤) ایک گروہ وہ ہوگا جو اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں پڑا ہوگا، وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی بناء پر جہنم سے باہر نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کردیا جائیگا۔

(۵) ایک گروہ وہ ہوگا جو جنت ہی میں ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی بنیاد پر انکے درجات بلند کئے جائیں گے۔

(٦) بہت سے فساق (کافروں) کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے، جس کی وجہ سے ان کے عذاب اور تکالیف میں تخفیف کردی جائے گی۔

(۷) جو مسلمان مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے انہیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت حاصل ہوگی، جس کا ذکر حدیث میں موجود ہے۔

(نور محمدی، ص:۲۱)



شکر خداوندی و دعاء

اے میرے رب ! تو قطرے سے وہ کام لے سکتا ہے جس سے دریا عاجز ہو، ذرے کو وہ وسعت بخش سکتا ہے جس سے صحراء محروم ہو، ایک پھول کو لہلہاتے گلستاں کی مہک عطا کرسکتا ہے اور ایک ہی موج کے مچلنے سے سمندر کے سناٹوں کو طوفان میں بدل سکتا ہے۔ کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل۔۔۔۔۔۔۔

یہ تو تیری ہی مہربانی ہے کہ تو نے توفیق دی یہ لکھنے کی، اس کے لئے مواد جمع کرنے کی ، اور ان تاریخی شخصیت کی سوانح ترتیب دینے کی، جنھوں نے زندگی کی قدر کی، اور اس قدرِ زندگی نے انہیں زندگی بخشی۔ قلم کے مسافر نے جہاں جہاں لغزشیں کی ہیں تو درگزر فرما۔ اس سوانح کے لکھنے اور پڑھنے والے کو وقت کی قدر عطا کر۔ علم کا جذبۂ تاباں دے اور محنت کے عزم جواں سے ان کے دل سرشار کر۔ چار دن کی اس زندگی میں ہم سے وہ کام لے جو یہاں کرنا چاہئے، اس سے بچا جو یہاں نہیں کرنا چاہئے۔ زندگی وہ جو ہم نے ضائع کردی، اس کی تلافی کا سامان پیدا فرما، وہ جو باقی ہے، بچا بچا کے ہم سے استعمال کروا۔ یہی دل کی صدا ہے تو دل کی صداؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔ میرے رب! اس صدائے دل کو بھی قبول فرما۔ آمین۔

(متاعِ وقت اور کاروانِ علم: ۱۸، ۱۹)

مراجع ومصادر

شمار	کتاب	مصنف/مؤلف
۱	قرآن کریم	
۲	الاتقان فی علوم القرآن	عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطیؒ
۳	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ
۴	توضیح القرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی
۵	تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین سیوطی ومحلیؒ
۶	تفسیر قرطبی	امام عبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر قرطبیؒ
۷	بخاری شریف	محمد بن اسماعیل البخاریؒ
۸	مسلم شریف	مسلم ابن حجاج القشیریؒ
۹	ترمذی شریف	محمد ابن عیسی ابن سورہ الترمذیؒ
۱۰	ابوداؤد شریف	سلیمان بن الاشعث ابی داؤد السجستانیؒ
۱۱	نسائی شریف	احمد بن شعیب بن علی بن سنان ابوعبدالرحمن النسائیؒ
۱۲	ابن ماجہ	محمد ابن یزید القزوینی ابن ماجہ الربعیؒ
۱۳	مشکوۃ المصابیح	الامام المحدث محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزیؒ
۱۴	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبلؒ
۱۵	مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ
۱۶	شعب الایمان للبیہقی	امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقیؒ
۱۷	الترغیب والترہیب	امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذریؒ

۱۸	تہذیب التہذیب	علامہ ابن حجر عسقلانیؒ
۱۹	مجمع الزوائد	المحقق علی بن ابی بن سلیمان الہیثمیؒ
۲۰	کنز العمال	علامہ علاؤ الدین علی بن حسام الدین متقی الہندیؒ
۲۱	ابن السنی	الامام الحافظ احمد بن محمد بن اسحاق الہاشمیؒ
۲۲	مختصر المقاصد	المحقق محمد بن عبد الباقی الزرقانیؒ
۲۳	النوافح العطرۃ	محمد بن احمد بن جار اللہ الصندی الیمنیؒ
۲۴	زبدۃ الشمائل	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن
۲۵	معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانیؒ
۲۶	تحفۃ الالمعی	محدث کبیر مفتی سعید احمد پالنپوریؒ
۲۷	شمائل کبری	مفتی محمد ارشاد صاحب قاسمی
۲۸	مدارج النبوۃ	شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ
۲۹	زاد المعاد	علامہ حافظ ابن قیم جوزیؒ
۳۰	حصن حصین	شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
۳۱	اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	ڈاکٹر عبد الحی عارفیؒ
۳۲	احسن الفتاویٰ	مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ
۳۳	فتاوی دار العلوم	مفتی عزیز الرحمن عثمانی دیوبندیؒ
۳۴	آسان فقہ	مولانا محمد یوسف اصلاحی
۳۵	عمدۃ الفقہ	مولانا سید زوّار حسین نقشبندیؒ
۳۶	کتاب المسائل	مفتی سلمان صاحب منصور پوری

۳۷	فضائل اعمال	شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ
۳۸	فضائل صدقات	شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ
۳۹	اقامۃ الحجۃ	مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنویؒ
۴۰	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
۴۱	احیاء علوم الدین	امام محمد بن محمد الغزالیؒ
۴۲	حقیقۃ الوصول المعروف بہ روح التصوف	مفتی سہول عثمانی بھاگلپوریؒ
۴۳	حقیقۃ التصوف	مفتی ابراہیم صاحب مانگرولیؒ
۴۴	تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان	مفتی ابراہیم صاحب مانگرولیؒ
۴۵	نور محمدی گجراتی	مفتی ابراہیم صاحب مانگرولیؒ
۴۶	حق کی کسوٹی	مفتی ابراہیم صاحب مانگرولیؒ
۴۷	امید نجات گجراتی	مفتی ابراہیم صاحب مانگرولیؒ
۴۸	پیغام رحمت گجراتی	مفتی ابراہیم صاحب مانگرولیؒ
۴۹	فقہائے گجرات اور ان کی فقہی خدمات	مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی
۵۰	اکابر کا تقوی	شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ
۵۱	ہمارے اکابر	مولانا محمد صاحب مظاہری
۵۲	اتحاف السادۃ المتقین	علامہ محمد بن محمد الحسینی الزبیدیؒ
۵۳	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ
۵۴	حدیقۃ الاولیاء	مفتی غلام سرور لاہوری

۵۵	اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
۵۶	جمعات الشاہیۃ (فارسی)	سید محمد سراج الدین المعروف بہ شاہ عالمؒ
۵۷	مذاق العارفین	مولانا محمد احسن صدیقی ناتوتویؒ
۵۸	تعلیم الدین	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۵۹	رزق حلال کی برکات اور حرام کی نحوست	مفتی فرید دیولوی
۶۰	ایھا الولد	امام محمد بن محمد الغزالیؒ
۶۱	مکتوبات امام ربانی	امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقیؒ
۶۲	متاع وقت اور کاروان علم	مولانا ابن الحسن عباسیؒ
۶۳	یادگار باتیں	مولانا محمد اسحٰق صاحب ملتانی
۶۴	حیات صدیق	قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ
۶۵	تذکرۂ ترجمان القرآن	مفتی عادل عثمانی
۶۶	تذکرۃ الرشید	قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
۶۷	تاریخ دار العلوم دیوبند	حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
۶۸	مکمل تاریخ دار العلوم دیوبند	سید محبوب رضوی
۶۹	تاریخ جامعہ ڈابھیل	مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی
۷۰	پاک وہند میں مانگرول کا مقام	گل مانگرولیؒ
۷۱	ماہنامہ منادی نئی دہلی	حضرت خواجہ حسن نظامی دہلویؒ
۷۲	عہد جہانگیری	شیخ محمد جہانگیر میاں صاحبؒ (والئ مانگرول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

(مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان مانگرول، جوناگڈھ، گجرات)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برادران اسلام! مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان مانگرول ضلع جوناگڈھ (گجرات) ایک معروف ومشہور ادارہ ہے، جس کی ابتداء ۱۹۹۵ء میں ایک کرایہ کے مکان سے ہوئی، رفتہ رفتہ یہ ادارہ ترقی پذیر ہوا، اوراپنی علمی وروحانی خدمات سے لوگوں میں تعلیم وتربیت، تہذیب وثقافت کا بہترین ثبوت پیش کیا، کئی تشنگانِ علم نے اس چشمۂ علم وعرفان سے اکتساب فیض کیا اور تاہنوز یہ سلسلہ عافیت واستقامت کے ساتھ جاری ہے اوران شاء اللہ تعالیٰ رہے گا، فی الحال مدرسہ ہذا میں مانگرول، ویراول، جوناگڈھ اوراس کے اطراف کے طلباء کرام قیام وطعام کے ساتھ حصول تعلیم وتربیت میں مصروف عمل ہے۔

الحمدللہ! اس ادارہ میں دینی تعلیم ناظرہ، حفظ، اردو، فارسی وعربی اسی کے ساتھ دنیوی تعلیم ۱ سے ۱۰ کلاس، کمپیوٹر کلاس وغیرہ کا بہترین نظم ونسق ہے۔

اس ادارہ کے ماتحت مکاتب کا بھی شاندار نظم ہے جس میں کافی طلبہ وطالبات تعلیم حاصل کرکے اپنی علمی پیاس بجھارہے ہیں، اور وقت کی نزاکت

کے پیشِ نظر خصوصا طالبات کی تعلیم وتربیت کے لئے باصلاحیت معلمات کا معقول انتظام ہے۔

رفاہی خدمات:

مدرسہ ہذا میں میت کی تجہیز وتکفین کے لئے باقاعدہ کمرہ بنایا گیا ہے ، کیوں کہ یہاں اکثر ایسی میت آتی رہتی ہے جو تصادم وٹکراؤ کی زد میں آچکی ہو یا اور کسی حادثۂ فاجعہ سے متأثر ہوئی ہو اور اس کو دیر رات میں فی الفور گھر پہنچانا مناسب بھی نہیں ہوتا ہے اس لئے اس کو مدرسہ میں لایا جاتا ہے، چونکہ مدرسہ شہر سے باہر لب سڑک واقع ہے اس لئے یہاں لانے میں کافی سہولت ہوتی ہے، پھر یہیں پر تجہیز وتکفین کرواکر میت کو دن چڑھے ان کے رشتہ داروں کے حوالہ کردیا جاتا ہے، اس خدمت پر مدرسہ ہذا کے دو مؤقر اساتذۂ کرام مامور ہیں جو میت کی تجہیز وتکفین کے فرائض سنت طریقے پر انجام دیتے ہیں، یہ خدمت مدرسہ ہذا میں کافی عرصہ سے جاری ہے اور الحمد للہ اس سے لوگوں کو کافی سہولت اور فائدہ پہنچ رہا ہے۔

نیز ہر سال ماہِ رمضان المبارک میں غریب ، یتیم ، بیوہ اور معذور لوگوں کے لئے مدرسہ کی جانب سے اناج ، تیل وغیرہ کی کیٹیں تقسیم کی جاتی ہیں۔

اگر وہ مستحق زکوۃ ہو تو زکوۃ کی رقم سے اور اگر مستحق زکوۃ نہ ہو لیکن ظاہری حالت اس قدر مکسور ہو کہ بذات خود اپنا گزر بسر نہ کرسکتے ہوں تو ایسے

معذوروں کے لئے للہ رقم سے مدد فراہم کی جاتی ہے جس سے ان کا رمضان کافی سہولت سے گزر جاتا ہے۔اس لئے اصحاب خیر حضرات سے خصوصی اپیل ہے کہ وہ اس کار خیر میں حصہ لیکر غرباء ومساکین اور محتاجوں کے معاون ومددگار بنیں اور دوسروں کو بھی اس طرف متوجہ کرتے رہیں۔

مدرسہ ہذا کی مستقل کوئی آمدنی نہیں ہے، محض اللہ کے فضل، نیز آپ کی مخلصانہ دعاؤں اور اصحاب خیر کے تعاون سے اخراجات کی تکمیل ہوتی ہے، لہذا آپ سے قوی امید ہے کہ اپنی پرخلوص دعاؤں میں مدرسہ کو یاد فرمائیں گے اور مدرسہ کے تکفل کے لئے اپنا قیمتی سرمایہ دیکر، دلاکر یا اصحاب خیر کو متوجہ فرماکر معین ومددگار ثابت ہونگے۔

فقط والسلام

الداعیان	
مفتی عبدالغفور صاحب پٹیل حفظہ اللہ (بانی) مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان، مانگرول ضلع: جونا گڈھ، گجرات (الہند)	مولانا داؤد صاحب پیر حفظہ اللہ (مہتمم) مدرسہ فیض القرآن قوۃ الایمان، مانگرول ضلع: جونا گڈھ، گجرات (الہند)



مؤلف کی دیگر تصانیف

(۱) خطبات جمعہ وعیدین	(عربی)
(۲) فضائل سے متعلق چالیس احادیث	(اردو)
(۳) فضائل سے متعلق چالیس احادیث	(گجراتی)
(۴) اپنے ایمان واعمال کی حفاظت کیجئے	(اردو)
(۵) گلشن اسلام	(اردو)
(۶) گلشن اسلام	(گجراتی)
(۷) علم وعلماء اور حفاظ کا مقام	(اردو)
(۸) اصلاحی مضامین	(اردو)
(۹) چار چار باتوں کا گلدستہ	(اردو)
(۱۰) نصیحت آموز اقوال محمودہ	(اردو)
(۱۱) ثواب کا خزانہ	(اردو)
(۱۲) حیاتِ شیخ لعلؒ	(اردو)
(۱۳) علم التجوید	(اردو)
(۱۴) فیض الجاری علی ختم البخاری	(اردو)
(۱۵) حیاتِ فقیہ گجرات	(اردو)
(۱۶) رودزلزلہ	(اردو)
(۱۷) تاریخِ گھوگھا	(اردو)
(۱۸) آدابِ مجلس اور چھ صفات کا مذاکرہ	(گجراتی)
(۱۹) حیاتِ اسحاقؒ	(اردو)

مکتبۂ مومن

(مفتی) امتیاز وانکانیری (راجکوٹی) Mob: 9662725225